تذکرۃ المصنفین

درس نظامیہ و عالیہ کی کتابوں کے مصنفین کے مستند حالات کا

نادر مجموعہ



مکتبہ معارف ملی کرنیل گنج کانپور

تذکرۃ المصنفین

درس نظامیہ، درس عالیہ اور
تمام عربی نصابوں میں شامل جملہ
کتب کے مصنفین کا مکمل تذکرہ

مصنفہ
مولانا حبیب الرحمن صاحب مظاہری خیرآبادی
مفتی حیات العلوم مرادآباد

ناشر: ادارہ معارف ملی کانپور

قیمت پانچ روپیہ

کتاب کا نام ———— تذکرۃ المصنفین

مصنف ———— مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مظاہری خیرآبادی

ناشر ———— ادارہ معارف ملی کانپور

تعداد اشاعت ———— ایک ہزار (۱۰۰۰)

تاریخ اشاعت ———— جمادی الثانیہ ۱۳۸۹ھ

مطبع ———— تاج پریس ورزاقی پریس پٹکاپور کانپور

قیمت ———— پانچ روپے

:- ملنے کے پتے -:

کتب خانہ نعمانیہ دیوبند

کتب خانہ اشاعت العلوم سہارنپور

مولانا عبد الحق صاحب قاسمی مدرس دار العلوم مئوناتھ بھنجن

ادارۂ معارف ملی کرنیل گنج کانپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

جن کتابوں سے انسان اپنے فکر و ذہن کو سنوارتا ہے اور ان سے استفادہ کرتا ہے ان کے بارے میں فطری طور پر دل میں یہ تقاضا پیدا ہوتا ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ ان کے مصنفین کے حالات کیا تھے کس صدی اور سنہ میں پیدا ہوئے ان کا علمی اور تصنیفی دنیا میں کیا مقام تھا اسی فطری تقاضے کی بنا پر بطور مقدمۃ الکتاب کے ہر کتاب شروع کرنے سے پہلے اس کتاب کے مصنف کے حالات بتانا اور معلوم کرنا ہر مدرس اور طالب علم کا فرض ہوتا ہے چنانچہ عربی مدارس میں نہ صرف اسکی پابندی کی جاتی ہے بلکہ امتحانات میں بھی کبھی ممتحن مصنف کے حالات دریافت کرلیتا ہے اب تک ایسی کوئی جامع کتاب منظر عام پر نہیں آئی تھی جس میں درس نظامیہ کی تمام کتابوں کے مصنفین کے حالات یکجا طور پر موجود ہوتے اس بنا پر ان چھوٹے چھوٹے مدارس کے مدرسین اور طلبا کو اس سلسلے میں کافی وقت اور پریشانی لاحق ہوتی تھی جن کے کتب خانوں میں تذکرہ وسوانح کی کتابیں نہیں ہیں اور جہاں کتابیں ہیا ہیں وہاں تلاش کرنا بھی ایک امر دشوار تھا۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مظاہری خیرآبادی دامت فیوضہم کو جنھوں نے سالہاسال کی محنت شاقہ کے بعد نہ صرف درس نظامیہ بلکہ درس عالیہ اور ندوۃ العلماء اور بورڈ کے عربی امتحانات میں جو کتابیں داخل ہیں ان سب کے مصنفین کے حالات اس کتاب میں جمع فرمادیے ہیں مولانا کا یہ کارنامہ انشاء اللہ رہتی دنیا تک ان کی یاد تازہ کرتا رہے گا۔ اور علمی دنیا سے خراج تحسین وصول کرتا رہے گا۔ ہمیں مسرت ہے کہ ادارہ معارف ملی کو اس کتاب کی اشاعت کی سعادت نصیب ہوئی اللہ پاک اس کا نفع عام و تام فرمائے۔

(آمین)

فہرست تذکرۃ المصنفین

نمبر شمار	تذکرہ	نمبر صفحہ
	صرف	
۱	صاحب علم الصرف	۱
۲	" کتاب الصرف	۳
۳	" میزان الصرف	۶
۴	" منشعب	۹
۵	" صرف میر	۱۰
۶	" پنج گنج و دستور المبتدی	۱۳
۷	" علم الصیغہ	۱۵
۸	" فصول اکبری	۱۸
۹	" شذف العرف	۲۰
۱۰	" مراح الارواح	۲۱
۱۱	" شافیہ	۲۲
	نحو	
۱۲	صاحب اسباق النحو	۲۵
۱۳	" علم النحو	۱
۱۴	" مائۃ عامل	۲۸
۱۵	" کتاب النحو	۳
۱۶	" النحو الواضح	۳۰
۱۷	" ہدایت النحو	۶
۱۸	" المصباح	۳۲
۱۹	" نحو میر	۱۰
۲۰	" الفیہ	۳۴
۲۱	" کافیہ	۲۴
۲۲	صاحب شرح الفیہ	۳۵
۲۳	" شرح مائۃ عامل	۱۰
۲۴	" لب الالباب	۳۷
۲۵	" شذور الذھب	۴۰
۲۶	" مغنی اللبیب	۴۰
۲۷	" شرح ملا جامی	۴۳
۲۸	" مفصل	۴۹
۲۹	**منطق**	
۳۰	صاحب تیسیر المنطق	۵۳
۳۱	" مرقات	۵۵
۳۲	" صغری کبری	۱۰
۳۳	" میزان المنطق	۵۷
۳۴	" قال اقول	۵۹
۳۵	" الساغوجی	۶۰
۳۶	" تہذیب	۶۱
۳۷	" شرح تہذیب	۶۳
۳۸	" شمسیہ	۶۵
۳۹	" قطبی و شرح مطالع	۶۶
۴۰	" سلم العلوم	۶۹
۴۱	" شرح سلم (ملا مبین)	۷۱
۴۲	" شرح سلم (بحر العلوم)	۷۲
۴۳	" ملا حسن	۷۵
۴۴	" شرح سلم (قاضی مبارک)	۷۸
۴۵	" حمد اللہ	۸۰

نمبر شمار	تذکرہ	نمبر صفحہ
٤٦	صاحب ملا جلال	٨٢
٤٧	،، میرزاہد و حاشیہ شرح مواقف	٨٤
٤٨	،، غلام یحییٰ	٨٥
٤٩	،، مطالع و مواقف	٨٨
	فلسفہ	
٥٠	صاحب ہدیہ سعیدیہ	٨٩
٥١	،، ہدایۃ الحکمۃ	٩٠
٥٢	،، شرح ہدایۃ الحکمۃ	٩١
٥٣	،، حکمۃ العین	٦٥
٥٤	،، شرح حکمۃ العین	٩٤
٥٥	،، شرح اشارات	٦٦
٥٦	،، اشارات	٩٨
٥٧	،، کتاب المعتبر	٩٥
٥٨	،، شرح اشارات	١٠١
٥٩	،، میبذی	١٠٣
٦٠	،، صدرا	١٠٥
٦١	،، شمس بازغہ	١٠٦
	ہیئت	
٦٢	صاحب تشریح الافلاک	١٠٨
٦٣	،، تصریح	١١٠
٦٤	،، چغمینی	١١١
٦٥	،، شرح چغمینی	١١٢
٦٦	،، بست باب	١١٣
٦٧	،، صاحب سبع شداد	١١٤
	اقلیدس	

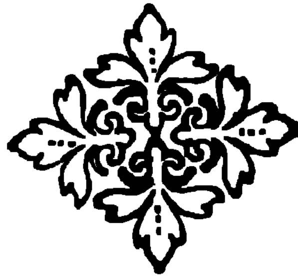
نمبر شمار	تذکرہ	نمبر صفحہ
٦٨	صاحب تحریر اقلیدس	١١٥
	ادب	
٦٩	صاحب دروس الادب	١١٧
٧٠	،، مفید الطالبین	١٢١
٧١	،، قراءۃ الراشدہ	١٢٣
٧٢	،، قصص النبیین و مختارات	،،
٧٣	،، القراءۃ الرشیدہ	١٢٦
٧٤	،، قلیوبی	١٢٧
٧٥	،، نفحۃ الیمن	١٢٨
٧٦	،، اخوان الصفا	،،
٧٧	،، نفحۃ العرب	١٢٩
٧٨	،، منثورات	١٣٢
٧٩	،، معلم الانشاء	١٣٢
٨٠	،، کلیلہ و دمنہ	١٣٤
٨١	،، النظرات و العبرات	١٣٧
٨٢	،، مقامات بدیع	١٣٨
٨٣	،، مقامات حریری	١٤٠
٨٤	،، کتاب البیان والتبیین	١٤٤
٨٥	،، کتاب الاغانی	١٤٦
٨٦	،، الکامل	١٥٠
٨٧	،، نہج البلاغۃ	١٥٣
٨٨	،، المجتبیٰ	١٥٥
٨٩	،، قصیدہ بردہ	١٥٨
٩٠	،، قصیدہ بانت سعاد	١٦٠
٩١	،، دیوان (بحتری)	١٦٤

نمبر شمار	تذکرہ	نمبر صفحہ
۹۲	صاحب کتاب الحماسہ	۱۶۶
۹۳	" دیوان (متنبی)	۱۶۹
۹۴	" سبعہ معلقہ	۱۷۲
۹۵	" جمہرۃ اشعار العرب	۱۷۴
۹۶	" نقد الشعر	۱۷۵
	بلاغت	
۹۷	صاحب تلخیص المفتاح	۱۷۶
۹۸	" دلائل الاعجاز	۲۸
۹۹	" مفتاح العلوم	۱۷۸
۱۰۰	" مختصر المعانی و مطول	۶۱
	تاریخ	
۱۰۱	صاحب درس التاریخ الاسلامی	۱۸۰
۱۰۲	" تاریخ الخلفاء	۱۸۱
۱۰۳	" دول العرب والاسلام	۱۸۴
۱۰۴	" محاضرات الامم الاسلامیہ	۱۸۵
۱۰۵	" تمدن اسلامی	۱۸۶
۱۰۶	" کتاب الملل والنحل	۱۸۷
۱۰۷	" مقدمہ (ابن خلدون)	۱۸۸
۱۰۸	" سیرت ابن ہشام	۱۹۱
	طب	
۱۰۹	صاحب کتاب موجز القانون	۱۹۳
۱۱۰	" قانونچہ	۱۱۱
۱۱۱	" قانون	۹۸
۱۱۲	" شرح الموجز (اقسرائی)	۱۹۴
۱۱۳	" شرح اسباب و نفیسی	۱۹۵
	عقائد	
۱۱۴	صاحب عقائد نسفی	۱۹۶
۱۱۵	" شرح مواقف	۱۰
۱۱۶	" حجۃ اللہ البالغہ	۱۹۸
۱۱۷	" العقیدۃ الحسنہ	"
۱۱۸	" رسالہ حمیدیہ	۲۰۱
۱۱۹	" مسایرہ	۲۰۲
۱۲۰	" مسامرہ	۲۰۴
۱۲۱	" شرح تجرید	۲۰۶
۱۲۲	" شرح عقائد نسفی	۶۱
۱۲۳	" خیالی	۲۰۹
۱۲۴	" جلالی	۸۲
۱۲۵	" تحفہ اثنا عشریہ	۲۱۴
	مناظرہ	
۱۲۶	صاحب رشیدیہ	۲۱۵
	تصوف	
۱۲۷	صاحب رسالہ قشیریہ	۲۱۶
۱۲۸	" تمہید	۲۱۷
۱۲۹	" تعلیم المتعلم	۲۱۸
۱۳۰	" عوارف المعارف	۲۱۹
۱۳۱	" فصوص الحکم	۲۲۲
	تجوید	
۱۳۲	صاحب معرفۃ التجوید	۲۲۴
۱۳۳	" ضیاء القراۃ	۲۲۶
۱۳۴	" جمال القرآن ع (حضرت تھانوی)	۲۳۱
۱۳۵	" ہدیۃ الوحید	۲۳۶

نمبر شمار	تذکرہ	نمبر صفحہ
١٣٦	صاحب فوائد بکیہ	٢٢٩
١٣٧	" مقدمۃ الجزریہ	٢٣١
١٣٨	" قصیدہ لامیہ (شاطبیہ)	٢٣٤
١٣٩	" تیسیر	٢٤٧
	اصول فقہ	
١٤٠	صاحب المنار	٢٤٩
١٤١	" اصول (بزدوی)	٢٥٢
١٤٢	" حصول المامول	٢٥٤
١٤٣	" اصول الشاشی	٢٥٦
١٤٤	" منہاج الاصول	٢٧
١٤٥	" نور الانوار	٢٥٨
١٤٦	" توضیح	٢٦٢
١٤٧	" حسامی	٢٦٠
١٤٨	" تلویح	٦١
١٤٩	" شرح وقایہ و نقایہ	٢٦٢
١٥٠	**فقہ**	
	صاحب مسلم الثبوت	٦٦
١٥١	" مالابد منہ	٢٦٦
١٥٢	" نور الایضاح	٢٦٩
١٥٣	" مختصر القدوری	٢٧١
١٥٤	" منیۃ المصلی	٢٧٤
١٥٥	" شرح نقایہ	٢٧٥
١٥٦	" کنز الدقائق	٢٧٩
١٥٧	" ہدایہ	٢٧٨

نمبر شمار	تذکرہ	نمبر صفحہ
١٥٨	صاحب جوہرہ نیرہ	٢٨٣
١٥٩	" در مختار	٢٨٤
١٦٠	" رسم المفتی و شامی	٢٨٦
١٦١	" بدایۃ المجتہد	٢٨٨
١٦٢	" سراجی	٢٩١
	اصول حدیث	
١٦٣	صاحب مقدمہ مشکوٰۃ	٢٩٢
١٦٤	" شرح نخبۃ الفکر	٢٩٥
١٦٥	" مقدمہ (ابن الصلاح)	٢٩٩
	حدیث	
١٦٦	صاحب زاد الطالبین	٣٠٢
١٦٧	" بلوغ المرام	٣٩٥
١٦٨	" ریاض الصالحین	٣٠٥
١٦٩	" مشارق الانوار	٣٠٨
١٧٠	" مشکوٰۃ المصابیح	٣١٠
١٧١	" مصابیح السنۃ	٣١٢
١٧٢	" موطا (امام محمد)	٣١٥
١٧٣	" موطا (امام مالک)	٣١٩
١٧٤	" جامع (ترمذی)	٣٢٤
١٧٥	" شرح معانی الآثار (طحاوی)	٣٢٧
١٧٦	" السنن (ابن ماجہ)	٣٣٣
١٧٧	" السنن الکبریٰ (نسائی)	٣٣٥
١٧٨	" السنن (ابوداؤد)	٣٣٨

نمبر شمار	تذکرہ	نمبر صفحہ	نمبر شمار	تذکرہ	نمبر صفحہ
۱۷۹	صاحب صحیح مسلم	۲۴۲	۱۸۵	صاحب تفسیر کبیر	۱۰۱
۸۰	" الصحیح البخاری	۳۴۶	۱۸۶	" تفسیر جلالین دسیوطی	۱۸۱
	تفسیر		۱۸۷	" مدارک التنزیل	۲۴۹
۱۸۱	صاحب جلالین (محلی)	۳۵۷		**اصول تفسیر**	
۱۸۲	" تفسیر بیضاوی	۳۷	۱۸۹	" اتقان	۱۸۱
۱۸۳	" تفسیر ابن کثیر	۳۵۹	۱۹۰	" الفوز الکبیر	۹۸
۱۸۴	" کشاف	۲۹			



صاحب علم الصرف وعلم النحو

مشتاق احمد چرتھاولی

(م ۱۹۵۴ء)

آپ حکیم شفیق احمد صاحب کے بڑے بھائی تھے۔ چرتھاول ضلع مظفر نگر کے رہنے والے تھے۔ اسی طرف منسوب ہو کر چرتھاولی کہلاتے ہیں۔ آپ نے عربی درسی کتابیں مولانا نظام الدین کیرانوی سے پڑھیں۔ اخیر میں اجمیر چلے گئے اور وہیں سے فارغ ہو کر دستار فضیلت حاصل کی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد دہلی میں قیام کیا وہاں چند کتابیں "سرسید کا اسلام" اور "کالج کا اسلام" وغیرہ تصنیف کیں۔ اس کے بعد احمد آباد تشریف لے گئے وہاں افسانہ "عبرت" لکھا۔ پھر رنگون گئے اور وہاں صدر مدرسی کی۔ پھر دہلی میں آئے اور یہاں رہ کر عربی اور فارسی کا جدید اور سہل ترین نصاب موجودہ زمانہ کی رعایت کرتے ہوئے تیار کیا۔ اور اسی سلسلہ کی فارسی اور عربی میں بہت سی کتابیں لکھیں۔ اسی جگہ فن صرف میں علم الصرف اور نحو میں علم النحو اور ادب میں روضۃ الادب لکھی۔ یہ سب کتابیں ابتدائی عربی پڑھنے والوں کیلئے لکھی ہیں۔ اور ماشاء اللہ مبتدی کے ذہن و سمجھ کی پوری رعایت کرتے ہوئے ان کو لکھا ہے۔ چنانچہ ان کے سہل ہونے کے پیش نظر بعض مدارس میں وہ داخل درس ہیں۔

یہ صرف و نحو کی دونوں کتابیں اس حیثیت سے بہت مفید ہیں کہ مولانا نے عربی گرامر یعنی صرف و نحو کو اردو زبان میں لکھا ہے جو مبتدی کیلئے بیحد مفید ہے کیونکہ درس نظامی میں عربی صرف و نحو کی جس قدر ابتدائی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، وہ سب فارسی زبان میں ہیں۔ اور آجکل طلبہ عام طور سے فارسی زبان نہیں جانتے یا پڑھتے بھی ہیں تو بہت کم۔ اور کسی دوسری نئی زبان کے قواعد کا پڑھنا فی نفسہ خود بہت دشوار ہوتا ہے اسپر مزید دشواری طلباء کو یہ ہوتی ہے کہ انہیں وہ قواعد فارسی زبان میں پڑھنا ہوتے ہیں۔ اور فارسی زبان نہ جاننے یا کم جاننے کی وجہ سے انہیں ڈبل دہری دشواری میں آجاتی ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طلباء اکثر و بیشتر اصل قواعد ہی سے بے بہرہ رہتے ہیں۔

دہلی کے بعد آپ دیوبند آئے۔ اور وہاں "اشاعت الادب" کے نام سے ایک کتبخانہ جاری کیا اور ماشاء اللہ کتب خانہ خوب چلتا رہا اور کافی ترقی کرلی پھر اسی اثناء میں ۱۹۶۲ء میں آپ کا انتقال ہوگیا انتقال کے کچھ روز بعد دو شخصوں نے وہ کتب خانہ ٹھیکہ پر لے لیا۔ جو آجکل مدنی کتب خانہ کے نام سے موسوم ہے۔

مولانا کے کل تین بھائی تھے، ایک رشید احمد جو پاکستان میں انتقال فرما گئے دوسرے حافظ اشفاق احمد جو مولانا کے تین سال بعد مقام چرتھاول میں انتقال کر گئے۔ تیسرے حکیم قاضی شفیق احمد ہیں جو ابھی حیات ہیں۔ اور آجکل غازی آباد میں مطب کررہے ہیں۔ اور بڑی مسجد کے امام بھی ہیں۔ آپ کی ایک لڑکی بھی ہے جو آپ کے انتقال کے کچھ روز بعد پیدا ہوئی تھی۔ وہ آج بھی حیات ہے اور دیوبند میں موجود ہے۔

صاحب کتاب الصرف و کتاب النحو

حافظ عبدالرحمٰن امرتسری

۱۲۵۶ھ / ۱۸۴۰ء — ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء

حافظ عبدالرحمٰن سیاح مولوی حافظ عمرالدین ہوشیارپوری کے بیٹے تھے جو ۱۹۰۹ء سے قبل امرتسر میں فوت ہوگئے۔ امرتسر (پنجاب) کے باشندے تھے اسلئے آپکو امرتسری کہتے ہیں اور چونکہ آپنے بلاد اسلامیہ اور بہت سے دیگر ممالک کی کافی سیاحت کی ہے اسلئے سیاح کیساتھ مشہور و معروف ہیں۔ آپ مسلک کے اعتبار سے غیر مقلد (اہلحدیث) تھے۔ آپ ۱۲۵۶ھ مطابق ۱۸۴۰ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔ آپ کو ۱۸۹۰ء سے دنیا کی سیر و سیاحت کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ سیاحت کا یہ سلسلہ گیارہ برس تک جاری رہا اور اس مدت میں آپنے ہندوستان، عرب۔ عراق۔ الجزائر شام۔ استنبول۔ بیت المقدس۔ مصر۔ طرابلس۔ تونس۔ الجزیرہ۔ مراکو۔ اندلس انگلستان۔ فرانس۔ دومۃ الکبریٰ۔ سسلی۔ مالٹا۔ اور بلاد عرب کی سیر کی۔

پہلا سفر آپکا ۱۸۹۰ء میں بحیرۂ قلزم کے راستہ سے قاہرہ کی جانب ہوا۔ یہ سفر مصر۔ شام اور اسلامی دارالخلافہ قسطنطنیہ تک محدود رہا۔ اور دو سال کے بعد واپسی ہوئی اس دو سال کی مدت میں عربی علم ادب اور عرب کی تاریخ میں اچھی خاصی مہارت حاصل کرلی۔ جامع ازہر کے اساتذہ اور اُن کے علاوہ مختلف شہروں کے

علماء سے استفادہ کا موقع ملا۔ اس سفر کے بعد آپ نے کتاب الصرف اور کتاب النحو لکھی جو عربی گرامر کے لحاظ سے نہایت جامع ہے۔ آپ نے یہ دونوں کتابیں اُردو زبان میں لکھی ہیں اور قابل تعریف بات یہ ہے کہ عربی کے قواعد میں صرف و نحو کی جس قدر کتابیں عربی یا فارسی زبان میں مبتدیوں کو پڑھائی جاتی ہیں ان سب کے مسائل کا احاطہ کیا ہے حتیٰ کہ کتب مطولہ کے علاوہ بعض ان کتابوں کے مسائل بھی آپ نے درج کئے ہیں جو عام طور سے پڑھی پڑھائی نہیں جاتی ہیں۔ بہر حال یہ دونوں کتابیں اپنی افادیت کے لحاظ سے بہت کامیاب ہیں اسلئے بعض مدارس میں شامل نصاب کی گئی ہیں۔ علاوہ ان دونوں کتابوں کے آپ نے اسی زمانہ میں سفرنامہ بلاد اسلامیہ بھی لکھا۔ اور شائع کیا۔ جو قوم میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا۔

دوسرا سفر سنہ ۱۹۰۵ء میں خلیج فارس کے راستہ سے بغداد و دیار بکر اور حلب وغیرہ کی جانب ہوا جسمیں آبل۔ نینوی۔ بعلبک۔ پھر وہاں سے بیروت۔ بیروت سے مصر اور وہاں سے افریقہ ہوتے ہوئے یورپ کی سیر کی۔ اور واپسی پر سنہ ۱۹۰۶ء میں فریضۂ حج کی ادائیگی کا شرف حاصل ہوا۔

سنہ ۱۹۰۱ء میں ہندوستان کے تمام صوبوں کی سیاحت کی اور اپنی سابقہ معلومات آپ نے تازہ کیں۔ یہ سفر ہندوستان کا سفرنامہ مرتب کرنے کے سلسلہ میں، آپ نے حکومت کی طرف سے کیا تھا جسمیں حکومت نے آپ کے ساتھ بہت مراعات کیں۔ آپ جہاں کہیں جاتے آپ کو حکومت کی طرف سے ایک خادم اور سکنڈ کلاس کا ٹکٹ عطا کیا جاتا تھا غرض اس امتیازی شان کے ساتھ آپ نے ہندوستان کی سیاحت کرکے سیاحت

ہند" لکھی۔ جس پر آپ چار سو روپے انعام ملے تھے۔

علاوہ ان کتابوں کے آپ کی تالیفات میں عربی ناول چال دو حصوں میں الصدیق۔ المرتضیٰ۔ اور ترقیات عرب آپ کی علمی یادگاریں ہیں۔ آپ ۱۳۲۹ھ میں سنیچر کے دن، مطابق ۲۷ اکتوبر ۱۹۱۱ء یکایک قلب پر فالج گرنے سے انتقال فرما گئے۔

(ماخوذ از سیاحت ہند وغیرہ)

صاحب میزان الصرف وہدایۃ النحو

سراج الدین عثمان اودھی

(م ۷۵۸ھ)

نام نامی عثمان۔ لقب سراج الدین۔ ریاست اودھ کے باشندے تھے اسلئے اودھی کہلاتے ہیں۔ آپ بڑے زبردست ولی اور صاحب ریاضت تھے۔ چشتیہ مشائخ میں آپکا شمار ہوتا ہے عنفوان شباب میں آپ دہلی تشریف لیگئے۔ اور وہاں شیخ نظام الدین محمد بدایونی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صورت وسیرت ہر دو لحاظ سے اچھے تھے لیکن چونکہ علم سے اسوقت کورے تھے اسلئے شیخ موصوف نے آپ کا یہ حال سن کر اظہار افسوس کیا اور فرمایا "جاہل آدمی شیطان کا کھلونا ہوا کرتا ہے۔ شیطان جب چاہتا ہے اس سے کھیلتا رہتا ہے۔" (نزہۃ الخواطر ج ۲ ص۸۰)

یہ سن کر آپ غیاث پور مولانا فخر الدین زرادی کی خدمت میں تحصیل علم کی غرض سے حاضر ہوئے۔ مولانا نے آپ کے واسطے فن صرف میں ایک مختصر رسالہ "عثمانیہ" کے نام سے لکھا۔ اس کے بعد آپ ان سے پڑھنے لگے۔ مولانا بھی نہایت محنت اور جانفشانی کے ساتھ انھیں پڑھاتے رہے۔ پھر آپ شیخ رکن الدین اندرپتی کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ اور اُن سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ چنانچہ ان سے کافیہ لابن حاجب مفصل للزمخشری۔ قدوری اور مجمع البحرین پڑھی۔ غرض کہ آپ اس طرح پڑھتے رہے کہ اس

اثنا میں شیخ نظام الدین محمد بدایونی انتقال کر گئے۔ اور ان کے انتقال کے بعد بھی تین سال تک پڑھتے رہے۔ (نزہۃ الخواطر۔ جلد ۲۔ صفحہ ۷۷)

جب علوم اور فنون میں کامل مہارت حاصل کر لی اور فتوے نویسی اور تدریس میں کمال پیدا کر لیا تو بنگال کا سفر کیا۔ اللہ تعالے نے آپ کو ولایت کے ایسے کامل درجے پر فائز کیا تھا کہ اس سے بڑھ کر ولایت کا درجہ متصور نہیں ہو سکتا تھا۔ آپ کی ذات سے بیشمار بندگان خدا کو ہدایت ملی۔ اور آپ کا سلسلۂ طریقت ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پھیلا ہوا ہے۔ آپ کی بزرگی کے آثار میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگ آپ کے ذکر سے برکت حاصل کرتے ہیں۔ (نزہۃ الخواطر جلد ۲۔ ۷۷)

میزان الصرف جو عربی پڑھنے والوں کو سب سے پہلے پڑھائی جاتی ہے آپ ہی کی تصنیف ہے۔ چونکہ آپ اہل دل تھے۔ اسلئے آپ کی اس مختصر سی کتاب کے پڑھنے والوں پر عجیب و غریب اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جو صرف کی اور دوسری کتابوں میں نظر نہیں آتے۔ یہی وجہ ہے کہ میرے ایک اُستاد نے مجھے اس کتاب کے پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ کہ "میزان ضرور پڑھانا۔ وہ بہت بڑے بزرگ کی لکھی ہوئی ہے"۔

صاحب سراج الدین فرماتے ہیں میزان الصرف وجیہ الدین عثمان بن الحسین کی تصنیف ہے۔ اور صاحب تعداد العلوم علے حسب المفہوم نے تصریح کی ہے کہ یہ سراج الدین عثمان الاودی کی تصنیف ہے جمہور علماء نے اسکو ترجیح دی ہے۔ چنانچہ مجھے ہدایت النحو کا ایک بہت پرانا نسخہ ملا۔ اس کے ٹائیٹل پر ہدایت النحو کے بعد باقاعدہ مصنف کا نام، سراج الدین اودھی لکھا ہوا تھا۔ اور آپ کے نام کے آگے مصنف میزان بھی لکھا ہوا ہے۔

میزان الصرف چند ورق کی کتاب ہے۔ لیکن اس درجہ مقبول اور متداول ہے کہ تقریباً تمام مدارس عربیہ میں مبتدی کو یہ کتاب پڑھائی جاتی ہے علاوہ ازیں اس کی بہت سی شرحیں لکھی گئیں۔ جیسے مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی کی التبیان۔ شیخ رحمت اللہ ابن نور اللہ لکھنوی کی ہدایت الصبیان۔ مولوی احمد اللہ بن اسد اللہ قرشی کی الایمان اور مولوی وارث علی دہلوی اور شیخ محمد علیم ابن موسیٰ الہ آبادی نے بھی اسکی شرح لکھی ہے (الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند ص۲۴)

شیخ سراج الدین نے ۸۰۰ھ میں وفات پائی۔ (نزہۃ الخواطر ۲ ص۳)

صاحب منشعب
شیخ حمزہ بدایونی

مولانا عبدالحی حسنی رح نے "الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند" میں تصریح کی ہے کہ "منشعب" جو صرف کا ایک چھوٹا سا رسالہ ہے اور میزان الصرف کیساتھ ملحق ہے آپ ہی کا تصنیف کیا ہوا ہے۔ لیکن بہت تلاش و جستجو کے باوجود ہمیں کہیں آپ کا تذکرہ نہ مل سکا۔ یہ بھی نہ معلوم ہو سکا کہ آپ کس صدی کے بزرگوں میں تھے۔

صاحب صرف میر ونحو میر وصغریٰ وکبریٰ
وشرح مائۃ عامل وشرح مواقف

سید شریف جرجانی

نام علی بن محمد بن علی، سید شریف جرجانی کے ساتھ مشہور ہوئے۔ ۲۲ر شعبان ۷۴۰ھ میں شہر جرجان میں پیدا ہوئے۔ (الفوائد البہیہ ص۱۲۵)

بچپن ہی میں عربی پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ اور اپنی غیر معمولی ذہانت کی بنا پر عربی میں بچپن ہی میں کافی استعداد بہم پہونچالی۔ اسکا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ کافیہ کی شرح وافیہ پر آپ نے بچپن ہی میں تعلیقات لکھیں (الفوائد)

آپ بڑے زبردست عالم گزرے ہیں۔ اور علمی حلقوں میں بہت مشہور ومعروف ہیں۔ علامہ فرنگی محلی آپ کی جلالت شان ان وقیع الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

عالم نحریر فذ حاز قصبا السبق فی التحریر فصیح العبارۃ دقیق الاشارۃ نظار فارس فی بحث والجدل (الفوائد ص۱۲۵)

آپ ایک زبردست عالم تھے۔ تحریر میں سب پر فوقیت لے گئے۔ فصیح عبارت لکھنے والے لطیف اشارہ کرنے والے صاحب فکر ونظر اور مباحثہ ومناظرہ کے میدان میں بہترین گھوڑے دوڑانے والے تھے۔

فقہ اور دیگر فنون شرعیہ آپ نے اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی صاحب عنایہ سے

پڑھے اور محمود بن اسرائیل یعنی ابن قاضی ساوہ اور الحاج پاشا صاحب التسہیل آپ کے ہم سبق تھے (۲)

علم تصوف آپ نے خواجہ علاء الدین محمد بن محمد عطار بخاری خلیفہ شیخ بہاء الدین نقشبندی سے حاصل کیا۔ ان کے بارے میں آپ فرماتے تھے "میں جبتک عطار بخاری کی صحبت سے مشرف نہیں ہوا تھا۔ اس وقت تک میں نے خدا کو جیسا چاہیئے نہیں پہچانا تھا۔ (حدائق الحنفیہ ص۳۱۲)

بیان کیا جاتا ہے کہ شرح مطالع اور قطبی پڑھنے کے لئے خود مصنف کتاب علامہ قطب الدین محمد رازی کے یہاں ہرات گئے۔ اسوقت علامہ رازی کی عمر ایک سو بیس برس کی تھی۔ بڑھاپے کی وجہ سے ابرو آنکھوں پر لٹک آئے تھے اور انتہائی ضعیف اور کمزور ہو گئے تھے۔ سید شریف کو دیکھا کہ علم منطق میں آپ کی فکر ونظر برق کی طرح چمک رہی ہے۔ لہذا انہوں نے آپ کو اپنے شاگرد مبارک شاہ منطقی کے یہاں بھیجدیا۔ جو فن منطق میں بڑے ماہر تھے۔ اور مصر میں رہا کرتے تھے چنانچہ سید شریف مصر کی طرف روانہ ہوئے (الفوائد ص۱۲۵-۱۲۶)

راستہ میں جمال الدین محمد بن محمد اقسرائی (جو فن طب میں الموجز کے شارح ہیں) کی شہرت سنی تو ان کے یہاں یعنی کرمان چل دیئے لیکن آپ راستہ ہی میں تھے کہ ان کے انتقال کی خبر لی۔ پھر حسب سابق مصر کی طرف کوچ کیا۔ اور مبارک شاہ سے ملاقات کی۔ انہوں نے کہا میں اپنی عدیم الفرصتی کی بنا پر آپ کو مستقل طور پر سبق نہیں دے سکتا۔ میں پڑھاتا ہوں آپ بیٹھ کر سماعت کرلیا کیجئے۔ مصر کے امراء میں سے کسی کا

ایک لڑکا مبارک شاہ کے یہاں شرح مطالع پڑھ رہا تھا۔ آپ بھی اُسی کے ساتھ بیٹھ کر سماعت کرنے لگے (۵۰)

ایک شب کا ذکر ہے کہ مبارک شاہ مدرسہ کے صحن میں ٹہل رہے تھے اس وقت سید شریف اپنے کمرہ میں یہ کہہ رہے تھے۔ شارح کا یہ قول ہے اور اُستاد نے یہ بتایا ہے۔ اور میں یہ کہتا ہوں اور پھر اور بھی بہت سی لطیف باتیں کہیں۔ مبارک شاہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ اور خوشی میں رقص کرنے لگے۔ اور سید شریف کو مستقل سبق پڑھنے اور کلام کرنے کی اجازت دیدی (الفوائد ص۵۲)

غرضیکہ اسطرح آپ نے علم میں تکمیل کر کے اپنے دور میں سب پر فوقیت حاصل کی۔ چنانچہ علامہ فرنگی محلی لکھتے ہیں۔

فبلغ الشریف رتبۃ الکمال وفاق	سید شریف درجہ کمال کو ہو پہنچ گئے اور اپنے
الاقران والامثال حتیٰ ارتفع شانہ	اقران و امثال پر فوقیت لے گئے۔ یہاں تک کہ
وقوی سلطانہ (الفوائد ص۲)	آپکی شان بلند اور آپکا پایہ بہت اونچا ہو گیا

پھر شیراز میں جا کر دس برس تک درس و تدریس میں مشغول رہے وہاں سے سمرقند گئے اور وہاں بھی درس و تدریس کا کام انجام دیا ان دنوں علامہ تفتازانی تیمور لنگ کے یہاں صدر الصدور تھے لیکن تیمور سید شریف کو انپر ترجیح دیتا تھا بالآخر ۷۹۱ھ میں دونوں میں کشاف کی عبارت زیادت اولئک علی ھدی من ربھم استعارہ تبعیہ اور تمثیلیہ کے اجتماع کے بارے میں مناظرہ ہوا اور نعمان الدین خوارزمی معتزلی نے جو حکم تھا سید شریف کی رائے کو ترجیح دی جسکی وجہ سے انکی بہت شہرت ہوئی۔ اور تفتازانی کو اسقدر صدمہ ہوا کہ اسی غم میں ۷۹۲ھ میں فوت ہو گئے جب تیمور مر گیا تو میر سید شریف شیراز واپس آ گئے اور اسی جگہ چہارشنبہ کے روز ۶ ربیع الاول ۸۱۶ھ میں فوت ہوئے۔ مشہور ازینا تاریخ وفات ہے۔ آپ کی تصانیف پچاس سے متجاوز ہیں۔ (حدائق الحنفیہ ص۳۱۲)

صاحب پنج گنج و دستور المبتدی

شیخ صفی رُدَولوی

(م ۹۱۹ھ)

نام صفی الدین بن نصیر الدین بن نظام الدین تھا۔ آپ امام اعظم ابو حنیفہ کی نسل سے تھے۔ آپ کے دادا شیخ نظام الدین دہلی تشریف لائے اور وہاں مدت دراز تک قیام کیا پھر وہاں سے جونپور چلے گئے۔

شیخ صفی الدین قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے نواسہ ہوتے تھے۔ اور قاضی موصوف اپنے دور کے علم و حکمت میں ایسے زبردست عالم تھے کہ نوادر روزگار علماء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ شیخ صفی نے اپنے نانا سے تعلیم پائی اور شیخ اشرف بن ابراہیم سمنانی رح سے علم تصوف و سلوک حاصل کیا۔

شیخ سمنانی رح آپ کے بارہ میں فرماتے تھے۔

ماراَیت فی بلاد الھند من یتحلّی لغرائب الفنون و عجائب الشئون غیر الصفی	شیخ صفی کے علاوہ ہندوستان میں میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو نادر فنون اور عجیب و غریب اُمور کیساتھ آراستہ ہو۔
(نزہۃ الخواطر ص۹ جلد ۲)	

آپ نے کئی کتابیں تالیف فرمائیں جن میں سے صرف میں پنج گنج اور دستور المبتدی بہت مشہور و معروف ہیں۔ یہ دونوں کتابیں مدارس عربیہ میں شامل نصاب ہیں۔ یہ دونوں

آپ نے اپنے لڑکے اسماعیل کیلئے لکھی تھیں۔ ان کے علاوہ آپ کی سب سے مشہور تصنیف کافیہ کی شرح ہے جسکا نام غایۃ التحقیق ہے۔

صاحب کشف الظنون نے اسکا تعارف کراتے ہوئے یوں تحریر فرمایا ہے کہ کافیہ کے جس قدر شروح و حواشی لکھے گئے ہیں اُن میں سب سے اتم اور اکمل اور مفید تر شیخ شہاب الدین احمد بن عمر دولت آبادی کی شرح ہندی ہے (نزہۃ الخواطر ص۴۹ جلد ۳)

یہی وہ شرح ہے جس کو سامنے رکھ کر شیخ صفی الدین نے کافیہ کی شرح لکھی ہے۔ چنانچہ انھوں نے زیادہ تر اس کتاب کے فوائد ذکر کئے ہیں۔ صاحب کشف الظنون کے علاوہ دیگر شراح نے بھی اس شرح کی تعریف و توصیف بیان کی ہے اور مصنف کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ (۰)

آپ نے ۲۲ ذوالقعدہ ۸۴۹ھ میں وفات پائی۔

(نزہۃ الخواطر ج۳ ص۹)

صاحب علم الصیغہ:

مفتی عنایت احمد

۱۲۲۸ھ ۔ ۱۲۷۹ھ

آپ اپنے وطن دیوہ ضلع بارہ بنکی میں ۹ شوال ۱۲۲۸ھ میں پیدا ہوئے۔ تیرہ برس کی عمر میں رام پور جا کر مولوی سید محمد صاحب بریلوی سے صرف و نحو اور مولوی حیدر علی ٹونکی و مولوی نور الاسلام سے دیگر درسی کتابیں پڑھیں۔ وہاں سے دہلی گئے اور شاہ اسحق رح سے حدیث پڑھی۔ دہلی سے علی گڑھ آئے اور مولوی بزرگ علی صاحب سے فن ریاضی کی تکمیل کی۔ اس کے بعد یہیں مدرس ہو گئے پھر ایک سال کے بعد مفتی و منصف کے عہدہ پر علی گڑھ میں تقرر ہو گیا۔ (اُستاذ العلماء ص)

۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کے بعد بغاوت کے الزام میں ۱۲۷۴ھ میں جزیرۂ انڈمان بھیج دیئے گئے اور وہاں چار برس رہے۔ آپ کے ساتھ کچھ اکابر علماء بھی بھیجے گئے کہ اس چار سال کی مدت میں یہ بدنام جزیرہ علم کا گہوارہ بنا ہوا تھا۔ جیسے مولانا فضل حق خیرآبادی اور مولانا مفتی مظہر کریم وغیرہ۔ یہ حضرات اپنی غریب الوطنی کے باوجود وہاں علمی خدمت میں مصروف ہو گئے۔

علامہ خیرآبادی کے ذہن و فکر اور غیر معمولی صلاحیت کے متعدد نتائج وجود پذیر ہوئے۔ مفتی مظہر کریم صاحب نے مراصد الاطلاع کا عربی سے اردو میں ترجمہ کیا۔

مفتی عنایت احمد صاحب نے قرآن پاک حفظ کیا۔ اور سیرت میں تواریخ حبیب الہٰ لکھی۔ یہ کتاب حکیم امیر خاں کی فرمائش پر لکھی تھی۔ جو ان دنوں انڈمان میں سرکاری ڈاکٹر تھے۔ اور آپ کے بڑے مونس و غمخوار تھے۔ جیسا کہ آپ نے اس کے دیباچہ میں لکھا ہے۔ یہ کتاب آپ نے محض اپنی یادداشت پر لکھی تھی۔ وہاں سے واپس آکر جب سیر و حدیث کی کتابوں سے مقابلہ کیا تو آپ کا حافظہ بہت صحیح ثابت ہوا۔

ایک انگریز نے تقویم البلدان کے ترجمہ کی فرمائش کی۔ آپ نے اسے دو برس میں مکمل کیا۔ یہی ترجمہ آپ کی رہائی کا سبب بنا۔ اسی جگہ آپ نے درس نظامی میں صرف کی مشہور کتاب علم الصیغہ بھی تصنیف کی۔

۱۲۷۷ھ میں جزیرۂ انڈمان سے رہائی پائی۔ اور کاکوری تشریف لائے آپکے شاگرد رشید مولوی لطف اللہ صاحب ملاقات کے لئے آئے۔ اور آپ کی رہائی پر یہ تاریخ پیش کی۔

چوں بفضل خالق ارض و سما — اوستادم شد ز قید غم رہا
بہر تاریخ خلاص آنجناب — بر نوشتم اِنَّ اُسْتَاذِی نَجَا

۱۲۷۷ھ

مذکورۂ بالا تصانیف کے علاوہ آپ نے شرح ہدایہ الحکمۃ۔ تصدیقات حمد اللہ اور شرح چغمینی پر حواشی لکھے ہیں ایک کتاب ہیئت جدیدہ (فیثاغورسی) پر لکھی اور اسکا نام مواقع النجوم رکھا۔ فن ہیئت کے ماہر بعض انگریزوں نے اسے بہت پسند کیا۔ اور ایک کتاب عربی میں بے نقط عوام العلوم و اسرار العلوم کے نام سے تالیف کی۔ اسمیں چالیس علوم

کا خلاصہ لکھنا پیش نظر تھا۔ مگر یہ کتاب نامکمل رہی۔

آپ نے مستقل قیام کانپور میں فرمایا۔ مدرسہ فیض عام کی بنیاد ڈالی۔ اسمیں خود بھی ۲۵ یا ۳۰ روپے ماہوار پر درس دیتے رہے۔ دو برس بعد حج کا ارادہ کیا اپنے شاگردوں میں سے مولوی سید حسین شاہ صاحب کو مدرس اوّل اور مولوی لطف اللہ کو مدرس دوم مقرر فرما کر حج کیلئے روانہ ہو گئے۔

اس زمانہ میں جہاز بادبانی تھے۔ جدہ کے قریب پہونچکر جہاز ایک پہاڑ سے ٹکرا کر ڈوب گیا۔ یہ حادثہ ۷ شوال ۱۲۷۹ھ کا ہے۔ آپ بھی احرام باندھے ہوئے بحالت نماز غریق و شہید ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(اُستاذ العلماء حبیب الرحمٰن خاں شیروانی)
(صفحہ ۲ تا صفحہ ۱۲)

۱

صاحب فصول اکبری

قاضی علی اکبر الہ آبادی

(م ۱۰۹۰ھ)

نام علی اکبر. الہ آباد کے باشندے تھے. فصول اکبری جو کہ کتب درسیہ میں فن صرف کی مشہور و معروف کتاب ہے. آپ اس کے مصنف ہیں. فقہ، اصول اور عربیت میں بڑی مہارت رکھتے تھے. وزیر سعد اللہ خاں نے آپ کو اپنے بیٹے لطف اللہ کا معلم بنالیا اور کافی مدت تک آپ اُن کے صاحبزادے کو تعلیم دیتے رہے. اس مدت میں آپ کو وزیر موصوف نے اپنا مقرب بنالیا تھا.

جب لطف اللہ نے معتدبہ مقدار علوم و معرفت کی حاصل کرلی تو عالمگیر نے اپنے بیٹے محمد اعظم کا معلم اور اتالیق بنا کر رکھا. جب عالم گیر نے آپ کی علمی مہارت اور زہد و تقوی کو دیکھا تو بہت متاثر ہوا اور آپ کو شہر لاہور کا قاضی بنا دیا. اور آپ تاحیات اس منصب پر قائم رہے

آپ شریعت کے بہت پابند، نہایت پاکیزہ سیرت. بارعب و باوقار اور بلند گام تھے. قضا کے زمانہ میں بھی اُمور شرعیہ کا پورا لحاظ کرتے تھے. حدود اور تعزیرات کے جاری کرنے میں کسی کی بیجا رعایت نہ کرتے جس کام کا عزم کرلیتے اُسے ضرور کر گزرتے (نزہۃ الخواطر ج ۵) اس حق پسندی پر اُمراء آپ سے ناراض رہتے. لیکن عالمگیر کی ہیبت کچھ کہنے سے مانع ہوتی. پھر جب

امیر قوام الدین لاہور کے قاضی بنائے گئے۔ تو انہوں نے نظام الدین نامی کو آپ کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ وہ بہت سے کانسٹیبل لیکر آپ کی طرف بڑھا اور آپ کو گھیر کر قتل کر دیا۔ آپ کے ساتھ آپ کے بھانجے سید فاضل کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس روح فرسا واقعہ کو جب عالمگیر نے سنا تو انہوں نے فوراً امیر کو اور نظام الدین کو معزول کر دیا پھر نظام الدین کو آپ کے ورثاء کے حوالے کر دیا چنانچہ انہوں نے قصاص میں اسکو قتل کر دیا۔ اسکے بعد عالمگیر نے قاضی شیخ الاسلام ٹھٹی کو حکم دیا کہ امیر قوام الدین کے قضیہ کا فیصلہ کریں۔ اور شریعت کے مطابق کریں۔ لیکن آپ کے ورثاء نے امیر کو معاف کر دیا (نزہتہ الخواطر ۲۸۰ ج ۵)

آپ بڑے صاحب فضل و کمال تھے جس وقت فتاویٰ عالمگیری کی تدوین ہو رہی تھی تو اسکی نگرانی کرنے والوں میں ایک آپ بھی تھے۔ آپ نے فصول اکبری کے علاوہ ایک کتاب اصول اکبری کے نام سے بھی لکھی۔ یہ بھی فن صرف میں ہے۔ آپ نے اس کی شرح بھی عربی زبان میں لکھی ہے۔

آپ کے قتل کا واقعہ ۱۰۹۰ھ میں پیش آیا۔

(نزہتہ الخواطر ۲۸۲ ج ۵)

صاحب شذ العرف

احمد الحملاوی

م ۱۳۵۱ھ
۱۹۳۲ء

شیخ احمد الحملاوی دار العلوم قاہرہ کے عربی زبان کے اُستاذ گزرے ہیں اور علماء ازہر میں باحیثیت تصور کئے جاتے ہیں۔ آپ نے فن صرف میں شذ العرف کے نام سے ایک رسالہ لکھا جو مبتدیوں کیلئے بہت مفید ہے۔ یہ کتاب بعض مدارس عربیہ میں داخل درس ہے۔ اُسکے علاوہ آپ نے ایک اور نہایت مفید کتاب لکھی۔ جو زہرۃ الربیع فی المعانی والبیان والبدیع کے نام سے مشہور و معروف ہے۔

آپ نے قاہرہ میں ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۲ء میں وفات پائی
(معجم المولفین ص ۲۱۲/۱)

صاحب مراح الارواح

احمد بن علی

نام احمد بن علی بن مسعود تھا۔ آپ کا تذکرہ کہیں نہ مل سکا۔ علامہ سیوطی اور طاشکبری زادہ نے بھی اپنی لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔

صاحب شافیہ وکافیہ

ابن حاجب

سنہ ۵۷۰ھ ... سنہ ۶۴۶ھ

عثمان بن عمر بن ابی بکر بن یونس۔ ابو عمرو کنیت۔ اور لقب جمال الدین تھا
چونکہ آپ کے والد امیر عز الدین موسک صلاحی کے یہاں دربان تھے جس کو عربی میں
حاجب کہتے ہیں اسلئے ابن حاجب کے ساتھ مشہور ہوئے (ابن خلکان ص۴۱۳ ج ۲)
سنہ ۵۷۰ھ کے آخر میں مصر میں صوبہ القوصیہ کے اسنا نامی ایک چھوٹے سے شہر
میں پیدا ہوئے۔ (" ص۴۱۳ جلد۲)

قاہرہ میں آپ نے قرآن کریم پڑھا۔ پھر امام مالک کے مذہب کے مطابق فقہ پڑھی
پھر دیگر علوم عربیہ اور قرأت وغیرہ پڑھی۔ اور ان تمام فنون میں ٹھوس استعداد حاصل کرلی
پھر دمشق گئے اور وہاں جامع دمشق میں رہ کر اپنے مالکی مسلک کے مطابق اس درجہ فقہ
میں مہارت حاصل کرلی کہ مرجع خلائق بن گئے۔ اور فقہ کے علاوہ دیگر فنون میں بھی تبحر
حاصل کیا۔ لیکن عربیت سے آپ کو غیر معمولی شغف تھا۔ (" ص۴۱۳ ج ۲)

ابن خلکان لکھتے ہیں کہ میرے پاس کئی بار ابن حاجب کے آنے کا اتفاق ہوا
میں نے اُن سے عربی زبان کے مشکل سے مشکل سوالات کئے۔ انہوں نے ان اہم اشکالات
کا نہایت سکون اور وقار کے ساتھ بہت معقول جواب دیا۔ (" ص۴۱۴ ج ۲)

میرے سوالات میں سے ایک سوال متنبی کے اس شعر کی بابت بھی تھا۔

لقد تصبرت حتی لات مصطبر — بلاشبہ میں نے بہت صبر کیا یہاں تک کہ

فالان أقحم حتی لات مقتحم — اب صبر کی قوت مجھ میں باقی نہ رہی پس اب میں جنگ کی ہلاکت میں اپنے آپ کو ڈالتا ہوں۔ پھر جنگ کی ضرورت نہ رہے گی۔

کہ لفظ مصطبر اور مقتحم کیوں مجرور ہے جبکہ لات حروف جر میں سے نہیں ہے۔ آپ نے نہایت بسط اور تفصیل کیساتھ نہایت عمدہ جواب دیا۔ ہم طوالت کے خیال سے یہاں ترک کرتے ہیں (")

آپ کو نحو میں اس درجہ عبور تھا کہ اپنی مختلف تصانیف میں نحو کے مسائل عام نحویوں کے خلاف لکھے ہیں۔ اور بعض عام قواعد پر ایسے ایسے اشکالات وارد کئے ہیں کہ اس کا جواب ممکن نہیں۔ (" ص ۴۱۲ ج ۲)

نحو میں مختصر مگر نہایت جامع متن "الکافیہ" آپ کی معرکۃ الآرا تصنیف ہے علماء نے اسکو بہت پسند کیا۔ چنانچہ آج عربی مدارس میں بڑے اہتمام کے ساتھ پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔ اور اسکی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اسکی چالیس سے زیادہ شرحیں لکھی جاچکی ہیں۔

اسی طرح صرف میں بھی ایک نہایت جامع متن "الشافیہ" کے نام سے لکھی ہے وہ بھی اپنے فن میں بے نظیر کتاب ہے۔ اور بارھویں صدی ہجری میں شامل نصاب رہی ہے (" ص ۴۱۳۔ ج ۲)

یہ دونوں کتابیں حقیقت میں نحو کی مستقل کتاب نہیں ہیں بلکہ یہ دونوں اپنے اپنے فن میں ایک مقدمہ ہیں آپ نے ان دونوں مقدموں کی شرحیں بھی لکھی ہیں۔

اصول فقہ میں بھی آپ نے ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ جو نہایت عمدہ اور نفیس تصنیف ہے۔ اسی مالکی مذہب پر فقہ میں بھی ایک مختصر کتاب تصنیف کی ہے۔ جو اپنے فن میں لاجواب ہے۔ (۲)

آپکی تصانیف کی عمدگی اور افادیت کے بارے میں ابن خلکان کہتے ہیں

وکل تصانیفہ فی نہایۃ الحسن والافادۃ آپ کے تصنیفات کل کے کل نہایت عمدہ اور مفید ہیں۔ (۲)

ایک جگہ آپکی ذکاوت اور ذہانت کی تعریف بایں الفاظ کرتے ہیں۔

وکان من احسن خلق اللہ ذھنا اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ روشن ذہن تھے۔ (ص۴۱۴ ج۲)

دمشق سے منتقل ہو کر پھر قاہرہ آ گئے۔ اور وہاں اقامت کی۔ آپکے پاس لوگوں کا جم غفیر رہا کرتا۔ پھر وہاں سے اسکندریہ گئے۔ اور وہیں تھوڑے دنوں کے بعد پنجشنبہ ۲۶ شوال ۶۴۶ھ میں وفات پائی۔ اور باب البحر کے باہر شیخ صالح ابن ابی اسامہ کی قبر کے پاس مدفون ہوئے۔ (ابن خلکان ص۴۱۴ ج۲)

صاحب اسباق النحو و تحفۃ الاعراب

حمید الدین فراہی

(۱۲۸۰ھ ۔ ۱۳۴۹ھ)

اعظم گڑھ سے دو اسٹیشن پہلے پھریہا نامی ایک گاؤں میں ۱۲۸۰ھ میں پیدا ہوئے اسی طرف منسوب ہو کر آپ فراہی کہے جاتے ہیں۔ علامہ شبلی نعمانی اور آپ میرے پھوپھیرے بھائی تھے۔ آپ کے والد مولوی عبد الکریم علامہ شبلی کے ماموں تھے۔ آپ کا اصل نام حمید الدین تھا۔ مگر آپ عربی التصانیف میں اپنا نام عبد الحمید لکھتے تھے۔ اور زیادہ تر المعلم عبد الحمید الفراہی لکھا کرتے تھے۔

پہلے آپ نے حفظ کیا۔ پھر فارسی کی ابتدائی کتابیں اسی ضلع کے ایک دیہات چتارا کے باشندے مولوی مہدی حسین صاحب سے پڑھیں۔ پھر عربی کی تعلیم اپنے بھائی علامہ شبلی نعمانی سے حاصل کی۔ اور متوسطات تک انہیں سے پڑھیں۔ پھر لکھنو گئے اور فرنگی محل میں مولانا عبد الحی فرنگی محلی سے پڑھا۔ وہاں سے لاہور گئے اور مولانا فیض الحسن سہارنپوری سے عربی ادب کی کتابیں پڑھیں۔ اسی زمانہ میں مولوی وحید الدین سلیم پانی پتی سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ اور ان سے ایسی دوستی ہوئی کہ آخر تک قائم رہی۔

۱۳۰۰ھ میں بیس برس کی عمر میں عربی تعلیم سے فارغ ہوئے اور عربی ادب میں ایسا غیر معمولی کمال حاصل کیا کہ اپنے اساتذہ پر بھی فوقیت لے گئے۔ اسکے بعد انگریزی تعلیم

حاصل کی پہلے کرنل گنج الہ آباد اسکول میں داخل ہوئے۔ پھر ایم اے او کالج علی گڑھ میں گئے۔ پھر الہ آباد یونیورسٹی سے بی۔اے کی سند حاصل کی۔ اسکے بعد ۱۹۰۹ء میں مدرسۃ الاسلام کراچی میں مدرس ہوگئے۔ پھر علی گڑھ کالج میں عربی تعلیم کے پروفیسر ہوگئے وہاں دو سال رہ کر الہ آباد یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ پھر ۱۹۱۴ء میں الہ آباد سے حیدرآباد دارالعلوم میں چلے گئے۔ وہاں ۱۹۱۹ء تک رہے۔ پھر اعظم گڑھ آگئے۔ اور اپنے وطن مالوف میں قیام فرمایا۔

۱۳۲۷ھ مطابق ۱۹۱۰ء میں اسی دیار کے ایک اہل دل بزرگ مولانا محمد شفیع صاحب مرحوم کی مخلصانہ تحریک پر قصبہ سرائے میر ضلع اعظم گڑھ کے قریب ایک جنگل میدان میں مدرسۃ الاصلاح کے نام سے عربی کی ایک درسگاہ قائم کی۔ یہ درسگاہ ہندوستان میں اپنے مخصوص طرز فکر کے اعتبار سے ایک بڑی حیثیت رکھتی ہے۔ آج بھی سینکڑوں طالبان علم اس درسگاہ میں مخصوص فکر کی تعلیم پاتے ہیں اور اپنی علمی پیاس بجھاتے ہیں۔ آپ کو تصنیف و تالیف کا شوق طالبعلمی کے زمانہ سے تھا۔

چنانچہ علامہ شبلی کی تاریخ "بدء الاسلام" کا ترجمہ فارسی میں کیا اور یہ ترجمہ طالب علمی ہی کے زمانہ میں چھپ بھی گیا۔ اسی طرح ابن سعد کا ایک ٹکڑا جو وفود نبی سے متعلق تھا۔ سرسید نے آپ سے اسکا ترجمہ فارسی میں کرا کے چھپوایا۔ کراچی میں ملازمت کے زمانہ میں آپ کا دیوان فارسی میں شائع ہوا۔

اس کے علاوہ آپ نے جمہرۃ البلاغۃ۔ اقسام القرآن۔ تفسیر سورۃ لہب

سورۂ قیامہ۔ سورۂ اخلاص۔ سورۂ تحریم۔ سورۂ فیل۔ الرای الصحیح فی من ہو الذبیح
اسباق النحو۔ تحفۃ الاعراب۔ اور امثال آصف الحکیم۔ تصنیف کیں۔ جن میں آخری
تینوں کتابیں مدرسۃ الاصلاح میں داخل درس ہیں۔

آپ نے سنہ ۱۳۴۹ھ میں وفات پائی۔

(ماخوذ از معارف اعظم گڑھ)

صاحب مأتہ عامل و دلائل الاعجاز واسرار البلاغۃ

عبد القاہر جرجانی

(م ۴۷۱ھ)

نام نامی عبد القاہر بن عبد الرحمن، جرجان کے رہنے والے تھے۔ اسلئے جرجانی کہے جاتے ہیں۔ آپ نحو کے مشہور امام تھے۔ اور فن نحو ابن اخت ابو علی فارسی سے پڑھا۔ اور امام النحو علامہ سیبویہ سے بھی شرف تلمذ حاصل ہوا۔

ملا طاشکبری زادہ آپ کی توصیف میں رقم طراز ہے۔

كان من كبار ائمة العربية و البيان شافعيا اشعريا (مفتاح السعادة ص۱۴۳ ج۱)

عربی دانی اور فصاحت وبلاغت کے بڑے اماموں میں تھے۔ اور مسلک کے لحاظ سے شافعی اور اشعری تھے۔

آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں سے معانی وبیان میں دلائل الاعجاز اور اسرار البلاغۃ بڑی معرکۃ الآرا تصنیف ہے۔ چنانچہ ان دونوں کتابوں کے متعلق حسب ذیل الفاظ میں تعریف کی گئی ہے۔

وهما الاية الكبرى واليد البيضاء في العلمين المذكورين واليهما

یہ دونوں بڑی نشانی ہیں اور دونوں علوم میں ید بیضا کی حیثیت رکھتی ہیں لہذا

ینتھی علم من تاخر فی ذہنک العلین لوگ سب آپ ہی کے خوشہ چین ہیں۔
اسی خصوصیت اور جامعیت کے پیش نظر یہ دونوں کتابیں مدرسہ عربیہ میں داخل درس ہیں۔

علاوہ ازیں نحو میں آپ نے ایک مختصر متن "العوامل المأۃ" کے نام سے لکھا ہے۔ جس کی شرح شرح مأۃ عامل عام طور پر مدارس میں پڑھی پڑھائی جاتی ہے
(" بغیۃ الوعاۃ ص۲۱۱)

آپ کے تصنیفات میں المغنی فی شرح الایضاح۔ المقتصد۔ اعجاز القرآن الکبیر، الصغیر۔ الجمل۔ العمدۃ فی التصریف وغیرہ قابل ذکر ہیں۔
آپ ۴۷۱ھ میں وفات پائی۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ۴۷۴ھ میں وفات پائی۔ واللہ اعلم

(بغیۃ الوعاۃ ص۲۱۱)

صاحب النحو الواضح والبلاغۃ الواضحۃ

علی الجارم

ابتداء ۱۲۹۹ھ ۱۸۸۱ء — انتہاء ۱۳۶۸ھ ۱۹۴۹ء

نام علی بن صالح بن عبد الفتاح الجارم تھا۔ مصر کے مشہور شاعر۔ ادیب انشاء پرداز۔ لغوی۔ نحوی۔ فصیح و بلیغ شخص گزرے ہیں۔ آپ مصر میں رشید نامی ایک مقام میں پیدا ہوئے۔ اور قاہرہ میں تعلیم حاصل کی۔ اور ۱۹۰۸ء میں فراغت حاصل کر کے علمی وفد کے ساتھ انگلینڈ گئے اور وہاں ٹریننگ کی۔ اور انگریزی ادب۔ نفسیات اور منطق وغیرہ کی تعلیم حاصل کی

وہاں سے آکر ۱۹۱۲ء میں دار العلوم قاہرہ کے استاذ مقرر ہوئے۔ پھر وزارۃ المعارف کے آرگنائزر ہوئے۔ پھر زبان کے سلسلہ میں تمام آرگنائزروں کے ہیڈ مقرر ہوئے پھر ۱۹۴۰ء میں دار العلوم قاہرہ کے رکن ہوئے آپ قاہرہ کے المجمع اللغوی اور دمشق میں المجمع العلمی العربی کے رکن رہے۔

آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ جنمیں النحو الواضح۔ اور البلاغۃ الواضحۃ بہت زیادہ مقبول اور متداول ہیں بعض مدارس عربیہ میں یہ دونوں شامل نصاب ہیں ان دونوں کی تالیف میں آپ کیساتھ مصطفےٰ امین بھی شامل ہیں۔

علاوہ ازیں آپ کی تصنیفات میں خاتمۃ المطاف۔ دیوان الجارم ۴ جلدوں میں

سیدۃ القصور ۔ الشاعر الطموح ۔ شاعر ملک ۔ العرب فی اسبانیا ۔ غاوۃ ۔ نشید ۔ مراح العربیہ ۔ اتحف الاندلس ۔ فارس بن حمدان ۔ شرح المکافاۃ ۔ ادب الاسلام تصحیح کتاب البخلاء ۔ علم النفس وآثارہ فی التربیۃ والتعلیم ۔ تہذیب کتاب الفخری فی التاریخ ۔ الجمل المفصل ۔

نئے شعراء میں سے آپ کے اشعار سب سے زیادہ بتائے جاتے ہیں جیسا کہ آپ کے دواوین سے پتہ چلتا ہے اور شعر و شاعری میں آپ کو حفنی بک ناصیف ۔ شیخ محمد عبد المطلب ۔ محمود غنیم ۔ محمود حسن اسماعیل ۔ اور عوض الوکیل کے صف میں مانا گیا ہے ۔ جو جامعہ ازہر کے مشہور و ممتاز شعراء تسلیم کئے جاتے ہیں ۔

مصادر الدراسۃ الادبیۃ ص ۲۴۴،۲۹۴ ج ۲)

نوٹ : ان دونوں کتابوں کی تالیف میں علی الجارم کے ساتھ مصطفےٰ امین بھی شریک ہیں ۔ اتفاق ہے مصطفےٰ امین کے حالات دستیاب نہ ہو سکے ۔ اسلئے اُن کا تذکرہ نہیں لکھا جا سکا ۔ (مؤلف)

صاحب المصباح (فی النحو)

عَلاَّمہ مُطَرِزی

۵۳۸ھ ۔ ۶۱۰ھ

نام ناصر بن عبدالرشید ابن علی بن المطرز۔ کنیت ابوالفتح۔ آبائی وطن آپ کا عراق تھا۔ لیکن آپ شہر جرجانیہ میں علی حسب الاختلاف ۵۳۸ھ یا ۵۳۶ھ میں ماہ رجب میں پیدا ہوئے۔ اور وہیں پرورش پائی۔ مطرز کپڑے پر چھپائی کرنے والے کو کہتے ہیں۔ ممکن ہے آپ یا آپ کے آبا و اجداد میں سے کوئی یہ کام کرتا رہا ہو۔ جس کی بنا پر آپ مطرزی کہے جاتے ہیں۔ (حدائق الحنفیہ ۲۴۳)

آپ فقہ و عربیت ولغت کے زبردست امام گزرے ہیں۔ چنانچہ اصطلاحات فقہ میں آپ کی کتاب مغرب بہت مشہور و معروف ہے۔ اسمیں آپ نے ان الفاظ عربیہ پر بحث کی جن کو فقہاء استعمال کرتے ہیں۔ یہ کتاب احناف کے نزدیک بالکل وہی درجہ رکھتی ہے جو شوافع کے یہاں کتاب ازہری کا درجہ ہے۔ ان علوم کے علاوہ آپ اُصول فقہ اور حدیث میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ اور ادب وشعر میں تو آپ سحبان البیان تھے۔

آپ فروع کے لحاظ سے حنفی اور اعتقادی حیثیت سے معتزلی تھے۔ آپ نے علوم اپنے والد محترم سے اور موفق بن احمد خطیب خوارزم سے (جو علامہ زمخشری صاحب

کشاف کے شاگرد تھے) حاصل کئے۔ اور حدیث کو ابو عبید اللہ شیخ محمد بن علی بن ابی سعید وغیرہ سے سنا۔ اور آپ کو خلیفہ زمخشری کہا جاتا ہے۔ لیکن واضح رہے کہ بعض مصنفین کو اس سے دھوکا ہو گیا ہے۔ اور انھوں نے خلیفہ از زمخشری سے آپ کو علامہ زمخشری کا شاگرد سمجھ لیا ہے جیسا کہ طاش کبری زادہ نے مفتاح السعادہ میں لکھا ہے کہ قسرہ علی الزمخشری حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ علامہ زمخشری کی وفات ۵۳۸ھ میں ہوئی اور یہی آپ کی پیدائش کا سال ہے۔ لہٰذا علامہ زمخشری کی شاگردی ممکن نہیں (نقل مفتاح السعادۃ) آپ نے ۶۰۱ھ میں حج کیا اور بغداد تشریف لے آئے۔ وہاں فقہاء سے آپ کے خوب مباحثے ہوئے۔ اور علم و ادب کا ذوق رکھنے والوں نے آپ سے علم و ادب پڑھا۔ آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں جیسے المصباح نحو میں مختصر مگر بہت عمدہ کتاب ہے۔ یہ کتاب ساتویں صدی ہجری سے دسویں صدی ہجری تک ہندوستان میں شامل نصاب رہی ہے۔ یہ کتاب اس درجہ مقبول ہوئی کہ بہ کثرت علماء نے اس کی شرحیں لکھیں۔

علاوہ ازیں آپ کی علمی یادگار میں ایضاح شرح مقامات حریری۔ الاقناع فی اللغۃ۔ اور مختصر اصلاح المنطق۔ المغرب فی لغۃ الفقہ اور اس کی شرح المعرب فی شرح المغرب وغیرہ جامع اور مفید کتابیں ہیں۔ جن سے اہل ذوق فائدہ اٹھا رہے ہیں (۲)

آپ نے خوارزم میں ۲۱ جمادی الاولیٰ ۶۱۰ھ میں وفات پائی۔ آپ کے مرثیے میں جو قصائد کہے گئے ہیں ان کی تعداد تین سو سے زائد بتائی جاتی ہے۔

(حدائق الحنفیہ ص ۲۴۳)

صاحب الفیۃ

ابن مالک

سنہ ۶۰۰ھ ۱۲۰۳ء - سنہ ۶۷۲ھ ۱۲۷۴ء

نام محمد بن عبداللہ بن مالک الطائی الجیانی کنیت ابوعبداللہ اور لقب جمال الدین تھا۔ اندلس میں جیان نامی ایک مقام میں سنہ ۶۰۰ھ مطابق سنہ ۱۲۰۳ء میں پیدا ہوئے۔

آپ اندلس سے دمشق منتقل ہو گئے تھے۔ اور تاحیات وہیں رہے۔ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ جن میں سے الفیۃ نحو میں بہت مشہور و معروف کتاب ہے۔ جو بکثرت پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔ اور اس درجہ مقبول اور متداول ہے کہ علماء نے بکثرت اسکی شرحیں لکھی ہیں۔

علاوہ ازیں آپ کی تصنیفات میں تسہیل الفوائد۔ العرف فی معرفۃ لسان العرب الکافیۃ الشافیہ ارجوزۃ فی نحو ثلاثۃ آلاف بیت اور اسکی شرح بھی لکھی ہے۔ ایک المنظوم مک المختوم۔ لامیۃ الافعال عمدۃ الحافظ وعدۃ اللافظ۔ ایجاز التعریف۔ شواہد التوضیح۔ اکمال الاعلام بمثلث الکلام۔ مجموعۃ الرسائل۔ تحفۃ المودود فی المقصور والممدود العروض اور الاعتضاد فی الفرق بین الظاء والضاد آپکی یادگار ہیں۔

آپنے دمشق میں سنہ ۶۷۲ھ مطابق سنہ ۱۲۷۴ء میں وفات پائی۔

الاعلام للزرکلی ج ۷ ص ۱۱۱

صاحب شرح الفیہ

ابن عقیل

سنہ ۶۹۴ھ / ۱۲۹۴ء ... سنہ ۷۶۹ھ / ۱۳۶۷ء

نام عبداللہ بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن محمد۔ کنیت ابن عقیل، اور لقب بہاء الدین تھا۔ آپ سیدنا عقیل بن ابی طالب کی نسل سے ہیں۔ آپ کا شمار ائمہ نحاۃ میں ہوتا ہے۔

قاہرہ میں سنہ ۶۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباء و اجداد مقام ہمدان یا آمد میں مقیم تھے۔ اور پھر ان میں سے ایک مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام پر آ گئے۔ اور حلب اور رقہ کے درمیان بالس نامی ایک مقام پر کچھ افراد آکر بس گئے۔ پھر وہاں سے ایک شخص مصر آیا۔ اس طرح عبداللہ یہیں مصر میں آنے والے کی نسل سے پیدا ہوئے آپ کے اسلاف کی طرف نسبت کر کے تذکرہ نگاروں نے آپ کو ہمدانی یا آمدی لکھا ہے۔

آپ بڑے زبردست نحوی تھے۔ ابن حبان لکھتے ہیں۔

ما تحت ادیم السماء انحی من ابن عقیل — اس آسمان تلے ابن عقیل سے بڑھ کر کوئی نحوی نہیں ہے۔ (الاعلام ج۴ ص ۲۳)

آپ بہت بارعب اولوالعزم اور باوقار تھے۔ شرفاء کا ہمہ وقت آپ کے یہاں مجمع رہتا تھا۔ طلبہ پر خصوصی شفقت فرماتے تھے۔ اور مختلف قسم کے عطیات و ہدایا سے

ان کی مدد فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی زبان میں کسی قدر لکنت بھی تھی۔ دیار مصر کے کچھ دنوں تک قاضی بھی رہے۔

آپ نے الفیہ ابن مالک کی شرح کی ہے۔ جو ابن عقیل کے نام مشہور ہے۔ یہ کتاب نحو میں نہایت سلیس زبان میں اور بہترین ہے۔ چنانچہ مدارس عربیہ میں شامل نصاب ہے۔ جرمنی زبان میں بھی اس کا ترجمہ ہو گیا ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے تفسیر میں التعلیق الوجیز علی الکتاب العزیز لکھی۔ مگر افسوس کہ یہ کتاب پوری نہ ہو سکی۔ فقہ شافعی میں الجامع النفیس فی فقہ الشافعیہ کے نام سے ایک نہایت مفصل و مبسوط کتاب لکھی۔ افسوس کہ یہ بھی پایۂ تکمیل کو نہ پہونچ سکی۔ پھر اسکی تلخیص بھی لکھی۔ اور المساعد فی شرح التسہیل اور تیسیر الاستعداد لترتبۃ الاجتہاد وغیرہ آپ کی علمی یادگار ہیں۔

(الاعلام ج۴ ص۲۳)

صاحب لب الالباب و منہاج الاصول و تفسیر بیضاوی

قاضی بیضاوی

(م سنہ ۶۹۱ھ)

نام عبداللہ بن عمر بن محمد بن علی۔ کنیت ابو الخیر، لقب ناصر الدین تھا۔ صوبہ شیراز میں بیضا نامی ایک گاؤں کے باشندہ تھے۔ اسی طرف منسوب کرکے شیرازی اور بیضاوی کہا جاتا ہے اور چونکہ اپنے اقلیم شیراز کے قاضی بھی رہ چکے ہیں۔ اسی لئے زیادہ تر قاضی بیضاوی کے ساتھ یاد کئے جاتے ہیں۔ (مفتاح السعادہ ج ۲ ص ۴۲)

بہت سے علوم میں آپ دستگاہ رکھتے تھے۔ چنانچہ علامہ اسنوی طبقات شافعیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

کان عالماً بعلوم کثیرۃ صالحاً خیراً صنف التصانیف المشهورۃ فی انواع العلوم (مفتاح السعادہ ج ۱ ص ۴۳)

بہت سے علوم میں دسترس رکھتے تھے نیک اور صالح تھے۔ مختلف علوم میں بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔

علامہ تاج الدین سبکی طبقات کبریٰ میں بیان فرماتے ہیں۔

کان اماماً مبرزاً نظاراً صالحاً متعبداً زاهداً (〃)

آپ علم میں نمایاں امام دور رس نگاہ رکھنے والے صالح اور عابد اور زاہد تھے

عہدۂ قضا پر فائز ہونے کا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ آپ تبریز تشریف لے گئے۔ وہاں درس کی ایک مجلس میں شریک ہوئے اور طلباء کی صف میں سب سے پیچھے بیٹھے تاکہ کوئی پہچان نہ سکے۔ اثنائے درس میں اُستاد نے ایک معمہ بیان کیا اور کہا کہ اسے حل کرو۔ پھر اس کا جواب دو۔ اور اگر یہ دونوں نہ ہو سکیں تو صرف اس نکتہ کا اعادہ ہی کر دو۔

نکتہ سنتے ہی علامہ بیضاوی نے اس کا جواب دینا شروع کر دیا۔ اُستاد نے کہا پہلے آپ اسے حل کر کے سمجھائیے۔ اس کے بعد جواب دیجئے۔ بیضاوی نے پوچھا اس نکتہ کا معنی و مطلوب بیان کروں یا الفاظ کا اعادہ کروں یہ سوال سن کر اُستاد مبہوت سے ہو گئے اور آپ کو بالفاظہ اعادہ کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے فوراً انہیں الفاظ کیساتھ اعادہ کر دیا۔ پھر اُسے حل کر دیا۔ اور اسکی ترتیب میں جو نقص تھا۔ اسے بھی واضح کر دیا۔ اس کے اس نکتہ کا معقول جواب دیا۔ پھر اسی جیسا ایک نکتہ بیان کر کے اُستاد سے کہا کہ آپ اسے حل فرمائیے۔ اُستاد بالکل لاجواب ہو گئے۔

اس مجلس میں وزیر بھی بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے علامہ بیضاوی کی یہ غیر معمولی ذہانت و ذکاوت دیکھ کر اپنے قریب بلایا اور پوچھا "آپ کون ہیں"؟ بولے " میں بیضاوی ہوں۔ اور شیراز میں عہدۂ قضا کے لئے آیا ہوں۔ چنانچہ وزیر نے آپ کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور شاہی لباس انعام میں دیے۔ اور پھر آپ کی خواہش کے مطابق شیراز میں منصب قضا پر آپ کو مامور کر دیا۔

آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ جن میں سے قرآن کی تفسیر جو تفسیر بیضاوی

کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ مدارس عربیہ میں درساً درساً پڑھائی جاتی ہے۔ اس کتاب میں تفسیر کے ساتھ ساتھ ادب، بلاغت و معانی اور دیگر علوم نے کافی بحث کی ہے جس سے آپکی وسعت نظر کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور دوسری کتاب نحو میں آپ کی لب الالباب ساتویں صدی ہجری سے دسویں صدی ہجری تک شامل نصاب رہی۔ اور المصباح (کلام) میں۔ اصول فقہ میں منہاج الاصول جامعہ آباد میں داخل نصاب ہے۔

علاوہ ازیں آپ نے مختصر الکشاف۔ الغایۃ (فقہ) میں۔ اور اصول فقہ میں شرح منہاج لکھی۔ نیز اصول فقہ میں امام فخر الدین رازی کی المنتخب کی شرح اور ابن حاجب کی مختصر کی شرح اور انہیں کی کافیہ کی شرح اور منطق میں شرح مطالع لکھی۔

آپ کے سن وفات میں اختلاف ہے۔ ملا طاش کبری زادہ لکھتے ہیں کہ آپ نے ۶۹۱ھ میں وفات پائی اور صلاح صفدی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں۔ کہ حافظ نجم الدین سعید دہلی نے مجھ سے کہا کہ قاضی ناصر الدین بیضاوی نے ۶۸۵ھ میں مقام تبریز میں وفات پائی اور وہیں دفن کئے گئے۔ واللہ اعلم بالصواب

(معجم المطبوعات جز۱ ۶۰۳ و مفتاح السعادۃ ۱۷ ص ۴۳۶،۴۳۷)

صاحب شذور الذہب و شرح شذور الذہب
و مغنی اللبیب

ابن ہشام نحوی

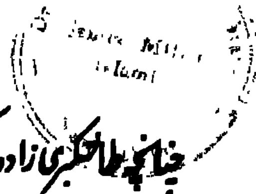
۷۰۸ھ - ۷۶۱ھ

نام عبداللہ بن یوسف بن احمد بن عبداللہ بن ہشام۔ کنیت ابو محمد اور لقب جمال الدین تھا۔ آپ نحو کے مشہور امام فاضل علامہ تھے۔ ذو قعدہ ۷۰۸ھ میں مصر میں پیدا ہوئے۔

آپ نے شہاب عبداللطیف بن المرحل۔ ابن السراج ، تاج تبریزی ، اور تاج فاکہانی وغیرہ سے علوم حاصل کئے۔ اور ابو حیان سے دیوان زہیر ابن ابی سلمیٰ کو سنا۔

ابتدا میں آپ نے فقہ شافعی پڑھی۔ پھر حنبلی مسلک اختیار کیا۔ مختصر الخرقی کو چار مہینے سے کم میں حفظ کیا اور یہ بھی زندگی کے آخری ایام میں۔ یعنی مرنے سے پانچ برس پہلے یہ کتاب آپ نے اس قلیل مدت میں یاد کرلی تھی۔ جو آپ کی غیر معمولی قوت حافظہ پر بین دلیل ہے۔

بہرحال آپ نحو اور عربیت کے بہت بڑے امام گزرے ہیں اور ان علوم میں اس درجہ کمال پیدا کیا کہ اپنے اساتذہ پر بھی سبقت لے گئے۔



چنانچہ طاش کبری زادہ کہتے ہیں۔

وأتقن العربية ففاق الاقران بل الشيوخ ۔ (مفتاح السعادہ ص۱۵۹)

عربی دانی میں ایسی مہارت پیدا کی کہ اپنے ہمعصروں بلکہ استادوں پر فوقیت لیگئے

علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں۔

ما زلنا ونحن بالمغرب نسمع انہ ظهر بمصر عالم بالعربية يقال له ابن هشام انحى من سيبويه ۔ (ص۱۶)

مغرب میں ہم لوگ برابر یہ سنتے رہے کہ مصر میں ابن ہشام نامی ایک شخص پیدا ہوا ہے۔ جو سیبویہ سے بھی زیادہ نحو جانتا ہے۔

آپ بڑے کثیر التصانیف تھے۔ آپ کے تصانیف میں سے شرح شذور الذہب نحو میں داخل درس ہے۔ پہلے آپ نے شذور الذہب لکھی۔ بعدہ اسکی شرح کی یہ کتاب نحو میں زیادہ عمدہ ہے۔ اور سلیس زبان میں لکھی ہوئی ہے۔ مثالیں اکثر وبیشتر آیات قرآنی سے پیش کی ہیں۔ اور نحو میں اس سے زیادہ مشہور ومعروف کتاب مغنی اللبیب ہے۔ جو اپنے فن میں بے نظیر کتاب ہے۔

علاوہ ازیں آپ نے التوضیح علی الالفیہ۔ رفع الخصاصہ عن القراء الخلاصہ چار جلدوں میں۔ عمدۃ الطالب فی تحقیق تصریف ابن الحاجب دو جلدوں میں التحصیل والتفصیل لکتاب التنزیل والتکمیل۔ شرح التسہیل (غالباً یہ اب تک طبع نہیں ہوسکی۔) شرح الشواہد الکبرٰی۔ والصغرٰی۔ القواعد الکبرٰی۔ القواعد الصغرٰی۔ قطر الندی۔ شرح قطر الندی۔ الجامع الکبیر۔ الجامع الصغیر

شرح اللمحۃ لابی حیان۔ شرح بانت سعاد۔ شرح بردہ۔ التذکرہ۔ پندرہ جلدوں میں۔ المسائل السفریہ (نحو میں) وغیرہ تصنیف کیں۔

(۰ والمعجم المطبوعات العربیہ ص۲۷۵ ج۱)

آپ نے شب جمعہ ۵/ ذوقعدہ ۷۶۱ھ میں ۵۳ برس کی عمر میں وفات پائی

(حسن المحاضرہ ص۲۵ ج۱)

(مفتاح السعادہ ص۱۶ ج۱)

صاحب شرح ملا جامی ونقد النصوص

وشرح لمعات مع مقدمہ

عبدالرحمٰن جامی

۸۱۷ھ　۸۹۸ھ
۱۴۱۴ء　۱۴۹۲ء

نام عبدالرحمٰن بن احمد بن محمد. لقب اصلی عمادالدین. لیکن نورالدین کے ساتھ مشہور ہوئے تخلص جامی تھا. جیسا کہ ذیل کے فارسی اشعار میں انھوں نے خود ہی اشارہ فرمایا ہے. ؎

مولدم جام و رشحۂ قلمم　　جرعۂ جام شیخ الاسلامی ست
لاجرم در جریدۂ اشعار　　بدو معنیٰ تخلصم جامی ست

آپ کے والد محترم شیخ الاسلام احمد جامی بن محمد دشتی. دشت اصفہان (جام کا ایک محلہ ہے) کے رہنے والے تھے. آپ کا سلسلۂ نسب ماں اور باپ دونوں طرف سے عالم ربانی امام محمد بن الحسن شیبانی رحمہ شاگرد امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ تک پہونچتا ہے (ثمرات الحیاۃ فی طبقات النحاۃ)

آپ ۲۳ر شعبان ۸۱۷ھ میں عشاء کے وقت جام میں جو خراسان میں واقع ہے پیدا ہوئے. آپ کے والد مشاہیر علم و تقویٰ میں سے تھے. زمانہ کے حوادث کی وجہ سے اپنا وطن الوف اصفہان چھوڑ کر جام چلے آئے. پھر جام سے ہرات منتقل ہو گئے. اور

مدرسہ نظامیہ میں ٹھہرے۔ اس وقت مولانا جامیؔ عمر میں بہت چھوٹے تھے۔ پھر بھی شیخ جند الاصولی کے حلقہ درس میں جاکر بیٹھتے۔ ان دنوں شیخ طلباء کو شرح مفتاح پڑھا رہے تھے۔ مولانا اس درجہ ذہین واقع ہوئے تھے کہ اپنی صغر سنی کے باوجود شیخ کی تقریر سمجھتے تھے (الفوائد البہیۃ ص۳۵)

پھر آپ نے باقاعدہ سید شریف کے شاگرد خواجہ علی سمرقندی اور علامہ تفتازانی کے شاگرد شیخ شہاب الدین محمدؒ کے حلقہ درس میں شریک ہو کر علم معقول و منقول میں کمال حاصل کیا۔ پھر سمرقند گئے۔ وہاں قاضی موسیٰ رومی (شارح لمحض الہیئۃ) کے درس میں داخل ہوئے۔ اور اول ملاقات میں آپ سے اور قاضی رومی سے مباحثہ ہو گیا اور آپ ہی غالب رہے۔ (〃)

شیخ فتح اللہ تبریزی، جو الغ بیگ کے دربار میں صدر الصدور تھے فرماتے ہیں کہ قاضی موسیٰ رومی مولانا جامیؔ کی تعریف میں رطب اللسان رہتے۔ چنانچہ یہ الفاظ آپ کی مدح کی ہے۔

لم یات فی سمرقند منذ قام بناءہ	سمرقند جب سے آباد ہوا ہے اُس وقت سے
مثل عبدالرحمن الجامی فی	اب تک عبدالرحمن جامیؔ جیسا ذہین وذکی
جودۃ الطبع (الفوائد البہیۃ ص۳۵)	اور طباع یہاں کوئی نہیں آیا ہے۔

شیخ ابو یوسف سمرقندی فرماتے ہیں کہ جس وقت مولانا جامیؔ سمرقند آئے اور اُستاذ محترم قاضی رومی کے ساتھ "تذکرہ" کی شرح میں مشغول ہوئے تو اکثر و بیشتر قاضی رومی سے مباحثہ کرتے اور شرح تذکرہ پر انھوں نے جو متفرق تعلیقات لکھی ہیں

اُن پر اعتراض کرتے۔ پھر قاضی رومی آپ کے قول کے مطابق اصلاح فرمالیا کرتے۔ علاوہ ازیں قاضی رومی نے ملخص الہیئۃ کی شرح لکھنے کے بعد بغرض اصلاح مولانا جامی کو دکھایا۔ پھر آپ نے اسمیں مناسب طور سے حک و تصحیح فرمائی۔ (۲)

ہراۃ کے زمانۂ قیام میں ایک روز ملا علی قوشجی (شارح تجرید) سے بھی مباحثہ ہوا تھا۔ اور اُن پر بھی آپ ہی غالب رہے۔ اس موقع پر علامہ قوشجی نے اپنے طلبہ سے بایں الفاظ آپ کی مدح بیان فرمائی۔

علمت ان النفس القدسی موجود فی العالم (۶) — میں جانتا ہوں کہ نفس قدسی اس عالم میں موجود ہے۔

ظاہری علوم حاصل کرنے کے بعد ایک روز خواب میں ایک بزرگ کو دیکھا وہ کہہ رہے ہیں: آپ اپنا کوئی ایسا دوست بنالیں جو آپ کو باطنی علوم سکھائے جب بیدار ہوئے تو اس خواب سے بہت زیادہ متاثر رہے۔ چنانچہ آپ نے خراسان کا سفر کیا۔ وہاں خواجہ عبید اللہ نقشبندی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن کی بابرکت صحبت سے مستفیض ہوئے۔

یہ ہم نے عارف باللہ علاء الدین واعظ کاشفی (یعنی مولی صفی) کے بیان کے مطابق لکھا ہے۔ اُنھوں نے اپنی کتاب مناقب السادات النقشبندیہ میں ایسا ہی تحریر کیا ہے۔ اور بعضوں نے خواجہ عبید اللہ احرار سمرقندی کا نام لکھا ہے۔ لیکن علامہ فرنگی محلی فرماتے ہیں کہ آپ نے شیخ سعد الدین کاشغری سے علوم باطنی حاصل کئے اور اُنھوں نے مولی نظام الدین خاموش سے۔ اُنھوں نے خواجہ علاء الدین عطار سے۔ اور

اور اُنھوں نے خواجہ بہاءالدین نقشبندی سے حاصل کیا۔

بہرحال آپ سلسلہ نقشبندیہ کے ایک بلندپایہ ولی تھے اور آپ بہت سے صوفیاء کرام اور مشائخ عظام کی صحبت میں رہے۔ اور فضل و کمال کے اعلیٰ مقام پر پہونچے۔

آپ نے ۸۷۷ھ میں حج کیا۔ اور بلاد شام میں دمشق اور حلب وغیرہ کا سفر کیا۔ اور جہاں کہیں گئے وہاں کے علماء و مشائخ نے تعظیم و تکریم کی۔

آپ عربی و فارسی دونوں زبانوں میں یکساں مہارت رکھتے تھے۔ ان دونوں زبانوں میں آپ نے کل ۴۵ کتابیں تصنیف کی ہیں۔ اور حسن اتفاق سے ابجد کے حساب سے جامی کا عدد بھی ۴۵ ہی نکلتا ہے۔ یہ تطابق آپکی کرامت کہی جاسکتی ہے۔

آپ کی تصنیفات میں سے کافیہ لابن حاجب کی شرح "الفوائد الضیائیہ" یعنی شرح ملا جامی نہایت مشہور و معروف ہے۔ جو نہایت عمدہ شرح ہے۔ اور درس نظامی کے کورس میں داخل ہے۔ اور کورس کے لحاظ سے درس نظامی کی آخری کتاب سمجھی جاتی ہے۔

یہ شرح آپ نے کافیہ کی بہت سی شرحیں سامنے رکھ کر لکھی ہے اور ان کے فوائد کو اکٹھا کیا ہے۔ خصوصیت سے قاضی شہاب الدین دولت آبادی (م ۸۴۹ھ) کی الشرح الہندی کو اپنی شرح کا ماخذ بنایا ہے۔ اور انھیں کے جمع کئے ہوئے فوائد کو زیادہ تر نقل کیا ہے۔ (ثمرات الحیاۃ)

ملا عبدالغفور بن علی لاری جو مولانا جامی کے شاگرد ہیں۔ نفحات الانس کے حاشیہ میں آپ کی مدح وستائش کے بعد لکھتے ہیں کہ آپ نے تھوڑی سی مدت میں کثرت سے کتابیں تصنیف کیں جو ذیل میں درج ہیں۔

نفحات الانس[1]۔ تفسیر قرآن تا آیت فایای فارھبون۔ شواہد النبوۃ۔ شرح فصوص الحکم۔ شرح ابیات ابن الفارض۔ طریقۃ السادات النقشبندیہ۔ شرح رباعیات اللوائح۔ شرح ابیات خسرو دہلوی۔ شرح حدیث ابن رزین العقیلی۔ شرح کلمات خواجہ محمد پارسا۔ مناقب مولانا روم۔ مناقب خواجہ عبیداللہ انصاری۔ تحقیق مذہب الصوفیۃ والمتکلمین والحکماء۔ رسالہ فی وحدۃ الوجود۔ رسالہ مناسک الحج۔ رسالہ لا الہ الا اللہ۔ ایک رسالہ عروض میں۔ ایک قافیہ میں اور ایک [illegible] میں۔ شرح المثنوی الرومی (صرف دو بیت کی) تحفۃ الاحرار منظوم۔ یوسف زلیخا۔ لیلیٰ مجنوں۔ خرد نامہ سکندری۔ الدیوان الاول۔ الدیوان الثانی الدیوان الثالث۔ الدیوان الرابع۔ آسبال۔ سبحۃ الابرار۔ ترجمہ اربعین حدیثا۔ رسالہ فی اسئلۃ ہندوستان واجوبتہا۔ اعتقاد نامہ۔ الحرف المنثور۔ الحرف المنظوم۔ شرح استعارات حال منظوم۔ شرح مفتاح الغیب۔ سلسلۃ الذہب۔ مثنوی طرح نو۔ اللوامع۔ معمہ میں چار رسالے لکھے۔ الکبیر۔ المتوسط۔ الصغیر۔ الاصغر۔ ایک رسالہ [illegible] اور ایک رسالہ اشارہ میں۔ الکبریٰ اور الصغریٰ۔ ہیئت۔ اصطرلاب اور منطق میں آیا۔

---

[1] شرح ملا جامی کے علاوہ تصوف میں آپ کی کتاب نقد النصوص شرح لمعات اور شرح رباعیات [illegible] نقد النصوص [illegible] شرح لمعات شامل نصاب رہ چکی ہیں۔ ان میں اول الذکر دور اول میں [illegible] کتب دور ثالث میں باقاعدہ درساً پڑھائی جاتی تھیں۔

مستقل رسالہ لکھا۔ حاشیہ مفتاح۔ درتیہ الخلان فی لطائف البیان۔

آپ نے ۱۰ محرم ۸۹۸ھ مطابق ۱۴۹۲ء مقام ہراۃ میں وفات پائی۔ اور وہیں مدفون ہوئے۔ پھر جب آل رتبیلہ کی بغاوت کا سلسلہ خراسان میں شروع ہوا۔ تو آپ کے صاحبزادے ضیاء الدین یوسف نے آپ کی لاش قبر سے نکال کر کسی دوسری جگہ دفن کر دی۔ باغیوں نے خراسان میں اپنا تسلط قائم کرنے کے بعد آپ کی قبر کو کھودا لیکن آپ کی لاش نہ ملسکی تو تختوں کو جلا دیا۔

آپکی تاریخ وفات وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا نکلتی ہے۔ بعض ادبا نے فارسی زبان میں یوں نظم کیا ہے۔

جامی کہ بود بلبل جنت بشوق رفت | فی روضۃ مخلدۃ اضحیٰ اسماء
کلک قضا نوشت بدروازہ بہشت | تاریخہ و من دخل کان آمنا

مولانا عبد العلی مدراسی نے عربی میں آپ کی تاریخ لکھی ہے۔ جو حسن تشبیہ اور لطافت کے لحاظ سے قابل تعریف ہے۔

جامی الذی ھو راح محبا منا | کالروح کان فی جسد القمر کامنا
قد مات بالهراة و قد حق بالحرم | ارخته و من دخله کان آمنا

(فرات الحیاۃ فی طبقات النحات)

صاحب مفصل وکشاف

جاراللہ زمخشری

سنہ ۴۶۷ھ ۔ سنہ ۵۳۸ھ

نام محمود بن عمر۔ کنیت ابوالقاسم۔ لقب جاراللہ اور فخر خوارزم تھا۔ چہارشنبہ کے روز ۲۷ رجب سنہ ۴۶۷ھ میں مقام زمخشر میں جو خوارزم کا ایک قصبہ ہے پیدا ہوئے۔ اور مکہ معظمہ میں ایک مدت تک سکونت پذیر رہے۔ اسلئے جاراللہ یعنی اللہ کے پڑوسی کہلاتے ہیں۔ (ابن خلکان طبع جدید صفحات ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۹ جلد ۴)

آپ کی شخصیت بڑی مشہور و معروف ہے۔ آپ تفسیر و حدیث: نحو۔ لغت۔ علم بیان وغیرہ کے زبردست امام گزرے ہیں۔ ذہانت و ذکاوت میں قدرت کی طرف سے حظ وافر ملا تھا۔ چنانچہ علامہ سیوطی بغیۃ الوعاۃ میں لکھتے ہیں۔

كَانَ كَثِيْرَ الْفَضْلِ غَايَةً فِى الذَّكَاءِ وَجَوْدَةِ الْقَرِيْحَةِ مُتَفَنِّنًا فِىْ كُلِّ عِلْمٍ (الفوائد البہیۃ ص ۰)

بڑے صاحب فضل اور انتہائی ذکی و ذہین اور تیز طبع واقع ہوئے تھے اور ہر علم میں ٹھوس استعداد رکھتے تھے۔

علامہ سمعانی فرماتے ہیں۔

كَانَ يُضْرَبُ بِهِ الْمَثَلُ فِى الْأَدَبِ وَالنَّحْوِ (۔۔)

آپ ادب اور نحو میں ضرب المثل ہیں۔

علم ادب آپ نے ابوالحسن علی بن المظفر نیشاپوری اور ابونعیم اصبہانی ابومنصور نصر اور دیگر بڑے بڑے علماء و فضلاء سے پڑھا۔ اور زین تقالی محمد بن ابوالقاسم وغیرہ نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔

طالب علمی کے زمانہ میں جب آپ بخارا جا رہے تھے تو راستہ میں آپ سواری سے گر پڑے اور ایک ٹانگ میں سخت چوٹ آئی۔ بہتیرا علاج کیا۔ مگر اچھے نہ ہوئے آخر کار مجبور ہو کر وہ ٹانگ کٹوادی۔ اور لکڑی کا پاؤں لگا کر چلتے پھرتے اور جب کہیں جاتے تو اس پر کپڑا ڈال لیتے۔ جس سے دیکھنے والا یہ سمجھتا کہ آپ لنگڑے ہیں (بغیہ بحوالہ الفوائد البھیۃ ص۲۰)

علمی دنیا میں آپ کو غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی۔ چنانچہ آپ نے بکثرت بڑے بڑے اہل علم حضرات سے خراج تحسین حاصل کیا ہے۔

ابن خلکان کہتے ہیں:

كَانَ اِمَامَ عَصْرِهٖ مِنْ غَيْرِ مُدَافِعٍ تُشَدُّ اِلَيْهِ الرِّحَالُ فِيْ فُنُوْنِهٖ (ابن خلکان ص۲۰۵ ج۴)	آپ بالاتفاق اپنے زمانہ کے ایسے امام تھے کہ آپ سے علوم و فنون حاصل کرنے کے لئے لوگ آپ کی طرف سفر کرتے تھے۔

علامہ فرنگی محل فرماتے ہیں۔

لَهٗ فِي الْعُلُوْمِ اٰثَارٌ مَا لَيْسَتْ لِغَيْرِهٖ مِنْ اَهْلِ عَصْرِهٖ (الفوائد ص)	علوم و فنون میں آپ کے ایسے کارنامے ہیں کہ آپ کے دور میں کسی اور نے نہیں کئے۔

آپ بڑے کثیر التصانیف ہیں۔ اور چونکہ آپ فصاحت و بلاغت کے امام تھے

اسلئے آپ کے تصنیفات بھی نہایت، عمدہ، مقبول اور متداول ہیں۔
مراۃ الجنان میں آپ کے تصنیفات کی تعداد تیس۳۰ بتائی گئی ہے۔ جن میں سے مفصل اور تفسیر کشاف کو بڑی مقبولیت حاصل ہے۔ چنانچہ بہت سے لوگوں نے اسکی شرحیں لکھیں اور بعض مدارس عربیہ میں داخل درس ہے۔
مفصل کی تصنیف یکم رمضان ۵۱۳ھ میں شروع کی۔ اور یکم محرم ۵۱۵ھ میں تکمیل کو پہونچی۔ تفسیر کشاف بھی بڑی معرکۃ الآرا تصنیف ہے۔ علامہ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے اس جیسی کتاب فن تفسیر میں نہیں لکھی گئی۔ (ص۲۵۵۔ ج۴)
علامہ زمخشری حنفی المسلک تھے۔ بلکہ کبار احناف میں سے تھے۔ لیکن اصول واعتقاد کے لحاظ سے چونکہ معتزلی تھے۔ اسلئے اپنی تفسیر میں بہت سے مقامات پر اپنے اعتقاد کے مطابق آیات کی تاویل میں سوء تعبیر اور تغیر سے کام لیا ہے۔ جس کو کم علم لوگ سمجھ نہیں پاتے۔ اسی وجہ سے ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ ہمارے بعض فقہاء نے اس کتاب کا مطالعہ کرنا حرام بتایا ہے۔
(الفوائد البہیۃ ص۲۰)
علاوہ ازیں آپ نے المحاجاۃ بالمسائل النحویہ۔ المفرد والمرکب۔ الفائق۔ اساس البلاغۃ۔ ربیع الابرار ونصوص الاخبار۔ متشابہ اسامی الرواۃ۔ النصائح الکبار۔ النصائح الصغار۔ ضالۃ الناشد والرائض فی علم الفرائض۔ الانموذج (نحو میں) المفرد والمؤلف (نحو) رؤس المسائل (فقہ) شرح ابیات سیبویہ۔ المستقصی فی امثال العرب۔ صمیم العربیہ۔ سوائر الامثال۔ دیوان التمثیل۔ شقائق النعمان فی حقائق

النعمان۔ شافی العی من کلام الشافعی۔ القسطاس (عروض) معجم الحدود۔ المنہاج (اصول) مقدمۃ الادب۔ دیوان الرسائل۔ دیوان الشعر۔ الرسالۃ الناصحہ۔ الامالی تصنیف فرمائیں

(ابن خلکان طبع جدید صفحہ ۲۵۴ ج ۴)

مکہ معظمہ سے جب آپ جرجانیہ خوارزم (جس کو گرگانج کہا جاتا ہے اور نہر جیحون کے کنارے پر واقع ہے) میں آئے۔ وہیں عرفہ کی شب میں ۵۳۸ھ میں وفات پائی۔

(ابن خلکان۔ صفحہ ۲۵۹)

آپ کی وفات پر بعض لوگوں نے مرثیہ بھی کہا ہے۔ جن میں سے صرف ایک شعر ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

فارض مکۃ تذری الدمع مقلتھا حزنا لفرقۃ جاراللہ المحمود

کہ مکہ کی زمین علامہ جاراللہ محمود زمخشری کی جدائی پر آنسو بہا رہی ہے۔

(ابن خلکان طبع جدید صفحہ ۲۶ جلد ۴)

صاحب تیسیر المنطق

مولٰنا عبداللہ گنگوہی

۱۳۲۹ھ
۱۹۱۱ء

نام عبداللہ تھا۔ گنگوہ ضلع سہارنپور کے رہنے والے تھے۔ آپ حضرت مولٰنا رشید احمد گنگوہیؒ کے مجاز طریقت تھے۔ آپ پہلے انگریزی اسکول میں پڑھتے تھے اپنے محلہ کی مسجد میں کبھی کبھی نماز پڑھنے کے لئے آجاتے تھے۔ حسن اتفاق سے اسی مسجد کے ایک حجرہ میں حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی (والد محترم اُستاذی شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب دامت برکاتہم) بھی رہا کرتے تھے۔

آپ نے انہیں نماز کا شوق دیکھ کر دل میں سوچا کہ کیا عجب ہے اس کو دینی تعلیم کی طرف رغبت ہو جائے۔ چنانچہ آپ نے ان سے صاحب سلامت پیدا کی۔ اور ان سے بہت پھسلا کر خارج میں عربی پڑھنے کا شوق دلایا۔ مولانا عبداللہ کی سمجھ میں آگیا اور حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب سے میزان شروع کر دی۔ آپ ذرا غبی زیادہ تھے۔ حضرت مولانا آپ کو ایک گرداں روز یاد کراتے ایک روز آپ نے حضرت مولانا نے دو گرداں یاد کرنے کیلئے کہہ دیا۔ آپ شام تک رٹتے رہے اور یاد نہ ہوئی۔ حضرت مولانا نے فرمایا "خدا کے بندے کیا ظلم ہے کہ ایک گرداں میں شام کر دی۔" آپ کہنے لگے انہیں یہ تو دو تھیں، "دو تھیں" اور یہ کہکر رونے لگے۔

غرض اسی طرح پھسلا کر آگے چلایا اور نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی انگریزی چھوٹ گئی، اور

عربی سے ایسا ذوق وشوق پیدا ہوا کہ پھر عربی کے ہو رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا خوش نصیب بنایا کہ آپ عالم باعمل ہوئے اور پھر سالک مجاز طریقت ہوئے۔ اس عالی مرتبہ تک آپ کی رسائی چونکہ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کی کوشش اور محنت سے ہوئی۔ لہٰذا آپ کے تمام نیک اعمال حضرت مولانا کے نامۂ اعمال میں بھی لکھے جائیں گے فجزاهم الله خير الجزاء۔

حضرت مولانا کی وفات کے بعد اُن کے صاحبزادے مولانا محمد زکریا صاحب سے زیادہ محبت ہو گئی۔ اور باوجود اسکے کہ وہ عمر میں آپ سے چھوٹے تھے لیکن اُن کا بیحد احترام کیا کرتے تھے۔ اکثر تو آپ نے اُن سے کہا" مولوی زکریا صاحب! میں نے ایک خواب دیکھا ہے اسکی تعبیر بتلائیے۔ خواب یہ ہے کہ آسمان سے ایک بڑا انار گرا۔ اور زمین پر گرتے ہی اس کے سب دانے بکھر گئے۔ میرے پاس حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ اور فرما رہے ہیں۔ بھائی! اس انار میں ایک دانہ میرا بھی ہے۔

یہ خواب سنا کر تعبیر کا تقاضا کیا۔ حضرت مولانا زکریا صاحب شیخ الحدیث دامت برکاتہم بار بار یہ فرماتے رہے کہ مجھے تعبیر بتانا نہیں آتا۔ پھر خود ہی آپ نے یہ تعبیر بتائی کہ دانہ میں ہوں اور میں تو حضرت مولانا ہی کا ہوں۔ اور یہ بشارت ہے میری موت اور پھر مغفرت کی۔ چنانچہ چند ماہ بعد اسی سال یعنی ۵ ارجب ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۲۱ء میں مرض دق میں مبتلا ہو کر ہنستے اور باتیں کرتے ہوئے اس دنیائے فانی سے رخصت کر گئے (تذکرۃ الخلیل ص ۱۴۴)

صاحب مرقاۃ

فضل امام خیرآبادی

(م ۱۲۴۳ھ)

نام فضل امام والد کا نام محمد ارشد تھا۔

سلسلہ نسب یوں بتایا گیا ہے۔ فضل امام بن محمد ارشد بن محمد صالح بن عبد الواجد بن عبد الماجد بن قاضی صدر الدین عمری حنفی ہرگامی ثم خیرآبادی۔

آپ ہندوستان کے مشاہیر علماء میں ہیں۔ فن منطق، اور حکمت اور فلسفہ میں آپ اپنے زمانہ میں یکتا تھے ان دونوں فنون میں آپکی ہمسری کوئی نہ کرسکا۔

(نزہۃ الخواطر ص ۳۶۴ جلد ۷)

آپ خیرآباد ضلع سیتاپور میں پیدا ہوئے۔ اور وہیں پرورش پائی۔ اور مولانا عبد الواجد خیرآبادی سے علوم حاصل کئے۔ تمام علوم وفنون سے فراغت کے بعد خصوصیت سے منطق وحکمت کو مرکز نظر بنایا۔ فقہ وحدیث اور دیگر علوم شرعیہ سے بہت کم واسطہ رکھتے اسی لئے علوم شرعیہ سے کم واقفیت رکھتے تھے۔ زیادہ تر علمی انہماک منطق وحکمت میں رہتا۔ اوران ہی دونوں فنون میں کتابیں بھی تالیف کی۔ (نزہۃ الخواطر ص ۳۶۴ ج ۷)

آپ کے تصنیفات میں مرقاۃ فن منطق میں مبتدیوں کے۔ لئے نہایت عمدہ کتاب ہے

عبارت سہل سے سہل ہے۔ اور منطقی اصطلاحات کو بھی بہت آسان طریقہ سے بلا قیل و قال کے سمجھایا ہے۔ یہ کتاب عام طور پر تقریباً ہندوستان کے تمام مدارس عربیہ میں داخل درس ہے۔ اس کتاب سے مبتدی طالب علم غیر معمولی فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

مرقاۃ کے علاوہ آپ نے تلخیص الشفا حاشیہ میر زاہد رسالہ حاشیہ میر زاہد ملا جلال لکھا۔ جو کافی مقبول ہوئی۔

آپ برٹش گورنمنٹ کے یہاں نوکر بھی رہے۔ اس وقت دہلی میں قیام رہا کرتا تھا۔ آخر میں آپ کو پنشن ملنے لگی تھی۔ آپ نے خیرآباد ہی میں ۱۲۴۳ھ میں وفات پائی۔ (نزہۃ الخواطر ص۱۳۴ ج ۲)

صاحب میزان المنطق

قاضی عبد المقتدر شریحی

سنہ ۷۰۳ھ ... سنہ ۷۹۱ھ

نام عبد المقتدر بن محمود بن سلیمان۔ شہر تھانیسر میں سنہ ۷۰۳ھ کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ اور دہلی میں پرورش پائی۔ شعر و ادب اور انشاء کے بڑے امام تھے۔ آپ نے شیخ شمس الدین محمد یحییٰ اودھی سے پڑھا۔ اور کتب درسیہ میں سے کشاف اور بزدوی، شیخ نصیر الدین محمود اودھی سے پڑھی۔

علوم ظاہری سے فراغت حاصل کرنے کے بعد آپنے استاذ شیخ نصیر الدین محمود اودھی سے علوم باطنی بھی حاصل کئے۔ اور ان سے خلافت بھی پائی۔ آپ سے شیخ شہاب الدین دولت آبادی اور آپ کے پوتے ابو الفتح بن عبد الحی بن عبد المقتدر اور ایک جم غفیر نے علم حاصل کیا۔

مناقب الصدیقین میں ہے کہ ایک روز آپ کے شاگرد قاضی شہاب الدین دولت آبادی کو کہیں سونا مل گیا۔ تو اپنی ماں کے پاس لیجا کر تنہائی میں کہا کہ اسکو کسی گڑھے میں ہم دفن کردیں یہ کہکر شیخ عبد المقتدر کی خدمت میں تشریف لیگئے ان کو دیکھتے ہی استاد نے کہا کہ تم سونے کو دفن کرکے علم کہاں سے پرواز کروگے۔ شاگرد نے جواب دیا کہ میرے سامنے ایک ایسا طالب علم ہے جسکا پوست بھی علم اسکا مغز بھی علم اور اسکی ہڈی بھی علم ہے اس طالب علم سے اپنی ذات کو مراد لیا ہے اس واقعہ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جب شاگرد کے شوق کا یہ عالم ہے تو پھر جا

اُستاد نے اسکو پڑھایا ہے اور علم کا شوق پیدا کرایا ہے اُسکے شوق علم کا کیا حال رہا ہوگا چنانچہ آپ کا اکثر وقت افادہ علم میں گزرتا تھا۔ چنانچہ آپ اپنے طلبہ کو اسکی تلقین کیا کرتے تھے شریعت کے کسی ایک مسئلہ میں غور و فکر کرنا ایک ہزار رکعت کے برابر فضیلت رکھتا ہے۔

بہرحال اپنے وقت کے بہت بڑے درویش کامل ہونے کے ساتھ ساتھ ظاہری علوم میں بھی یدطولیٰ رکھتے تھے۔ قصیدہ لامیۃ العجم دیکھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ بڑے فصیح و بلیغ اور ادب کے امام تھے

فن ادب اور شعروشاعری کے ذوق کے ساتھ آپ علوم عقلیہ سے بھی مناسبت رکھتے تھے۔ چنانچہ فن منطق میں ایک چھوٹا سا رسالہ مبتدیوں کے واسطے لکھا ہے جو اپنی سلاست اور سہل الحصول ہونے اور مبتدیوں کی افادیت کے لحاظ سے اپنی آپ نظیر ہے میر عبدالواحد بلگرامی نے سبع سنابل میں تصریح کی ہے کہ یہ کتاب یعنی میزان المنطق صاحب قصیدہ لامیہ قاضی عبدالمقتدر شریحی اُستاد شہاب الدین دولت آبادی کی لکھی ہوئی ہے یہ مختصر سا رسالہ مدارس عربیہ میں شامل نصاب ہے۔

آپ نے ۲۶ محرم الحرام ۷۹۱ھ میں ۸۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح کے پڑوس میں مدفون ہوئے۔

(اخبار الاخیار ص ۱۴۲)

(نزہۃ الخواطر ص ۱۰۱ ج ۲)

صاحب قال اقول

حسام الدین حسن السکانی

(م ۷۶۰ھ)

آپ کا تذکرہ تتبع اور تلاش کے باوجود کہیں نہ مل سکا۔ آپ نے ایساغوجی کی شرح کی ہے جو قال اقول کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کی یہ شرح نہایت عمدہ اور مقبول ہے۔ اور اس پر بہت سے حضرات نے حاشیہ بھی لکھا ہے۔ مثلاً علامہ بردعی نے حاشیہ لکھا اور اس حاشیہ پر حاشیہ شیخ یحییٰ بن نصوح بن اسرائیل نے لکھا اور قال اقول پر شیخ محی الدین تاشی۔ علامہ شروانی۔ مولانا قرہ جہ احمد (م ۹۵۴ھ) فاضل ابیوردی اور دیگر منطقیوں نے بھی حاشیے لکھے ہیں۔

(کشف الظنون طبع جدید ص ۲، ج ۱)

صاحب ایساغوجی وہدایۃ الحکمۃ

شیخ ابہری

(م سنہ ۶۶۰ھ)

نام مفضل بن عمر لقب اثیر الدین۔ روم میں ابہر نامی ایک مقام ہے یہ وہیں کے رہنے والے تھے۔ اسی لئے ابہری کہلاتے ہیں۔

آپ بڑے پایہ کے محقق فاضل اور منطقی تھے آپکا علمی مقام اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ امام فخر الدین رازی کے شاگردوں میں تھے چنانچہ ابن العربی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں سنہ ۶۳۲ھ کے حدود میں امام فخر الدین رازی کے تلامذہ میں سے حسب ذیل حضرات بڑے صاحب فضل بلند مرتبت تصنیف والے اور منطق و فلسفہ میں گوئے سبقت لیجانے والے تھے۔ خراسان میں زین الدین الکشی اور قطب الدین مصری بمصر میں افضل الدین خونجی۔ دمشق میں شمس الدین خسرو شاہی اور روم میں اثیر الدین ابہری (معجم المطبوعات تذکرۂ ابہری)

آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ جنمیں سے ایساغوجی منطق میں اور ہدایۃ الحکمۃ فلسفہ میں مدارس عربیہ میں داخل درس ہے۔ آپکے سن وفات میں بہت اختلاف ہے۔ صاحب کشف الظنون نے سنہ ۷۰۰ھ میں لکھا ہے اور فہرست کتبخانہ مصریہ میں ہے کہ سنہ ۷۰۰ھ کے حدود میں وفات پائی۔ اور جرجی زیدان نے آپکی تاریخ وفات سنہ ۶۶۳ھ لکھی ہے۔ اور صاحب معجم سنہ ۶۶۰ھ لکھتا ہے۔ ہم اسی آخر الذکر قول کو ترجیح دیتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

(معجم المطبوعات العربیہ تذکرۂ ابہری)

صاحب تہذیب مختصر المعانی ومطول
وشرح العقائد وتلویح

علامہ تفتازانی

۷۲۲ھ - ۷۹۱ھ

نام مسعود بن عمر بن عبداللہ اور لقب سعد الدین تھا۔ شہر تفتازان میں جو خراسان میں واقع ہے ۷۲۲ھ میں پیدا ہوئے۔

(حدائق الحنفیہ۔ صفحہ ۳۰۰)

آپ کی تعلیم علامہ قطب اور شیخ عضد سے ہوئی۔ آپ نحو وصرف اور معانی وبیان کے امام تھے۔ اور اصول مذہب اور منطق وغیرہ کے زبردست ماہر تھے۔ یہاں تک کہ اطراف و اکناف میں بڑی شہرت حاصل کی۔ پھر عرصۂ دراز تک امیر تیمور لنگ کے یہاں صدالصدور کے عہدہ پر فائز رہے۔ (")

علامہ کفوی کا بیان ہے کہ آپ جیسا عالم آنکھوں نے کسی اور کو نہیں دیکھا۔ حتیٰ کہ سید شریف جرجانی جیسے صاحب علم اور باکمال بھی آپ کی تعریف میں رطب اللسان رہتے۔ لیکن امیر تیمور کے دربار میں جس وقت سید شریف اور آپ کے درمیان مناظرہ اور مباحثہ ہوا اسکے بعد ان دونوں میں تعلقات کچھ کشیدہ سے ہو گئے تھے۔ جسکی بنا پر سید شریف ہمیشہ آپ کے اقوال کی تردید کرنے کی کوشش کرتے تھے (")

آپ کے مسلک میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ حنفی تھے اور

بعض کہتے ہیں کہ شافعی تھے۔ لیکن عام لوگوں کا خیال ہے کہ آپ حنفی تھے۔ اور آپ کو فقہ حنفی سے بڑی رغبت تھی۔ چنانچہ فقہ حنفی میں آپ کی بہت سی تصنیفات پائی جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں آپ قضائے حنفی کے متولی بھی رہ چکے ہیں۔ نیز آپ کی علمی جلالت شان کو بتاتے ہوئے لوگوں نے لکھا ہے کہ آپ کے دور میں مذہب حنفی اور علوم وفنون کی ریاست آپ ہی پر ختم ہوئی تھی۔ (حدائق الحنفیہ ص۳)

آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں شرح عقائد نسفی۔ تلخیص المفتاح کی شرح مطول اور مختصر المعانی۔ تلویح حاشیہ توضیح۔ تہذیب مدارس اسلامیہ میں عام طور پر پڑھی پڑھائی جاتی ہیں۔ اور بڑی مقبول ہیں۔

علاوہ ازیں آپ نے سراجی کی شرح۔ ہدایہ کا تکملہ۔ فتاویٰ حنفیہ۔ شرح تلخیص۔ جامع الکبیر۔ حاشیہ کشاف ناکمل۔ شرح زنجانی۔ شرح شمسیہ۔ شرح خطبۂ ہدایہ (ناتمام) شرح عضد۔ کتاب الارشاد۔ حاشیہ شرح مختصر الاصول۔ اور مقاصد الکلام تصنیف فرمائیں اور آپ کی یہ تمام تصنیفات مشہور و معروف ہیں۔ اور علماء و فضلاء کثرت سے استفادہ کرتے ہیں۔

روضۃ الاخیار میں آپ کی تصانیف کی تاریخ بھی لکھی ہوئی ہے جسکو ہم ذیل میں درج کر رہے ہیں۔

سب سے پہلے آپ نے سولہ سال کی عمر میں ماہ شعبان سنہ ۷۳۸ھ میں زنجانی کی شرح لکھی۔ پھر ماہ صفر سنہ ۷۴۲ھ میں ہرات میں مطول لکھی۔ پھر مختصر المعانی مقام غجدوان میں سنہ ۷۵۶ھ میں تصنیف کی۔ اور ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ۷۵۲ھ میں مقام مزارجام

شرح رسالہ شمسیہ۔ تلویح حاشیہ توضیح ۷۵۸ھ مقام گلستان وترکستان میں شرح عقائد نسفی ماہ شعبان ۷۶۸ھ میں۔ حاشیہ شرح مختصر الاصول ۷۷۰ھ میں کتاب الارشاد ۷۷۴ھ میں مقام خوارزم میں۔ مقاصد الکلام اور اسکی شرح ماہ ذیقعدہ ۷۸۴ھ میں۔ اور تہذیب المنطق والکلام ماہ رجب ۷۸۹ھ میں۔ اور شرح مفتاح ماہ شوال ۷۸۹ھ میں سمرقند میں۔ فتاویٰ حنفیہ ماہ ذیقعدہ ۷۶۹ھ میں ہرات میں۔ مفتاح الفقہ ۷۷۲ھ میں۔ شرح تلخیص جامع کبیر ۷۸۶ھ میں سرخس میں۔ در شرح کشاف ماہ ربیع الآخر ۷۸۹ھ میں تصنیف فرمائیں۔

روضۃ الاخبار المنتخب من ربیع الابرار بحوالہ

(حدائق حنفیہ ص ۳۰۱)

آپ نے سمرقند میں اتوار کے دن ۱۰ محرم ۷۹۱ھ میں وفات پائی۔ اور مقام سرخس میں مدفون ہوئے۔

(حدائق الحنفیہ ص ۳۰۱)

صاحب شرح تہذیب

عبداللہ بن حسین یزدی

(متوفی ۱۰۱۵ھ)

یہ کتب درسیہ کی مشہور کتاب شرح تہذیب کا مصنف ہے اپنے دور کا زبردست محقق اور علامہ تھا چنانچہ اس سے بہاء عاملی اور مرزا ابراہیم ہمدانی جیسے مشہور و معروف اہل علم نے مختلف علوم و فنون حاصل کئے (طرب الاماثل ص۲۴۲) علامہ فرنگی محلی طرب الاماثل میں لکھتے ہیں۔

علامۃ زمانہ بغیر دفاع وخاتمۃ المحقق العجم من غیر نزاع (طرب الاماثل ص۲۴۲)

یہ بلا پس و پیش اپنے زمانہ کا علامہ اور بلاد عجم کا آخری محقق تھا۔

علمی بڑائی کے ساتھ ساتھ قد و قامت میں بھی بڑا تھا اور نہایت خوبصورت تھا۔ چہرہ پر ہمہ وقت سکون و اطمینان نظر آتا تھا کہ اگر کسی مسئلہ پر بحث کرتا جب بھی سکون اور وقار کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑتا۔ اور اپنی مقتضائے شان کے مطابق بحث و مناظرہ میں ہمیشہ انصاف سے کام لیتا۔ اسکی کتاب شرح تہذیب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ شیعہ مذہب رکھتا تھا کیونکہ خطبہ میں علی آلہ و اصحابہ کی تفسیر میں لکھتا ہے

وآل النبی ھم عترتہ المعصومون (شرح تہذیب) نبی کی آل سے مراد آپ کی معصوم اولاد ہیں۔

شرح تہذیب کے علاوہ اسنے متعدد کتابیں تصنیف کیں جنمیں سے فقہ میں شرح القواعد شرح العجالہ مختصر المعانی کا حاشیہ اور مختصر المعانی کے حاشیہ خطائی پر حاشیہ قابل ذکر ہے۔ اسکے تمام تصنیفات نہایت عمدہ اور لوگوں کیلئے بہت نفع بخش ہیں علامہ فرنگی محلی فرماتے ہیں وکلھا مرغوبۃ ممتعۃ (طرب الاماثل ص۲۴۲)

اور تمام کتابیں پسندیدہ اور نفع بخش ہیں۔

اسنے شہر اصفہان میں ۱۰۱۵ھ میں وفات پائی (طرب الاماثل ص۲۴۲)

صاحب شمسیہ وحکمۃ العین

علّامہ قزوینی

(م ۶۷۵ھ)

نام علی بن عمر محمد۔ کنیت ابوالحسین اور لقب نجم الدین تھا۔ اور دبیران کاتبی کے ساتھ مشہور تھے۔ قزوین کے باشندے تھے اسلئے قزوینی کہے جاتے ہیں۔ نصیر الدین طوسی صاحب تحریر اقلیدس کے شاگرد تھے۔ منطق آپ کا مختصر مگر نہایت ٹھوس رسالہ بہت مقبول اور متداول ہے۔ اور مدارس عربیہ میں داخل درس ہے۔ یہ رسالہ آپ نے خواجہ شمس الدین محمد کیلئے لکھا تھا۔ اسلئے اس مناسبت سے اسکا نام شمسیہ رکھا اسکی شرح قطب الدین رازی (م ۷۶۶ھ) نے لکھی ہے جو قطبی کے نام سے مشہور ہے۔ اور عام طور پر مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ آپ نے حکمت میں بھی ایک عمدہ رسالہ حکمت العین کے نام سے لکھا۔

آپ نے ۶۷۵ھ میں وفات پائی۔

(کشف الظنون ص ۴۵ ج ۱)

صاحب قطبی و شرح اشارات و شرح مطالع الانوار

قطب الدین رازی

(م ۷۶۶ھ)

نام محمد بن محمد. کنیت ابو عبداللہ. لقب قطب الدین. اور قطب تحتانی کے ساتھ مشہور ہوئے. رَیّ جو بلاد دیلم کا ایک شہر ہے وہاں کے باشندے تھے اسلئے اسکی طرف منسوب کرکے رازی کہا جاتا ہے.

علامہ سیوطی نے اپنی کتاب بُغیۃ الوعاۃ میں حرف میم میں آپ کا ذکر کیا ہے اور اُنہوں نے آپ کا نام محمود بن محمد رازی لکھا ہے۔

(بُغیۃ الوعاۃ بحوالہ التعلیقات السنیہ ص۵۲)

ابن شہبہ طبقات الشافعیہ میں لکھتے ہیں کہ آپ نے قرب وجوار کے شہروں میں پہلے علوم عقلیہ حاصل کئے. اور انہیں خصوصی استعداد پیدا کر لینے کے بعد علوم شرعیہ حاصل کئے اور علامہ عضد کی خدمت میں رہ کر اُن سے اکتساب کیا اسکے بعد دمشق چلے گئے. اور وہیں ان کی وفات ہوئی.

علامہ تاج الدین سبکی آپ کی علمی جلالت شان بایں الفاظ بیان فرماتے ہیں

امام مبرز فی المعقولات اشتھر اسمہ معقولات میں چوٹی کے امام تھے آپکا

ولعل حیتہ «التعلیقات السنیہ» نام مشہور ہے اور دور دور از مقامات تک آپکی شہرت ہے آگے پھر لکھتے ہیں ۔

وبحثنا معہ فوجدناہ اماما فی المنطق والحکمۃ عالما بالتفسیر والمعانی والبیان مشارکا فی النحو یتوقد ذکاء (..)

ہم نے اُن کے ساتھ مباحثہ کیا تو انہیں منطق وحکمت کا امام پایا۔ اور تفسیر اور معانی اور بیان اور نحو کا بہترین جاننے والا پایا۔ آپکی ذہانت وذکاوت پیشانی میں درخشاں تھی

علامہ السنوی اپنے طبقات میں رقمطراز ہیں ۔

کان ذا علوم متعددۃ وتصانیف مشہورۃ (..)

آپ متعدد علوم میں دسترس رکھتے تھے اور مشہور تصانیف والے تھے ۔

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں ۔

کان احد المتکلمین العالمین بالمنطق (..)

متکلمین میں سے جو لوگ منطق میں ماہر تھے آپ اُن میں کے ایک فرد تھے ۔

آپ کی تصنیفات بہت مشہور ومعروف اور مقبول ومتداول ہیں جن میں سے شرح مطالع، شرح اشارات، شرح شمسیہ (یعنی قطبی) درس نظامی میں داخل درس ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے شرح حاوی چار جلدوں میں لکھی ۔ لیکن ابن رافع کا بیان ہے کہ وہ ابھی نامکمل ہے۔ کشاف پر سورۂ طٰہٰ تک حاشیہ لکھا ۔ اور ایک مستقل رسالہ تصور وتصدیق میں لکھا ہے جو الرسالۃ القطبیۃ کے نام سے مشہور ہے۔ حاشیہ اشارات لکھا ہے جو محاکمات کے نام سے مشہور ہے ۔ (..)

آپ کی تصنیفات کے سلسلہ میں علامہ فرنگی محلی فرماتے ہیں۔

وکلها تدل علی جودة طبعه و استقامة فهمه (۳)	اور تمام کتابیں آپکی جودت طبع اور فہم کی درستگی پر دلالت کرتی ہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ حنفی تھے۔ لیکن اسکی کوئی سند نہیں ملتی۔ البتہ آپ کے شافعی المسلک ہونے پر ثبوت ملتا ہے۔ لہذا لوگوں نے آپ کو شافعی بتایا ہے حافظ ابن کثیر کا بیان ہے کہ آپ نے ذی قعدہ ۷۶۶ھ میں وفات پائی۔ علامہ سیوطی نے بھی بغیۃ الوعاۃ میں یہی سن بیان فرمایا ہے۔

(التعلیقات السنیہ علی الفوائد البہیۃ ص۵۳)

صاحب سلم العلوم و مسلم الثبوت

قاضی محب اللہ بہاری

(متوفی ۱۱۱۹ھ)

نام محب اللہ۔ والد کا نام عبد الشکور تھا۔ صوبہ بہار میں کڑہ نامی ایک موضع میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتابیں متفرق مقامات میں جاکر پڑھیں پھر قطب شمس آبادی کے حلقہ درس میں شامل ہوئے۔ اور وہاں سے علم کے آفتاب و ماہتاب بن کر نکلے۔ آپ بہت بڑے فقیہہ اُصولی اور منطقی تھے۔ اور ان علوم کے تمام اُصول و فروع پر حاوی اور علم کے سمندر تھے (حدائق الحنفیہ ۴۲۱)

علوم و فنون کی تکمیل کے بعد دہلی تشریف لیگئے اور وہاں جاکر عالمگیر بادشاہ سے ملے تو آپ نے آپکو لکھنؤ کا قاضی بنا دیا۔ کچھ دنوں تک آپ نے وہاں قضا کا کام کیا پھر اس عہدہ پر وہاں سے حیدرآباد منتقل کردیے گئے۔ پھر عالمگیر نے عہدۂ قضا سے معزول کرکے اپنے پوتے رفیع القدر بن معظم کی اتالیق پر مامور کیا (حدائق الحنفیہ ۴۲۱)

جب عالمگیر نے اپنی آخری عمر میں کابل کی حکومت اپنے بیٹے شاہ عالم کے سپرد کی اور خود بھی کابل گیا۔ تو آپ کو بھی ساتھ لے گیا تھا۔

پھر جب عالمگیر کی وفات پر ۱۱۱۸ھ میں اسکا بیٹا عالم شاہ کابل سے ہندوستان آیا تو اُسنے ہندوستان میں آپ کو مختلف ریاستوں کا صدر بنا دیا۔ اور فاضل خاں کا لقب دیا۔

آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں جن میں سے سلم العلوم فن منطق میں بڑی عمدہ اور نفیس کتاب ہے۔ یہ کتاب لکھ کر آپ نے منطق میں ایک زندگی پیدا کردی۔ یہ کتاب ایسی مقبول اور متداول ہے کہ تقریباً تمام مدارس عربیہ میں پڑھی پڑھائی جاتی ہے اور اساتذہ بڑے اہتمام کے ساتھ نہایت بسط و تفصیل سے اسمیں تقریریں کرتے ہیں۔ اور جابجا نکتہ بحثیا اسکی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ کثرت سے علماء و فضلاء نے اسکی شرحیں

لکھی ہیں۔ چنانچہ ملا مبین۔ ملا حسن۔ قاضی مبارک۔ حمد اللہ وغیرہ اسکی مشہور شرحیں ہیں جو آج درس نظامی میں داخل ہے۔

اسی طرح اصول فقہ میں "مسلم الثبوت" آپ کی نہایت معرکۃ الآراء تصنیف ہے اور اپنی نوعیت کی بے نظیر تصنیف ہے۔ جس طرح آپ نے "مسلم العلوم" لکھ کر منطق میں زندگی پیدا کی۔ اسی طرح "مسلم الثبوت" لکھ کر اصول فقہ کو فروغ دیا۔ اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ علم معقول و منقول میں کامل دستگاہ اسی وقت ہو سکتی ہے۔ جب کہ اصول فقہ کو پڑھا جائے۔ اس کے بغیر یہ دونوں علوم ناقص رہتے ہیں۔

یہ کتاب بھی درس نظامی میں داخل درس ہے اور بڑے اہتمام کیساتھ پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔ اور علماء نے اسکی بھی متعدد شرحیں لکھی ہیں۔

علاوہ ازیں آپ کے تصنیفات میں سے مسئلہ جزء لا یتجزیٰ میں جوہر الفرد نہایت مقبول اور متداول ہے۔

آپ نے ۱۱۱۹ھ میں وفات پائی۔

(حدائق الحنفیہ ص۴۳۱)

صاحب شرح سلم

مُلّا مبین

سنہ ۱۱۵۰ھ — م سنہ ۱۲۲۵ھ

بحر العلوم کے بعد سب سے کثیر التصانیف اور بے مثل مطالب حل کرنے والے جامع معقول و منقول، حاوی فروع و اصول اور واعظ و محدث تھے۔ کتب درسیہ اول تا آخر ملا حسن سے پڑھیں طالب علمی ہی سے ذہانت و ذکاوت اور جودت طبع کے آثار نمایاں تھے۔ اُستاد اپنے لائق شاگرد کی قابلیت دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

فراغت کے بعد تدریس و تالیف کا سلسلہ شروع ہوا۔ اُستاذ کے سامنے ہی آپکا حلقہ درس بہت وسیع اور مشہور ہو گیا۔ ملا حسن کے رام پور جانے کے بعد ان کے تمام طلبہ آپ کے حلقہ درس میں آ گئے یہاں آپ کا شہرۂ علم دور دور تک پہنچا۔ اور عوام و خواص سب کی نگاہ میں آپ ہر دلعزیز ہو گئے۔

آپ ہر جمعہ کو فرنگی محل کی جامع مسجد میں وعظ فرماتے۔ ایسا شیریں بیان اور پر تاثیر وعظ ہوتا کہ ہر وعظ میں سیکڑوں آدمی موجود ہوتے۔ اور جیسے ہی وعظ شروع ہوتا لوگ زار و قطار رونے لگتے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جوں ہی آپ فرماتے کہ "اللہ جل شانہ فرماوتے ہیں" حاضرین بیقرار ہو جاتے۔ ہزارہا حدیث ایک وعظ میں بیان فرماتے جس سے حدیث میں کمال وسعت نظر ظاہر ہوتی ہے۔ نہایت رقیق القلب تھے۔

چنانچہ وعظ بیان کرتے وقت خود بھی رویا کرتے تھے۔

آپ معقولی ہونے کے ساتھ ساتھ بزرگان دین سے بھی کافی لگاؤ رکھتے تھے۔ حضرت مولانا شاہ حقانی رح حضرت شاکر اللہ رح اور حضرت مولانا انوار الحق رح کے ساتھ بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ اور ان کی خدمات میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ شاہ حقانیؒ نے آپ کو سبز عمامہ عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ نے مرنے سے پہلے اپنی اولاد کو وصیت کر دی تھی کہ یہ عمامہ قبر میں ساتھ رکھ دیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ شاہ صاحبؒ نے ایک درویشانہ تاج بھی آپکو عنایت فرمایا تھا جو اب تک محفوظ ہے۔

آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں جنہیں مستقل تصانیف حسب ذیل ہیں۔ شرح سلم مکمل جو ملا مبین کے ساتھ مشہور ومعروف ہے۔ اور مدارس عربیہ میں داخل نصاب رہ چکی ہے۔ اور شرح سلم الثبوت تا ختم مبادی کلامیہ۔ حواشی زواہد ثلاثہ مع بحث ثناۃ بالتکریر مذکورہ صدرا۔ کنز الحسنات فی مسائل الزکواۃ۔ شرح اسماء حسنیٰ۔ ترجمہ حکایات الصالحین۔ شرح تبصرہ تصوف میں۔ وسیلۃ النجاۃ۔ جواہر الفوائد وغیرہ ان مستقل تصنیفات کے علاوہ آپ نے کتب درسیہ کی اکثر کتابوں پر تعلیقات بھی لکھی ہیں۔

آپ نے ۷۰ سال کی عمر میں ۲۲ ربیع الثانی ۱۲۲۵ھ میں انتقال فرمایا۔

(تذکرۂ علماء فرنگی محل مؤلفہ مولوی عنایت اللہ صہ
ونزہۃ الخواطر صہ ۳۰۳ جلد ۷)

صاحب شرح سلم وحاشیہ عبد العلی
بر میر زاہد رسالہ

بحر العلوم لکھنوی

(متوفی ۱۲۲۵ھ)

نام ملّا عبد العلی محمد۔ بن نظام الدین محمد۔ کنیت ابو العبّاس اور لقب بحر العلوم اور ملک العلما تھا تعلیم آپ کی والد محترم ملا نظام الدین محمد لکھنوی سے ہوئی۔ سترہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے۔ (حدائق الحنفیہ ۴۶)

آپ بڑے جیّد عالم تھے۔ تحقیق میں یکتائے روزگار اور علم منقول ومعقول فقہ اور اُصول فقہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ آپکے علم کی ایسی شہرت ہوئی کہ تھوڑی سی عمر میں اپنے زمانہ کے فضلاء پر فوقیت حاصل کرلی (ایضاً)

علوم ظاہری کے ساتھ علوم باطنی سے بھی آراستہ تھے یعنی صاحب طریقت ومعرفت تھے آپ فرماتے تھے کہ مجھ کو عالم رویا میں سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی ہے۔ اور انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی بیعت میں داخل فرمایا اور تعلیم وارشاد وطریقت کا حکم دیا ہے لہٰذا میں خاص انکا ہی مرید ہوں۔ اور ان کے واسطے سے سرکار دوجہاں جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیا تو مجھ کو بیعت کا سلسلہ انتساب ہوتا ہے۔ چنانچہ جو شخص آپ سے اس سلسلہ میں بیعت کرتا تھا آپ اسکو اسی ایک واسطے سے شجرہ لکھ کر دیدیا کرتے تھے (")

نیز آپ نے دیگر سلاسل میں اپنے والد ماجد سے اجازت حاصل کی تھی آپ نے کثرت سے لوگوں کو مرید نہیں کیا۔ آپ کے مریدوں کی تعداد معدودے چند تھی (")

آپ نواب فیض اللہ خاں کے زمانہ میں لکھنؤ سے رام پور تشریف لائے۔ یہاں ایک برس تک رہے۔ سو روپے ماہوار آپ کا وظیفہ رہا۔ پھر ایک برس کے بعد مدراس چلے گئے۔ وہاں نواب محمد علی خاں والی صوبۂ ارکاٹ نے آپ کی بڑی تعظیم کی۔ آخر حیات تک وہیں قیام کیا۔

آپ کے شاگردوں میں بڑے مشہور اور نامور حضرات پیدا ہوئے جیسے ملا عمران رامپوری۔ مولوی رستم علی۔ مولوی غلام نبی شاہجہانپوری محشیان رسالہ میر زاہد۔ مولوی محمد جیلانی مصنف جنگنامہ وغیرہ (")

آپ نے متعدد نفیس کتابیں اور حواشی لکھے جنمیں شرح سلم اور حاشیہ بر میر زاہد رسالہ ہر دو کتاب شامل نصاب رہی ہیں۔ علاوہ ازیں شرح سلم الثبوت۔ تکملہ شرح تحریر الأصول۔ شرح فارسی منار الانوار۔ رسالہ ارکان اربعہ۔ حاشیہ شرح ہدایۃ الحکمۃ حاشیہ میر زاہد۔ حاشیہ حواشی میر زاہد جلالی۔ شرح مواقف قدیمہ و جدیدہ اور شرح مثنوی مولنا روم وغیرہ آپکی علمی یادگاریں ہیں۔

آپ نے مدراس میں ماہ رجب ۱۲۲۹ھ میں وفات پائی۔

(حدائق الحنفیہ ص ۴۶۱)

صاحب ملّاحسن

ملّاحسن

(م ۱۱۰۹ھ)

نام نامی محمد حسن بن قاضی غلام مصطفےٰ ابن ملّا محمد سعد بن قطب شہید تھا۔ آپ کتب درسیہ کی مشہور و متداول کتاب ملاحسن شرح سلم العلوم کے مصنف ہیں قدرت کی طرف سے ذہانت و ذکاوت میں غیر معمولی حصّہ ملا تھا۔ علوم منطق اور حکمت و فلسفہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ چنانچہ مولانا عبدالہادی لکھنوی تذکرۃ العاکلین میں لکھتے ہیں۔

کان متبحراً فی علوم الحکمیۃ غواصًا فی بحار الفنون المنطقیۃ	علوم حکمت و فلسفہ میں ماہر اور فن منطق کے دریا میں غوطہ زن تھے

(تذکرۃ العاکلین)

ابتدائی علوم ملا کمال الدین فتحپوری سے پڑھے اور زیادہ تر کتابیں ملّا نظام الدین سے پڑھیں۔ اور رسالہ قطبیہ میں ہے کہ آپ ملّا کمال الدین کے شاگرد تھے۔ اور شاہ اسحاق خاں شاہ جہانپوری کے مرید تھے جو حضرت سید شاہ عبدالرزاق بانسویؒ قدس سرہٗ کے خلیفہ تھے۔

علمی جلالت شان کے ساتھ ساتھ لکھرا اور بیدار مغزی کوٹ کوٹ کر بھری

ہوئی تھی۔ کہ بڑے بڑے ثقہ اہل علم نے آپ کی شان میں فرمایا کہ اگر بو علی سینا ہوتے اور اُن سے ملا حسن کا مباحثہ ہوتا تو آپ ہی غالب ہوتے (..)

ایک مرتبہ اپنے اُستاد ملا نظام الدین کے ساتھ کسی مسئلہ پر بحث کر رہے تھے۔ اُستاد نے فرمایا کہ شیخ بو علی سینا نے شفا میں ایسا ہی لکھا ہے۔ لہذا اس کی مخالفت کرتے ہو۔ آپ نے کہا کہ شیخ نے اگرچہ یہ بات لکھی ہے لیکن میں یہ کہتا ہوں۔ اور عقلی اُمور میں ہر ایک آزاد ہوتا ہے۔ شیخ بو علی سینا کی تقلید ضروری نہیں ہے۔

آپ اس درجہ قوی الحافظہ تھے کہ کتب متداولہ کی عبارات کثرت سے حفظ تھیں۔ حتیٰ کہ اگر طالب علم کوئی کتاب لیکر پوچھنے کے لئے آتا تو کئی کئی سطر آگے پڑھ دیا کرتے۔ (٥)

آپ نے متعدد کتب تصنیف کیں۔ جن میں سے ملا محب اللہ بہاری کی سلم العلوم کی شرح بہت مشہور و معروف ہے اور عام طور سے مدارس عربیہ میں پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔ اور اس اہمیت کے پیش نظر اسکے پڑھانے میں غیر معمولی اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہ شرح صرف موجہات کی بحث تک ہے۔

اس کے علاوہ آپ کی تصانیف میں شرح مسلم الثبوت۔ شرح ہدایۃ الحکمۃ کا حاشیہ۔ شمس بازغہ کا حاشیہ۔ شرح مواقف سے متعلق حواشی زاہدیہ پر حاشیہ رسالہ قطبیہ کے حواشی زاہدیہ پر حاشیہ اور معارج العلوم (منطق میں) غایۃ العلوم (حکمت میں) بہت مشہور و معروف ہیں۔ اور اساتذہ اور تلامذہ سب ہی کے درمیان متداول ہیں۔

آپ نے لکھنؤ محلہ فرنگی محل میں ایک مدت تک قیام کیا۔ اور تدریس کا کام انجام دیتے رہے۔ پھر رام پور گئے۔ وہاں نواب فیض اللہ خاں نے آپ کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔

آپ کے کئی عقد ہوئے۔ پہلا عقد ملا عبد الحق کی دختر سے ہوا۔ کوئی اولاد نرینہ نہ چھوڑی۔ دوسرا عقد صفی پور میں ہوا۔ ان سے ایک صاحبزادے مولوی غلام دوست محمد پیدا ہوئے۔ اور دو عقد آپ کے رام پور میں ہوئے۔ پہلی سے مولوی عبد اللہ پیدا ہوئے جو باپ کی طرح عالم و فاضل تھے۔ دوسری سے مولوی اسحاق اور مولوی محمد یوسف پیدا ہوئے۔ ان دونوں نے پڑھنے کے بعد تدریسی خدمات انجام دیں (احوال علمائے فرنگی محل ص۲۴)

آپ نے وہیں ریاست رام پور میں شہر مصطفےٰ آباد میں بزمانۂ سلطان شاہ عالم ۲ صفر ۱۰۹ھ میں وفات پائی۔

(تذکرۃ الصالحین)

صاحب شرح سلم العوام

قاضی مبارک

(م ۱۱۶۲ھ)

نام مبارک بن محمد دائم بن عبد الحیٰ بن عبد الحلیم بن مبارک۔ گوپامئو میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو ونما پائی۔ اور گوپامئو میں رہ کر قاضی بدرالدین گوپامئوی سے علم حاصل کیا۔ پھر تحصیل علم کے سلسلہ میں دوسرے شہروں کا سفر کیا۔ اور شیخ محدث صبغۃ اللہ حسینی خیرآبادی سے پڑھا پھر دہلی گئے اور وہاں کافی جد وجہد کے ساتھ علم کی تحصیل میں لگے رہے حتی کہ مختلف علوم وفنون میں یکتائے روزگار ہوئے۔ فراغت کے بعد دہلی میں تدریس کا کام کرنے لگے اور عرصہ دراز تک یہ خدمت انجام دیتے رہے جس کی وجہ سے آپ اس درجہ مشہور ہوئے کہ اپنی تعریف وتوصیف سے مستغنی ہو گئے۔ چنانچہ صاحب نزہۃ تحریر فرماتے ہیں

كان من مشاهير الأذكياء. له شهرة مغنية عن الاطناب في وصفه (نزہۃ الخواطر ج ۶)

آپ مشہور ترین ذہانت اور ذکاوت والوں میں تھے۔ اور آپ کو ایسی شہرت حاصل تھی کہ تعریف وتوصیف کی زیادتی سے آپ بے نیاز تھے

آپ علمی فضل وکمال کے ساتھ بڑے عالی النسب بھی ہیں۔ آپ کے نام کے ساتھ گوپامئوی کی نسبت کیساتھ ناصحی کی نسبت بھی کیجاتی ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ آپ شیخ مبارک اولیا ناصحی بلخی کی اولاد میں سے تھے۔ اسلئے اس عالی نسبت کیساتھ منسوب کئے گئے ہیں۔

صاحب معجم المطبوعات العربیہ والمعربہ نے آپ کے نام میں شک ظاہر کرتے ہوئے یوں لکھا ہے مبارک شاہ یا محمد بن مبارک یا مبارک علی یا علی باشا مبارک یا مبارک محمد الادیبی الفاروقی۔ اور صاحب نزہۃ الخواطر نے مبارک بن محمد دائم لکھا ہے۔ جیسا کہ اوپر ہم نے تحریر کیا ہے۔ اور ہمارے نزدیک یہی زیادہ راجح ہے۔ کیونکہ صاحب معجم الیاس سرکیس الیاس ایک غیر ملکی عیسائی مصنف ہے۔ اگر اسکو قطعی طور پر نام اسکا معلوم نہ ہو سکا تو مستبعد نہیں ہے۔ اور صاحب نزہۃ لکھنؤ کے باشندے تھے اور علماء کی سوانح کے سلسلہ میں غیر معمولی شغف رکھتے تھے۔ لہٰذا صاحب نزہۃ کا قول زیادہ قرین قیاس ہوگا۔

آپ کی تصنیفات میں قاضی محب اللہ بہاری کی سلم کی نہایت بسیط شرح ہے جسکی تصنیف سے ۷ ربیع الاول ۱۱۴۲ھ پنجشنبہ کے دن آپ فارغ ہوئے تھے۔ یہ شرح راقم السطور کے علم میں صرف تصورات کی شرح ہے جو قاضی مبارک کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ یہ شرح اپنی نوعیت کی بے نظیر شرح ہے۔ اسمیں خوب منطقانہ نکتہ سنجیاں پیدا کی گئی ہیں۔ جو مصنف کی انتہائی ذکاوت اور ذہانت پر دلالت کرتی ہیں یہ کتاب علماء میں اسقدر مقبول ہوئی کہ شامل نصاب کرلی گئی۔

علاوہ ازیں رسالہ قطبیہ پر میر زاہد نے جو حاشیہ لکھا ہے آپ نے اُسپر تعلیقات لکھی ہیں۔ اور شرح تہذیب پر بھی تعلیقات لکھی ہیں۔ آپ نے ۵ شوال ۱۱۶۲ھ میں گوپامئو میں وفات پائی۔ اور وہیں اپنے دادا کے مدرسہ کے زاویہ میں مدفون ہوگئے

(نزہۃ ص۲۴۳ ج ۶)

صاحب شرح سلم

حمد اللہ سندیلوی

(م سنہ ۱۱۶۰ھ)

نام حمد اللہ بن شکر اللہ بن دانیال بن پیر محمد تھا۔ لکھنؤ سے قریب ایک بستی سندیلہ ہے۔ وہیں کا رہنے والا تھا۔ اسلئے سندیلوی کہا جاتا ہے۔ نسب کے لحاظ سے صدیقی اور مذہب کے لحاظ سے شیعہ تھا۔ یہ سندیلہ میں پیدا ہوا۔ اور وہیں نشو ونما پائی شیخ کمال الدین فتحپوری اور شیخ نظام الدین بن قطب الدین انصاری سہالوی سے تعلیم حاصل کی۔ تعلیم میں ساری توجہ منطق و فلسفہ پر مرکوز رہی۔ یہاں تک کہ اپنے فن کا زبردست امام بن گیا۔

صاحب نزہتہ لکھتے ہیں

کان من الاساتذۃ المشھورین فی ارض الھند (نزہتہ ص۔۔ ج ۶)	یہ ہندوستان کی سرزمین میں مشہور اساتذہ میں تھا۔

ایک جگہ لکھتے ہیں۔

انتھت الیہ الامامۃ۔ فی العلم و التدریس (نزہتہ ص۔۔ ج ۶)	علم و تدریس میں امامت اسی پر ختم تھی

ابوالمنصور خاں صاحب اودھ سے اس کے لئے سلطان الہند احمد شاہ دہلوی سے سفارش کی تو احمد شاہ دہلوی نے چند گاؤں بطور جاگیر کے دیئے۔ اور بادشاہ کی طرف سے فضل اللہ کا لقب بھی ملا۔ جاگیر ملنے کے بعد اُس نے سندیلہ میں ایک بہت بڑا مدرسہ بھی قائم کیا۔

اس نے متعدد مفید کتابیں تصنیف کی ہیں۔ جن میں مشہور ترین محب اللہ بہاری کی سلم العلوم پر مفصل و مبسوط شرح لکھی ہے۔ جو حمد اللہ کے نام سے مشہور و معروف ہے یہ کتاب اس درجہ مقبول ہوئی کہ علماء نے اس کو مدارس عربیہ میں داخل نصاب کر لیا۔ علاوہ ازیں علامہ جونپوری کی شمس بازغہ پر اور شرح ہدایۃ الحکمۃ للشیرازی پر تعلیقات لکھیں اور شیخ علی کی زبدۃ الاصول کی شرح لکھی۔

اس نے ۱۱۶۰ھ میں ہندوستان کے دارالسلطنت یعنی دہلی میں وفات پائی۔ اور وہیں شیخ قطب الدین اوشی کے مقبرہ میں مدفون ہوا۔

(نزہۃ الخواطر ص ج ۶)

صاحب ملا جلال و عقائد جلالی

علامہ دوّانی

۸۳۰ھ م ۹۰۸ھ

نام محمد بن اسعد۔ لقب جلال الدین۔ کازرون میں دوّان نامی ایک قریہ کے رہنے والے تھے۔ اسلئے دوّانی کہلاتے ہیں

نسب کے لحاظ سے صدیقی اور مسلک کے لحاظ سے شافعی تھے۔ علوم عقلیہ ادب فقہ تفسیر اپنے والد ماجد سے پڑھی اور آپ کے اساتذہ میں ابوالمجد عبداللہ بن میمون کمانی ہیں۔ ان سے حدیث مسلسل پڑھی۔ اور سید صفی الدین عبدالرحمٰن ایجی ہیں جن سے الاربعین النوویہ پڑھی۔ اور مظہر الدین محمد کازرونی۔ محمد بن یعقوب فیروزآبادی صاحب قاموس۔ علامہ جزری۔ رکن الدین روزبہان محی الدین محمد انصاری۔ وغیرہ بڑے علماء اور ائمہ فن سے علوم عقلیہ و نقلیہ حاصل کئے۔ حتیٰ کہ حافظ ابن حجر سے بھی آپ کو شرف تلمذ حاصل ہوا۔ اور ان سے اجازت بھی حاصل کی (التعلیقات السنیہ ص۹)

یوں تو آپ تمام علوم پر گہری نگاہ رکھتے تھے۔ لیکن علوم عقلیہ میں خصوصیت کیساتھ مہارت تامہ حاصل تھی۔ چنانچہ علامہ شمس الدین سخاوی رقمطراز ہیں۔

تقدم فی العلوم سیما فی العقلیات (التعلیقات) تمام علوم میں سبقت لیگئے خصوصیت کے علوم عقلیہ میں

مولانا عبدالحئی فرنگی محلی لکھتے ہیں۔

لہ قدم راسخ فی علوم العقلیۃ ومشارکۃ فی العلوم الشرعیۃ تصانیفہ دلت علی انہ البحر بلامنازع والحبر بلامنازع (التعلیقات السنیۃ ص۹)

علوم عقلیہ میں ٹھوس معلومات رکھتے تھے اور علوم شرعیہ میں بھی معلومات تھی آپ کی تصانیف گواہ ہیں کہ آپ بالاتفاق علم کے دریا اور اسکے ماہر ہیں۔

آپ کثیر التصانیف ہیں۔ آپکی کتابیں جیسا کہ او پر معلوم ہوا بہت ٹھوس اور مفید ہیں اور بہت معرکۃ الآراء مباحث ذکر کیا کرتے ہیں۔ ان کے تصانیف میں سے شرح العقائد العضدیۃ جو عقائد جلالی کے ساتھ مشہور ہے اور شرح تہذیب المنطق جو ملا جلال کے ساتھ معروف ہے مدارس عربیہ میں داخل درس ہے اور یہ دونوں کتابیں اپنے اپنے فن میں اپنی نظیر آپ ہیں۔ علاوہ ازیں آپ کی تصانیف میں شرح ہیاکل النور۔ الحوراء والزوراء۔ شرح الزوراء دونوں حکمت میں ہیں۔ تفسیر سورۃ الاخلاص۔ رسالہ قدیمہ فی اثبات الواجب۔ مختصر عضدیہ کا حاشیہ (اصول میں) فتاوی الانوار کا حاشیہ فقہ شافعی میں۔ شرح تجرید کا حاشیہ۔ شرح مطالع کا حاشیہ۔ قطبی کا حاشیہ۔ رسالۃ فی ایمان فرعون۔ انموذج العلوم وغیرہ ہیں۔

آپ کے سن وفات کے بارے میں اختلاف ہے۔ علامہ سخاویؒ کے بعض تلامذہ نے الضوء اللامع کے حاشیہ پر ۹۱۸ھ لکھا ہے اور بعض حضرات نے سید غیاث الدین کے محاکمات کے دیباچہ سے نقل کرتے ہوئے ۹۰۸ھ بتایا ہے۔ اور یہی ارجح معلوم ہوتا ہے کیونکہ دیگر بہت سے مصنفین نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ آپ نے کل ۸۰ سال کی عمر پائی (التعلیقات السنیۃ ص۹)

صاحب میر زاہد علی ملا جلال و حاشیہ شرح مواقف

میر زاہد ہروی

(م ۱۱۰۱ھ)

میر زاہد قاضی محمد اسلم ہروی کابلی کے لڑکے تھے۔ آپ بڑے عالم متبحر اور منطق کے امام تھے۔ قدرت نے فکر و تفکر میں غیر معمولی حصہ آپ کو ودیعت کیا تھا اسی بنا پر آپ اپنے وقت کے علماء و فضلاء پر سبقت لے گئے۔ (حدائق الحنفیہ ص ۴۲۳)

آپ کے والد ماجد ہرات جو خراسان کا ایک شہر ہے وہیں کے باشندے تھے اسلئے آپ بھی ہروی کہلاتے ہیں۔ اگرچہ میر زاہد کی پیدائش ہندوستان میں ہوئی تھی۔

آپ کی تعلیم آپ کے والد ماجد سے ہوئی۔ ان کے علاوہ دیگر فضلاء ہند سے بھی تعلیم حاصل کی تعلیم سے فراغت کے بعد ۱۰۶۴ھ میں شاہجہاں بادشاہ نے کابل کا محرر بنا دیا۔ پھر جب عالمگیر بادشاہ تخت نشین ہوا تو اُسنے ۱۰۷۰ھ میں لشکر کا محاسب بنا دیا۔ کچھ دنوں کے بعد کابل کی صدارت کے عہدہ پر مامور کیا۔ ان ایام میں بہت سے طلباء نے آپ سے مختلف علوم پڑھے

آپ کے تصانیف میں حاشیہ شرح مواقف بہت مشہور و معروف ہے۔ مدارس عربیہ میں درس نظامی میں داخل درس ہے اور اونچی استعداد کے طلبہ اسکو پڑھتے ہیں۔ علاوہ ازیں علامہ دوانی کی شرح اور حاشیہ تصور و تصدیق (مصنفہ قطب الدین رازی) اور حاشیہ شرح ہیاکل آپکے تصنیفی کارنامے ہیں۔

آپ نے ۱۱۰۱ھ میں وفات پائی (حدائق الحنفیہ ص ۴۲۹)

صاحب غلام یحییٰ علیٰ میر زاہد

غلام یحییٰ بہاری

(م سنہ ۱۱ھ)

نام غلام یحییٰ، والد کا نام نجم الدین تھا۔ بہار میں باڑہ نامی ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ اور وہیں پرورش پائی اور جب سن شعور کو پہنچے۔ تو تحصیل علم کے لئے سندیلہ تشریف لائے۔ اور مدرسہ منصوریہ میں رہ کر مولانا باب اللہ جونپوری سے کتب درسیہ پڑھیں۔ پھر شیخ بدر عالم ساداموی سے طریقت وسلوک کی تعلیم حاصل کی۔ اسکے بعد لکھنؤ میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے۔

(نزہۃ الخواطر ص۲۱۰ ج ۶)

لکھنؤ میں مدت دراز تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ اسی زمانہ میں آپ نے میر زاہد پر ایک نہایت عمدہ مگر دقیق حاشیہ لکھا۔ جس کا نام لواء الہدیٰ فی اللیل والدجیٰ رکھا۔ یہ حاشیہ اس درجہ مقبول ہوا کہ شامل نصاب کر لیا گیا۔

(نزہۃ الخواطر ص۲۱۰ ج ۶)

اس حاشیہ کے مطالعہ کے بعد یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ علوم عقلیہ یعنی منطق و فلسفہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ اور قدرت نے آپ کو ذہانت و ذکاوت کا حظ وافر

عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ صاحب نزہۃ آپ کی مدح سرائی بایں الفاظ کرتے ہیں۔

الشیخ العالم العلامۃ غلام یحییٰ	شیخ عالم علامہ غلام یحییٰ ابن نجم الدین
بن نجم الدین البارھوی البہاری	بارھوی بہاری منطق وحکمت میں مہارت رکھنے
احد العلماء المبرزین فی المنطق	والے علماء میں سے تھے۔
والحکمۃ (نزہۃ الخواطر ۲۱۵ ج ۶)	

لکھنؤ ایک عرصہ دراز تک قیام کرنے کے بعد دہلی تشریف لے گئے۔ اور شیخ جانجاناں علوی دہلوی سے طریقہ نقشبندیہ کی تعلیم حاصل کرنے لگے۔ اور پانچ برس تک اُن کی خدمت میں رہے۔ پھر لکھنؤ واپس آئے۔ اور شیخ محمود قلندر کی مسجد کے قریب شیخ پیر محمد لکھنوی کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔

شیخ غلام علی دہلوی مقامات مظہریہ میں لکھتے ہیں کہ:۔

شیخ غلام یحییٰ نے پہلے قادریہ سلسلہ کے مشائخ سے سلوک کی تعلیم حاصل کی پھر اُن کو یہ سلسلہ پسند نہ آیا۔ تو دہلی شیخ جانجاناںؒ کے پاس چلے گئے۔ وہاں بھی چھ مہینے تک اُن پر کوئی روحانی کیفیت طاری نہیں ہوئی۔ تو ریاضت و مجاہدہ میں بے انتہا کوشش کرنے لگے۔ یہاں تک کہ پانچ سال میں تصوف کے تمام مقامات طے کر لئے۔ اور احسان کا درجہ حاصل کر لیا۔ پھر شیخ جانجاناں کی طرف سے خلافت عطا ہوئی۔

خلافت ملنے کے بعد آپ پر کچھ ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ آپ نے تدریسی خدمات اور علوم عقلیہ کو یکسر بھلا دیا۔ اور ہمہ وقت ذکر کی تلقین اور اپنے طریقے کی اشاعت اور مراقبہ وغیرہ میں مشغول رہنے لگے۔ حتیٰ کہ مولانا عبدالحئی فرنگی محلی آپ کے حاشیہ پر

حاشیہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں
کہ علم تصوف اور سلوک میں داخل ہونے کے بعد آپ نے معقولات کو ایسا بھلا دیا کہ ایک بار جب کہ آپ دہلی سے لکھنؤ تشریف لائے تو طلبہ نے آپ کے حاشیہ کے بعض مشکل مقامات کو پوچھا تو اس وقت آپ حل نہ کر سکے۔

(نزہۃ الخواطر ص۲۱۵ ج ۶)

آپ کے تصنیفات میں علاوہ حاشیہ مذکورہ کے "کلمۃ الحق" اور ایک رسالہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کے بحث میں قابل ذکر ہے۔ آخر الذکر رسالہ میں شاہ ولی اللہ دہلوی کا تعاقب کیا ہے جس کا جواب پھر شاہ رفیع الدین صاحب دہلویؒ نے دمغ الباطل کے نام سے لکھا اور خوب لکھا۔

آپ نے ماہ ذوقعدہ ۱۱۶۰ھ میں لکھنؤ میں وفات پائی۔ اور شیخ پیر محمد کی خانقاہ کے پاس دفن کئے گئے۔

(نزہۃ الخواطر ص۲۱۶ ج ۶)

صاحب مطالع و مواقف

عضد الدین ایجی

متوفی ۷۵۶ھ
۱۳۵۵ء

نام عبد الرحمن بن احمد بن عبد الغفار، کنیت ابو الفضل اور لقب عضد الدین تھا۔ فارس میں ایک مقام ایج ہے وہاں کے رہنے والے تھے اسلئے ایجی کہلاتے ہیں آپ اصول و معانی اور عربیت کے زبردست عالم تھے۔ وہاں کچھ دنوں قضا کے منصب پر بھی رہے۔ آپ کی ذات سے بڑے بڑے لوگ پیدا ہوئے۔ صاحب کرمان کے ساتھ کچھ کشیدگی ہو گئی تھی تو اُس نے آپ کو قلعہ میں بند کر دیا تھا۔ چنانچہ وہیں قلعہ میں آپ نے وفات پائی۔

آپ کے تصانیف میں المواقف فی الکلام اور مطالع بہت مشہور اور متداول ہیں اور یہ اس میں دسویں صدی ہجری سے شامل نصاب بھی رہی ہیں۔ ان کے علاوہ العقائد العضدیہ۔ الرسالۃ العضدیہ۔ جواہر الکلام مختصر المواقف شرح مختصر ابن الحاجب (اُصول فقہ میں) الفوائد الغیاثیہ (معانی و بیان میں) اشرف التواریخ۔ المدخل فی علم المعانی والبیان والبدیع آپ کی علمی یادگاریں ہیں۔

(الاعلام ص۲۹۵ ج ۴)

صاحب ہدیہ سعیدیہ

مولانا فضل حق خیرآبادی

(۱۲۱۲ھ م ۱۲۷۸ھ)

آپ منطق و فلسفہ کے مشہور امام مولانا فضل امام صاحب مرقاۃ (منطق) کے صاحبزادے ہیں۔ آپ ۱۲۱۲ھ میں خیرآباد ضلع سیتاپور میں پیدا ہوئے آپ کا سلسلۂ نسب سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے۔

(حدائق الحنفیہ ص۳)

آپ غیر معمولی ذہین و ذکی واقع ہوئے تھے۔ قرآن مجید صرف ۴ ماہ میں حفظ کرلیا آپ کی ساری تعلیم آپ کے والد ماجد سے ہوئی۔ البتہ حدیث شاہ عبدالقادرؒ سے پڑھی کل تیرہ برس کی عمر میں تمام علوم و فنون کی تکمیل کرلی۔

باپ کی طرح آپ بھی بڑے عالم۔ فاضل۔ فقیہ۔ محدث بالخصوص علم ادب اور لغت اور فلسفہ میں اپنے دور کے یکتائے روزگار تھے۔ تحصیل علم کے بعد آپ نے تدریس کا کام شروع کیا تو آپ کے حلقۂ درس میں ایک جم غفیر شرکت کرتا تھا۔ اور دور دراز سے آکر لوگ آپ سے شرف تلمذ حاصل کرتے تھے۔

عربی اور فارسی پر آپ کو ایسی غیر معمولی قدرت تھی کہ قلم برداشتہ عمدہ نثر اور بہترین نظم لکھتے چلے جاتے۔ چار ہزار آپ کے اشعار شمار کئے گئے ہیں۔ اور انہیں اکثر و بیشتر نبی کریم

صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح اور کفار کی ہجو میں ہیں (")

دہلی وغیرہ میں بہت سے عہدوں پر آپ مامور رہے مفتی صدر الدین خاں (صدر الصدور)

دہلوی کے ساتھ آپ کا بڑا یارانہ تھا۔(")

آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں ہیں۔ جنہیں ہدیہ سعیدیہ درس نظامی میں داخل ہے۔ یہ کتاب فلسفہ میں محض طبیعات کے موضوع پر ہے۔ اور طبیعات کے مسائل کو نہایت سلیس زبان میں عمدہ طریقہ سے بیان کیا ہے۔ چنانچہ آج وہ اکثر جگہ پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔

علاوہ ازیں آپ نے "الجنس العالی فی شرح الجواہر العالی" حاشیہ شرح سلم العلوم قاضی مبارک حاشیہ اُفق المبین۔ حاشیہ تلخیص الشفا تحقیق العلوم والمعلوم۔ روض المجود فی تحقیق حقیقۃ الوجود۔ تحقیق الاجسام تحقیق الکلی الطبعی۔ التشکیک رسالہ الماہیات اور تاریخ فتنۃ ہندوستان وغیرہ تصنیف کی ہیں (")

انگریزی گورنمنٹ نے آپ کو جزیرہ رنگون میں مقید کر دیا تھا۔ وہیں ۱۲ صفر ۱۲۷۸ھ میں قید خانہ ہی میں وفات پائی۔

(حدائق الحنفیہ ص ۴۸۳ و نزہۃ الخواطر ص ۳۴۱ ج ۷)

صاحب شرح ہدایۃ الحکمۃ

مولانا عبد الحق خیرآبادی

(۱۲۴۲ھ تا ۱۳۱۶ھ)

نام عبد الحق بن فضل حق تھا۔ لقب شمس العلما تھا۔ آپ مشہور منطقی مولانا فضل امام خیرآبادی کے پوتے اور مولانا فضل حق خیرآبادی کے لڑکے تھے۔ دہلی میں ۱۲۴۲ھ میں پیدا ہوئے۔ سولہ برس کی عمر میں درسیات سے فارغ ہوئے۔ پھر اپنے والد کے ہمراہ سہارن پور گئے۔ چند سال وہاں قیام رہا۔ پھر وہاں سے آلور گئے اور وہاں پہونچکر مہاراجہ آلور کی ریاست میں داخل ہوگئے۔ وہیں قیام کے زمانہ میں ۱۸۵۷ء کا غدر ہوا تو آپ آلور سے دہلی چلے آئے۔ جب آپ کے والد ماجد مولانا فضل حق خیرآبادی کالے پانی بھیجے گئے تو آپ اس وقت خیرآباد ضلع سیتاپور میں اپنے وطن چلے گئے۔ پھر وطن سے ریاست ٹونک تشریف لے گئے۔ وہاں دو سال تک نہایت عزت و عظمت سے رہے۔ پھر ٹونک سے کلکتہ گئے۔ آپ کی علمی شہرت ہندوستان میں خوب ہو چکی تھی۔ آپ کلکتہ پہونچکر مدرسہ عالیہ میں ملازم ہوگئے۔ وہاں چند سال رہے۔ مگر آپ کی نازک مزاجی نے وہاں زیادہ قیام کرنے نہ دیا۔ آپ اپنی وضع کے سخت پابند تھے۔ جب قدیم وضع میں تغیر کا موقع آتا تو ترک تعلق کر لیتے تھے۔ چنانچہ کلکتہ اسی بنا پر چھوڑ دیا۔ اور ریاست رام پور آئے۔ یہاں نواب سید کلب علی خاں بہادر نے ایسی عزت کی کہ پھر آپ سے اخیر تک رام پور ہی رہ گئے

نواب صاحب کے یہاں آپ حاکم مرافعہ اور مدرسہ عالیہ رام پور کے افسر رہے۔

غذا آپ کی بہت تھوڑی تھی۔ پان کثرت سے کھاتے تھے۔ صبح کے وقت ملنے والوں کا دربار لگا رہتا تھا۔ طلبہ بھی کتابیں لئے بیٹھے ہیں۔ تصنیف کے کاغذات سامنے ہیں۔ دوستوں سے باتیں بھی کرتے ہیں تصنیف کا کام بھی جاری ہے۔ طلبہ کو پڑھا بھی رہے ہیں۔ آپ کے پاس اکثر وہ طلبا آتے تھے۔ جو پہلی سب کتابیں پڑھ چکے ہوتے تھے۔ طلبا کے ساتھ بھی نازک مزاجی تھی۔ ناراض ہو کر سب کو نکال دیتے تھے۔ آپکے پڑھانے کا یہ عالم تھا کہ جس نے ایک سبق پڑھ لیا وہ دروازہ چھوڑ کر نہیں جاتا تھا۔ اور مہینہ مہینہ پھر سبق نہیں ہوتا تھا۔ طلبا، آپ کے ملنے والوں سے سفارشیں کیا کرتے تھے۔

آپ بہت خوبصورت اور حسین تھے۔ اور حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت میں بھی یکتا تھے۔ دوستوں کی پرورش۔ غرباء سے ہمدردی۔ ایثار مال سب کچھ جمع تھے۔ اسلامی جوش بہت تھا۔ انگریزی لباس اور طرز سے بیحد نفرت تھی۔ بزرگانِ دین کے حالات پر اکثر رو دیا کرتے تھے۔ آپ شاہ حاجی اللہ بخش تونسویؒ سے بیعت تھے۔

نواب صاحب کے انتقال کے بعد خیر آباد تشریف لے گئے۔ جنرل اعظم الدین خاں نے آٹھ مہینے کی رخصت بلا طلب دے دی۔ مگر آپ رخصت ختم ہونے کے بعد تشریف نہیں لائے بلکہ اسی زمانہ میں حیدرآباد چلے گئے۔ وہاں ریاست نے بڑے اہتمام اور گرمجوشی کے ساتھ آپ کا استقبال کیا اور دو سو روپے ماہانہ بطور منصب مقرر کر دیا پھر نواب سید محمد حامد علی خاں بہادر کے بااختیار ہونے پر ۲۲ مئی ۱۸۹۶ء کو رام پور آگئے۔ آپ سے نواب صاحب نے بھی معقول کے چند اسباق پڑھے اور آپ کا اعزاز

اسی طرح کیا جس طرح نواب کلب علی خاں نے کیا تھا۔ برٹش گورنمنٹ نے بلا طلب آپ کو شمس العلماء کا خطاب دیا۔ دوبارہ رام پور میں قیام فرمانے کے دو سال بعد امراض جگر کی شکایت ہوئی۔ چنانچہ آپ اپنے وطن چلے گئے۔ اور وہیں ۲۲ شوال ۱۳۱۶ھ میں وفات پائی۔ اور مخدوم شیخ سعد قدس سرہ کے مزار میں مدفون ہوئے۔ لوح مزار پر حضرت امیر مینائی مرحوم کی یہ تاریخ کندہ ہے۔

شمس العلماء بہ ظلمت دہر — چوں تیر از ابر تیرہ برجست
بر لوح مزار امیر بنویس — آرام گہ امام وقت است

۱۳۱۶ھ

آپ کی وفات کی خبر مصر میں پہونچی تو جامع ازہر میں ایک ہفتہ کی تعطیل ماتمی دی گئی۔ آپ نے ایک فرزند ارجمند مولانا اسد الحق اپنی یادگار چھوڑی۔ اب وہ بھی نہ رہے۔ آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں۔

حاشیہ قاضی مبارک۔ شرح سلاسل الکلام۔ حاشیہ جدیدہ بر غلام یحییٰ۔ رسالہ مفردہ فی تحقیق التلازم۔ شرح ہدایت الحکمۃ جو داخل نصاب ہے۔ جواہر غالیہ۔ شرح مسلم الثبوت۔ تسہیل الکافیہ۔ شرح میر زاہد امور عامہ حاشیہ حمد اللہ شرح سلم العلوم (تذکرۂ کاملان رام پور ص۱۹۹ وتذکرۂ علماء حال ص۳۲ وتذکرۂ علمائے ہند ص۱۱۰)

صاحب شرح حکمۃ الاشراق

قطب شیرازی

سنہ ۷۱۰ھ
۱۳۱۱ء

نام محمود بن مسعود بن مصلح اور لقب قطب الدین تھا۔ شیراز کے باشندے تھے اسلئے شیرازی نسبت کیجاتی ہے۔ وہیں آپ ۶۳۴ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ بہترین مفسر اور علوم عقلیہ کے ماہر تھے اپنے ابتدا اور اپنے والد اور چچا سے تعلیم حاصل کی۔ پھر نصیر الدین طوسی سے پڑھا اور روم چلے گئے۔ وہاں سیواس اور ملطیہ کے قاضی مقرر کر دیے گئے۔ پھر اسکے بعد تبریز آکر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ اور تاحیات وہیں رہے۔ آپ بڑے ظریف الطبع واقع ہوئے تھے رنج وغم کو اپنے قریب نہیں آنے دیتے تھے اور لطف یہ کہ ہر فن مولا تھے۔ گانا بجانا۔ موسیقی۔ مینڈ شعبدہ شطرنج وغیرہ ہر چیز کا شوق رکھتے تھے۔

آپ بڑے کثیر التصانیف گزرے ہیں آپکی تصنیفات میں سے شرح حکمۃ الاشراق مدارس عربیہ میں شامل نصاب ہے۔ یہ کتاب فلسفہ میں ہے اور نہایت عمدہ اور مفید ہے اسکے علاوہ آپ کی مشہور کتاب تفسیر میں فتح المنان ہے جو چالیس جلدوں پر مشتمل ہے اور مشکلات التفاسیر شرح کلیات القانون فی الطب لابن سینا مفتاح المفتاح بلاغت میں۔ غرۃ التاج حکمت میں۔ نہایۃ الادراک فی درایۃ الافلاک ہیئت میں۔ شرح الاسرار للسہروردی۔ الانتصاف فی شرح الکشاف۔ شرح مختصر ابن حاجب۔ التحفۃ الشاہیہ ہیئت میں۔ التبصرہ ہیئت میں۔ شرح التذکرۃ الناصریہ۔ رسالہ فی البرص وغیرہ ہے۔ اور ایک رسالہ اصطلاح کا تصنیف کیا ہے جسمیں طلب کی ضرورت اطباء کے وصایا و آداب تحریر کیے ہیں۔ (اعلام ص۱۰ ج۸)

صاحب کتاب المعتبر

ابوالبرکات بغدادی

(م ۶۰۰ھ کے بعد)

نام نامی ہبۃ اللہ بن ملکا۔ کنیت ابوالبرکات اور لقب اوحد الزماں تھا
بغداد کا رہنے والا تھا۔ اور زندگی کا بیشتر حصہ یہودیت ہی میں گزرا۔
اپنے دور کا ایک ماہر طبیب اور بہت خوبصورت اور صاحب ثروت
تھا۔ ایک مرتبہ ابن الخلع نے اس کی بہت سخت ہجو کی۔ اور ان اشعار کے
ساتھ ہجو کی۔

لنا طبیبٌ یھودیٌ حماقتہ اذا تکلم تبدو فیہ من فیہ
یتیہ والکلب اعلی منہ منزلۃ کانہ بعد لم یخرج من التیہ

(ترجمہ) ہمارا ایک طبیب ہے، جو یہودی ہے۔ اور بولتا ہے تو اُسکی حماقت
ظاہر ہوتی ہے۔ اور وہ اپنی یہودیت میں اس طرح سرگردان ہے کہ اب تک اس سے
نکلنے کی اسے توفیق نہیں ہوئی اور وہ ایسا ذلیل اور خسیس ہے کہ کتا بھی اس
سے اچھا ہے۔

جس وقت یہ اشعار اُس نے سُنے اس کو بڑی غیرت آئی۔ اور دل میں
سوچنے لگا کہ جب تک میں دین اسلام نہیں قبول کرتا، مجھے نوازا نہ جائے گا

چنانچہ اسی وقت اس کا ارادہ بدل گیا اور اُس نے اسلام قبول کرنے کا عزم کرلیا۔ اور مشرف باسلام ہوگیا۔ پھر اُس نے اپنی زندگی درس و تدریس اور لوگوں کے علاج معالجہ کے لئے وقف کردی۔ (مفتاح السعادۃ ج ۱ ص ۲۴۳)

آخر عمر میں بیچارے نے بڑی تکلیفیں اُٹھائیں۔ یعنی آنکھوں سے معذور ہوگیا کانوں کی سماعت جاتی رہی۔ مزید برآں برص اور جذام کی بیماری نے حملہ کیا اور ایسی آفتیں آئیں کہ وہ آفتیں اگر کسی پہاڑ پر نازل ہوتیں تو اسکی جڑوں کو بھی کھوکھلا کر دیتیں۔ چنانچہ صاحب مفتاح تحریر فرماتے ہیں۔

وعصاہ الزمان وھو ذو فنون	زمانہ نے اسکے ساتھ خیانت کی اور زمانہ
حتی استولت علیہ والعیاذ باللہ	بہت رنگ بدلتا ہے۔ یہاں تک کہ اس
آفات لو وضع واحد منھا علی رضوی	پر اتنی آفتیں آئیں کہ اگر ان میں سے
لتخلخلت اُصول الرواسخ وقد کلت	صرف ایک آفت کوہ رضوی پر نازل ہوتی
رؤس الشوامخ (۔)	تو اس کی مضبوط جڑیں کھوکھلی ہوجاتیں
	اور اسکی بلند چوٹیاں گر جاتیں۔

جب اس کو یہ احساس ہوگیا کہ اب میری موت کا وقت قریب آگیا ہے تو اُس نے یہ وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میری قبر پر یہ لکھ دیا جائے کہ میری مثال نہیں مل سکتی۔ چنانچہ اسکی وفات کے بعد اس کی قبر پر یہ عبارت لکھدی گئی

ھذا قبر أوحد الزمان ابی البرکات	یہ اوحد الزمان ابو البرکات کی قبر ہے
ذی العبر صاحب المعتبر فسبحان من	جو بڑی عبرت والا ہے اور کتاب المعتبر

لایغلبه غالبٌ ولا ینجی من قضائه کا مصنف ہے بس پاکی ہے اسکی ذات
یحیل وله هاربٌ (۸) کیلئے جس پر کوئی غالب آنے والا نہیں
نہ اسکی قضا سے کوئی حیلہ گر اور بھاگنے والا بھاگ سکتا ہے۔

اس کی تاریخ وفات کا صحیح پتہ نہ چل سکا۔ البتہ صاحب مفتاح السعادۃ لکھتے ہیں کہ چھٹی صدی کے وسط میں اس نے وفات پائی۔

یہ فن طب اور دیگر علوم اوائل کا بہت ماہر تھا۔ صاحب مفتاح السعادۃ فرماتے ہیں
الملقب اوحد الزمان طبیبٌ فاضلٌ لقب اوحد الزمان تھا طبیب فاضل تھا۔
عالم بعلوم الاوائل کان حسن علوم اوائل کا جاننے والا تھا۔ اور اچھی
العبارۃ لطیف الاشارۃ (۹) عبارت لکھنے والا اور لطیف اشارہ کرنے
والا تھا۔

اسکی کتاب المعتبر بہت مشہور و معروف کتاب ہے اس کتاب میں ریاضی کے علاوہ اسنے حکمت کے تمام اقسام کو بیان کیا ہے۔ اور یہ کتاب اپنے موضوع پر اپنے دور کی بہترین اور نہایت مفید کتاب ہے چنانچہ درس عالیہ میں شامل ہے۔

صاحب القانون واشارات:

شیخ ابن سینا

۳۷۰ھ ۔ ۴۲۸ھ

نام حسین بن عبداللہ بن سینا ر. کنیت ابوعلی اور رئیس الحکماء خطاب تھا۔ باپ بلخ کے رہنے والے تھے، وہاں سے ہجرت کرکے بخارا آگئے۔ اور بخارا کی مشہور بستی جسکو خرمیتنا کہتے ہیں، اُسکے جاگیردار بنا دیے گئے۔ وہیں ابن سینا ر ماہ صفر ۳۷۰ھ میں پیدا ہوئے۔ (وفیات ص۱۵۲ ج ۱)

اس صدی میں بلاد فارس میں بڑی بڑی مائیہ ناز شخصیتیں پیدا ہوئیں۔ جیسے علامہ رازی۔ مشہور شاعر فردوسی۔ مشہور آرٹسٹ رودکی اور زبردست فلسفی فارابی وغیرہ وغیرہ۔

ابن سینا کی شخصیت قرون وسطیٰ میں غیر معمولی تھی۔ علم طب۔ فلک۔ کیمیا شعر۔ فلسفہ۔ ہندسہ۔ حساب۔ اصول دین۔ فقہ۔ اور انسانیت سے متعلق تمام اہم علوم میں پورا عبور رکھتا تھا۔ حکمائے مسلمین میں علم و ذکاوت اور فہم و فراست کے لحاظ سے یکتائے روزگار تھا۔ قوت حافظہ کا یہ عالم تھا کہ جو کتاب بھی دیکھتا اسے حفظ ہو جاتی۔ ۱۶ برس کی عمر میں فن طب میں ایسا ملکہ حاصل کر لیا کہ اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا۔ ارسطو۔ ابوقراط۔ اور فارابی کی کتابوں کا گہرا مطالعہ کیا (وفیات ص۱۵۲ ج ۱)

تحصیل علم کے زمانہ میں ابن سینا کبھی پوری نیند نہیں سو یا، دن میں بھی سوائے مطالعہ کے اور کوئی کام نہ کرتا تھا۔ جب کوئی مشکل مسئلہ پیش آجاتا تو جامع مسجد میں چلا جاتا اور وضو کر کے نماز پڑھتا پھر اللہ تعالیٰ سے مغلقات کو حل کرنے اور مسئلہ کو سہل بنانے کی دعا کرتا۔ چنانچہ جب علوم وحکمت میں اسکے جوہر کھلے تو بلاد ترکستان میں اس کے فہم و ذکا، اور تفکر و بیداری اور حکمت کی دھوم مچ گئی۔

جب سامانی حکومت زوال پذیر ہوئی تو بخارا سے کارکا نج چلا گیا۔ امیر کارکانج نے اسکا وظیفہ مقرر کردیا۔ اس وقت سب سے بڑی حکومت مشرق میں سلطان محمود غزنوی کی تھی۔ لہذا اسنے ابن سینا کی غیر معمولی شہرت سن کر اپنے یہاں بلانا چاہا مگر شیخ نے انکار کردیا۔ اور جرجان چلا گیا۔ وہاں امیر جرجان قابوس کے یہاں رہا۔ وہیں کتاب الاوسط تصنیف کی۔ پھر رَیّ پہونچا۔ پھر قزوین۔ پھر ہمدان آیا۔ اور منصب وزارت پیش کیا گیا لیکن اس نے انکار کردیا جسکی بنا پر قلعہ فرداجان میں قید کردیا گیا۔ وہیں اس نے "القانون" لکھی، جو بڑی معرکۃ الآرا کتاب ہے۔ اسپین۔ اٹلی۔ اور فرانس کی یونیورسٹیوں میں ابھی تک طب میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ ہمارے یہاں، ہندوستان میں بھی مدارس میں اسکا مختصر حصہ "قانونچہ" کے نام سے پڑھایا جاتا ہے۔

ابن سینا نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ چھوٹی بڑی کل ایک سو کے قریب اسکی تصنیفات ہوچکی ہیں۔ جن میں کتاب الشفاء، کتاب النجاۃ اور کتاب الاشارات جن کی شرح قطب الدین رازی نے لکھی ہے۔ اور درس نظامی میں شامل نصاب ہے۔ اور دائرۃ المعارف ہے جو بیس جلدوں پر مشتمل ہے اور ابرسا

کی عمر میں لکھی ہے۔ اور اس کتاب میں تمام علوم پر بحث کی ہے۔ درحقیقت اس تھوڑی سی عمر میں یہ اسکا بڑا حیرت انگیز کارنامہ ہے۔

ابن سینا کی تصانیف کا مختلف زبانوں میں ترجمہ بھی کیا گیا ہے جن کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ ابن سینا کو آخر عمر میں قولنج کی شکایت ہوئی۔ جب صحت حد سے زیادہ خراب ہو گئی۔ تو اُس نے غسل کیا اور بارگاہ ایزدی میں بڑے تضرع اور عاجزی کے ساتھ توبہ کی۔ پھر اپنے تمام مال کو فقراء پر صدقہ کیا۔ اور اس نے تمام حقوق جو اسے یاد تھے ادا کئے۔ اور قرآن کی تلاوت کثرت سے کرنے لگا۔ چنانچہ اخیر عمر میں زیادہ تر تلاوت قرآن کا شغل رہتا رہا۔ اور ہر تیسرے روز ایک قرآن ختم کرتا۔ غرض ہمدان میں جمعہ کے دن رمضان المبارک میں ۴۲۸ھ میں وفات پائی۔

(وفیات ص ۱۵۳ ج ۱)

صاحب تفسیر کبیر ونہایۃ الایجاز
وشرح اشارات ومحصل

امام فخر الدین رازی

۵۴۴ھ - ۶۰۶ھ

نام محمد بن عمر بن حسین بن حسن بن علی۔ کنیت ابو عبداللہ۔ لقب فخر الدین۔ اور ابن خطیب کیساتھ مشہور ہوئے۔ رَیّ میں ۲۵ رمضان ۵۴۴ھ میں پیدا ہوئے اُسی طرف منسوب کر کے رازی کہے جاتے ہیں۔ (وفیات ج ۲ ص ۱۰۱ و ج ۲ ص ۲۰۳)

علم اُصول اپنے والد ضیاء الدین عمر سے پڑھا۔ اور اُنہوں نے سلیمان بن ناصر سے اُنہوں نے امام الحرمین ابو المعالی سے۔ انہوں نے ابو اسحٰق اسفرائینی سے۔ اُنھوں نے شیخ ابو الحسن باہلی سے۔ اُنہوں نے ابو الحسن اشعری سے۔

اسی طرح علم فقہ اپنے والد سے۔ اُنہوں نے محمد بن حسین بغوی سے۔ اُنہوں نے قاضی حسین مروزی سے اُنہوں نے قفال مروزی سے۔ اُنہوں نے ابو زید مروزی سے۔ اُنہوں نے ابو اسحٰق مروزی سے۔ انہوں نے ابن سُریج سے۔ انہوں نے ابو القاسم انماطی سے۔ اُنہوں نے ابراہیم مزنی سے۔ اُنہوں نے حضرت امام شافعیؒ سے پڑھا۔

تحصیل علوم کے بعد آپ اپنے دور کے بےنظیر عالم ہوئے بالخصوص علم کلام اور معقولات میں بڑی فوقیت حاصل کی۔ چنانچہ علامہ ابن خلکان آپ کا تعارف ان الفاظ کیساتھ کراتے ہیں

فرید عصرہ ونسیج وحدہ، فاق اہل زمانہ فی علم الکلام والمعقولات وعلم الاوائل (وفیات ج۳ ص۳۸۱)

آپ یکتائے روزگار تھے، علم کلام معقولات اور علم الاوائل میں اپنے اقران پر فوقیت رکھتے تھے۔

علمی حلقوں میں آپ کو صاحب تفسیر کبیر کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم کی تفسیر میں آپ کی یہ تصنیف بہت ضخیم ہے۔ مرت اس تفسیر میں ہر قسم کے علوم و فنون نوادرات بالخصوص علم کلام اور معقولات کو بھر دیا ہے۔ اور اپنے طرز کی بے نظیر تصنیف کی ہے۔

تفسیر کے علاوہ آپ نے اور بھی بہت سی کتابیں مختلف فنون میں تصنیف کی ہیں جن میں سے اعجاز کے اندر آپ کی مختصر کتاب نہایۃ الایجاز اور حکمت میں شرح اشارات لابن سینا بعض مدارس عربیہ میں پڑھائی جاتی ہے۔ یہ دونوں اپنے فن میں نہایت عمدہ ہیں۔

مذکورۂ بالا کتابوں کے علاوہ تصنیفی کارنامے کی حیثیت حسب ذیل کتب آپ کی یادگار ہیں۔

المطالب العالیہ۔ نہایت العقول۔ کتاب الاربعین۔ البیان والبرہان فی الرد علی اہل الزیغ والطغیان۔ المباحث العمادیۃ فی المطالب المعادیہ۔ کتاب تہذیب الدلائل وعیون المسائل۔ ارشاد النظار الی لطائف الاسرار۔ اجوبۃ المسائل النجاریہ تحصیل الحق۔ الزبدۃ۔ المعالم، وغیرہ۔ یہ سب کتابیں علم کلام میں لکھی ہیں (وفیات ج۳ ص۳۸۱) اصول فقہ میں المحصول۔ المعالم حکمت میں الملخص۔ اور شرح عیون الحکمۃ وغیرہ اور طلسمات میں السر المکنون اور شرح اسماء اللہ الحسنیٰ تصنیف کی ہیں (ﷲ)

کہا جاتا ہے کہ آپ نحو میں مفصل للزمخشری کی شرح اور غزالی کی الوجیز فی الفقہ کی شرح اور معری کی سقط الزند کی شرح بھی لکھی ہے۔ نیز طب میں الکلیات للقانون کی شرح بھی لکھی ہے۔ اور علم فراست میں اور حضرت امام شافعی کے مناقب میں بھی ایک ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے (وفیات ج ۲ ص ۴۷۴)

آپ کی تصنیفات بہت مقبول ہوئیں۔ آپ نے اپنی تصنیفات میں ایک نیا رنگ پیدا کیا جس سے متقدمین کی کتابیں خالی ہیں۔ اسی لئے لوگ متقدمین کی کتابیں چھوڑ کر آپ کے تصنیفات کی طرف جھک پڑے۔ چنانچہ ابن خلکان کہتے ہیں۔

وکل کتبہ ممتعۃ وانتشرت تصانیفہ فی البلاد ورزق فیہا سعادۃ عظیمۃ فان الناس اشتغلوا بہا ورفضوا کتب المتقدمین (وفیات ج ۲ ص ۴۷۴)

آپ کی تمام کتابیں نفع بخش ہیں اور آپ کی تصنیفات ملکوں میں پھیلی ہوئی ہیں اُن کا مطالعہ خیر وبرکت اور بڑی سعادت سمجھی جاتی ہے کیونکہ لوگ متقدمین کی کتابیں چھوڑ کر انہیں میں مشغول ہو گئے

علمی فضائل وکمال کیا تھ ساتھ آپ وعظ و تبلیغ میں بھی یکتائے روزگار تھے آپ عربی عجمی دونوں زبان میں وعظ فرماتے تھے۔ اثناء وعظ میں آپ پر وجد طاری ہو جاتا اور کثرت سے روتے تھے شہر ہرات میں جب آپ وعظ فرماتے تو آپ کی مجلس میں مختلف مذہبوں کے لوگ آتے اور طرح طرح کے اشکالات پیش کرتے آپ ان کے جوابات نہایت عمدہ طریقہ پر دیتے۔ چنانچہ اس وعظ کی برکت سے بہت اہل کرامیہ نے اپنے عقائد سے توبہ کی اور اہلسنت کے صحیح مسلک کو اختیار کیا آپکو ہرات میں لوگوں نے "شیخ الاسلام" کا لقب دیا تھا۔ آپ نے وہیں ہراۃ میں دوشنبہ کے دن یکم شوال عید الفطر کو ۶۰۶ھ میں وفات پائی اور ہرات کے قریب مزداخاں نامی ایک قریہ میں جبل مصاقب میں شام کے وقت دفن کئے گئے۔ (وفیات ج ۲ ص ۴۷۵)

صاحب شرح ہدایۃ الحکمۃ للمیبذی

علّامہ میبذی

نام قاضی امام حسین بن معین الدین تھا۔ شہر یزد سے قریب دس فرسخ کے فاصلہ پر میبذ نام کا ایک بہت بڑا قصبہ تھا۔ اسی کی طرف نسبت کرکے میبذی کہلاتے ہیں۔ آپ کے یہاں سوتی فرش وغیرہ بہت عمدہ قسم کے بنائے جاتے تھے۔ (معجم المطبوعات ص ۱۴۵ ج ۲)

آپ متاخرین میں بڑے صاحب علم وفضل گزرے ہیں۔ مختلف فنون میں آپ کو بڑی مہارت تھی جیسا کی تصانیف سے بھی پتہ چلتا ہے

صاحب المعجم لکھتا ہے۔

کان من اعاظم متاخری فضلاء	متاخرین علماء میں بڑے لوگوں میں تھے
العامۃ ومتکلمین البارعین وصنّفہم	اور ماہرین متکلمین میں سے تھے۔
المتبرعین صاحب مصنفات کثیرۃ	صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔

(ص ۱۴۶ ج ۲)

آپ کے تصانیف میں شرح ہدایۃ الحکمۃ جو میبذی کیساتھ متعارف ہے۔ مدارس عربیہ میں داخل درس ہے۔ یہ شرح اسقدر قیل وقال سے بھری ہوئی ہے کہ بسا اوقات اصل موضوع بھی ذہن سے نکل جاتا ہے۔ اسکے علاوہ جام گیتی نما بھی آپ کی مشہور تصنیف ہے۔

آپ نے ۹۰۴ھ کے لگ بھگ وفات پائی۔ (معجم المطبوعات ص ۱۴۶ ج ۲)

صاحب صدرا

مُلّا صدرالدین شیرازی

نام محمد بن ابراہیم لقب صدرالدین تھا۔ ملّا صدرا کے ساتھ زیادہ مشہور تھے۔ اصل وطن شیراز تھا۔ اسلئے آپ شیرازی کہلاتے ہیں۔ حکمت و فلسفہ میں آپ اپنے دور کے تمام علماء پر فوقیت رکھتے تھے۔

چنانچہ صاحب المعجم لکھتا ہے۔

کان فائقًا علیٰ سائر من تقدمہ من الحکماء البارزین والعلماء الراسخین	آپ اپنے اگلے ماہر حکماء اور راسخ و ٹھوس علماء میں سب پر فوقیت رکھتے تھے

(معجم تذکرہ صدرالدین شیرازی)

آپ امیر احمد باقر داماد اور بہاء الدین محمد العاملی کے تلامذہ میں تھے آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں جنمیں ہدایت الحکمۃ کی شرح صدرا بہت مشہور و معروف ہے۔ اور مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کتابیں اُنہوں نے تصنیف کی ہیں۔ جیسا اسرار الآیات و انوار البینات اسفار الاربعۃ فی الحکمۃ۔ اکسیر العارفین تفسیر سورۃ الواقعہ تفسیر بعض السور حاشیہ بر شرح تجرید للقوشجی۔ الرسالۃ العربیہ۔ شرح ہدایۃ الحکمۃ۔ الشواہد الربوبیۃ فی المناہج السلوکیہ۔ المبداء والمعاد المشاعر۔ مفاتیح الغیب وغیرہ

(معجم تذکرۂ رشیدالدین شیرازی)

صاحب شمس بازغہ

مُلّا محمود جونپوری

(متوفی ۱۰۶۲ھ)

نام محمود بن محمد، سلسلۂ نسب سیدنا حضرت عمر فاروقؓ تک پہونچتا ہے۔ اسلئے آپ فاروقی کہلاتے ہیں۔ اتر پردیش کے مشہور تاریخی شہر جونپور کے باشندہ تھے

(حدائق الحنفیہ ص۴۱۳)

آپ ہندوستان کے بڑے علماء وفضلاء میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ اپنے وقت میں علوم عقلیہ ونقلیہ کے زبردست امام اور لغات ومعانی میں ادیب سمجھے جاتے ہیں۔ آپ کی سار تعلیم از اول تا آخر اپنے جد امجد شاہ محمد اور استاذ الملک شیخ محمد فاضل جونپوری سے ہوئی سترہ برس کی عمر میں تمام علوم سے فراغت حاصل کر کے مسند تدریس پر جلوہ افروز ہوئے۔

(حدائق الحنفیہ ص۴۱۳)

بعض مورخین کا بیان ہے کہ گیارھویں صدی ہجری میں ہندوستان میں دو ہی مجدد ہوئے ایک شیخ احمد سرہندی اور دوسرے آپکی ذات گرامی۔

آپ کی زندگی میں آپ سے کبھی کوئی ایسا قول صادر نہیں ہوا جس سے رجوع کرنا پڑا ہو۔ آپ کی عادت تھی کہ جب آپ سے کوئی شخص کوئی بات پوچھتا تو اگر طبیعت حاضر ہوتی تو جواب دے دیتے۔ اور اگر طبیعت حاضر نہ ہوتی تو صاف کہہ دیتے کہ اس وقت میری

طبیعت حاضر نہیں ہے ۔ (حدائق الحنفیہ ص۴۱۳)

آپ کی تصنیفات میں "شمس بازغہ" بڑی معرکۃ الآرا تصنیف ہے ۔ چنانچہ جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ علم حکمت میں اس جیسی کوئی کتاب اب تک تصنیف نہیں ہوئی پہلے خود ہی آپ نے ایک متن لکھا ۔ پھر اسکی شرح لکھی ۔ اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ بڑے بڑے فضلاء مثلاً ملا محمد حسن ۔ مولانا محمد یوسف ۔ اور مولانا عبدالحلیم لکھنوی وغیرہ نے اس پر حواشی لکھے ۔ (حدائق الحنفیہ ص۴۱۳)

اسکے علاوہ آپ نے کتاب الفرائد شرح الفوائد اور ایک رسالہ فارسی میں "اقسام نسواں" لکھا ہے ۔ آپ نے ۱۰۶۲ھ میں وفات پائی ۔ آپ کی وفات پر آپ کے استاذ شیخ محمد فاضل سخت متاثر ہوئے ۔ اور اُن کو اتنا صدمہ ہوا کہ چالیس روز کے بعد اس غم میں وہ بھی خدا کو پیارے ہو گئے ۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

(حدائق الحنفیہ ص۴۱۳)

صاحب تشریح الافلاک و خلاصۃ الحساب

بہاء الدین عاملی

(سنہ ۹۵۳ھ - سنہ ۱۰۲۱ھ)

نام محمد بن حسین بن عبد الصمد، لقب بہاء الدین۔ حارث ہمدانی کی طرف منسوب کر کے آپ کو حارثی کہا جاتا ہے۔ مقام قزوین میں سنہ ۹۵۳ھ میں پیدا ہوئے جب ہوش سنبھالا تو اپنے شہر سے نکلے اور تحصیل علم کے لئے متعدد مقامات کا سفر کیا۔ پھر آخر میں اصفہان پہونچے۔ اور تا حیات وہیں قیام کیا۔

(معجم المطبوعات العربیہ (ص ۱۲۶۲)

آپ بڑے زبردست عالم تھے۔ صاحب المعجم آپ کی شان میں لکھتا ہے۔

علم الائمۃ الاعلام وسید علماء الاسلام الیہ انتہت ریاسۃ المذھب والملۃ وبہ قامت قواطع البراھین والادلۃ	علماء کبار کے مرجع اور علماء اسلام کے سردار تھے۔ مذہب وملت کی ریاست آپ ہی پر ختم ہے۔ آپ ہی سے ٹھوس دلائل وبراہین کا رواج ہوا۔

(معجم ص ۱۲۶۲)

چونکہ آپ کی علمی شہرت دور دور تک تھی۔ اسلئے جب آپ اصفہان تشریف لیگئے اور وہاں کے بادشاہ، شاہ عباس کو آپ کی تشریف آوری کی خبر ہوئی تو آپ کو علماء کی ریاست

اور سرداری کیلئے طلب کیا۔ جب اُس کے دربار میں پہونچے تو آپ کو علما رکا رئیس بنادیا اور
آپ کی بڑی قدر منزلت کی۔ پھر آپ مصر گئے۔ اور وہاں اپنے زمانۂ قیام میں اُستاد محمد بن
ابی الحسین البکری کی خدمت میں رہے۔ اُستاذ موصوف آپکی از حد تعظیم و تکریم کرتے چنانچہ
آپنے ایک مرتبہ اُن سے کہا۔ مولانا میں درویش فقیر آدمی ہوں آپ میری اسقدر تعظیم کیوں
کرتے ہیں۔ اُنہوں نے جواب میں فرمایا تم سے مجھے فضیلت کی خوشبو آرہی ہے۔ بمصر سے آپ
بیت المقدس تشریف لائے اور مسجد اقصیٰ کے صحن میں مستقل قیام فرمایا۔
(معجم المطبوعات العربیہ ۱۲۹۲)

آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں جن میں سے ہیئت میں تشریح الافلاک ہے جس
کی شرح تصریح امام الدین لاہوری کی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ اور دوسری تصنیف
خلاصۃ الحساب ہے۔ یہ بھی مدارس عربیہ میں داخل درس ہے۔ نام ہی سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب
فن حساب میں لکھی گئی ہے علاوہ ازیں آپ نے اربعون حدیثا۔ اسرار البلاغۃ۔ زبدۃ الاصول
الکشکول۔ المخلاۃ۔ وسیلۃ الفوز والامان فی مدح صاحب الزمان تصنیف فرمائیں۔
آپ نے اصفہان میں ۱۰۳۱ھ میں وفات پائی۔
(معجم المطبوعات العربیہ والمعربۃ ۱۲۹۳)

صاحب تصریح:

امام الدین دہلوی

م ۱۱۴۵ھ

نام امام الدین بن لطف اللہ بن احمد لاہوری ثم الدہلوی ہیئت کے زبردست عالم تھے آپ نے اپنے والد محترم شیخ لطف اللہ سے تعلیم حاصل کی اور شیخ بہاء الدین محمد عاملی کی تشریح الافلاک کی شرح تصریح کے نام سے لکھی۔ اور کمال یہ کہ یہ شرح بر حسب لکھی۔ جیسا کہ تجربہ کے دیباچہ میں تحریر کیا ہے۔ نیز یہ کتاب آپ نے ۱۱۰۲ھ میں تالیف کی ہے۔ یہ کتاب علماء میں بہت مقبول ہوئی (دیباچہ تصریح)

صاحب نزہۃ الخواطر آپ کی شان میں لکھتے ہیں

احد العلماء المبرزین فی الفنون الریاضیۃ لم یکن لہ نظیر فی عصرہ فی تلک الفنون (نزہۃ الخواطر ج ۶)

آپ فن ریاضی کے ماہر علماء میں تھے آپ اپنے زمانہ میں اس فن میں اپنی آپ نظیر تھے

تصریح کے علاوہ آپ نے شرح ملخص چغمینی پر حاشیہ بھی لکھا۔ آپ فارسی کے بہت عمدہ شاعر بھی تھے۔ آپ کے عمدہ عمدہ اشعار لوگوں نے کتابوں میں جمع کئے ہیں۔ آپ نے ۱۱۴۵ھ میں وفات پائی۔ (نزہۃ الخواطر ج ۶ ص ۳۰)

صاحب چغمینی وقانونچہ

محمود چغمینی

م ۷۱۸ھ ۱۳۲۱ء

نام محمود بن محمد. کنیت ابوعلی اور لقب شرف الدین تھا۔ خوارزم کے علاقہ میں چغمینی نام سے ایک مقام ہے۔ آپ وہیں کے باشندے تھے۔ اسلئے چغمینی اور خوارزمی کہلاتے ہیں۔
آپ فلکیات اور حساب کے زبردست عالم تھے۔ آپ کی کتاب الملخص فی علم الہیئۃ جو چغمینی کے نام سے مشہور ہے بہت مقبول کتاب ہے۔ اسکی شرح قاضی زادہ رومی کی داخل درس ہے۔ اس ملخص کا ترجمہ جرمنی زبان میں بھی ہوگیا ہے۔
اسکے علاوہ آپ نے ایک رسالہ حساب میں بھی لکھا ہے۔ اور قوۃ الکواکب وضعفہا کے نام سے ایک کتاب لکھی اور شرح طرق الحساب فی مسائل الوصایا بھی آپ ہی نے تالیف کی۔
آپ فن طب میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ ابن سینا کی القانون سے اخذ کرتے ہوئے آپ نے قانونچہ کے نام سے ایک کتاب تالیف فرمائی ہے جسمیں آپ نے دس مقالے لکھے ہیں۔ اور ہر مقالے کے تحت بہت سی فصلیں قائم کی ہیں۔ یہ کتاب بھی داخل درس ہے

(کشف الظنون ص ۱۳۱۱ ج ۲ جدید)

آپ نے ۷۱۸ھ مطابق ۱۳۲۱ء میں وفات پائی۔

(الاعلام ص ۵۹ ج ۸)

صاحب شرح چغمینی

قاضی زادہ رومی

(م ۸۹۹ھ)

اصل نام قاسم ہے۔ قاضی زادہ رومی کے ساتھ مشہور ہوئے آپ نہایت پاکیزہ طبیعت آدمی تھے۔ اور ہمیشہ علمی کاموں میں لگے رہتے۔ علوم نقلیہ وعقلیہ ہر دو علوم میں مہارت رکھتے تھے۔ آپ نے اپنے والد محترم سے تعلیم پائی۔ جو شہر قسطنطنیہ کے قاضی تھے۔ اس کے بعد خضر بیگ سے پڑھا۔ (الفوائد البہیہ ص ۱۵۴)

آپ کو سلیمان محمد خان بن مراد خان نے اپنے مدارس ثمانیہ میں سے ایک مدرسہ میں مدرس رکھا۔ پھر اس کے بعد قضا کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ کچھ دنوں کے بعد اس سے مستعفی ہو گئے۔ پھر سلطان بایزید خاں بن محمد خاں نے اپنے عہد میں آپ کو شہر بروسا کا قاضی مقرر کیا اور برابر اسی قضا کے منصب پر رہے یہاں تک کہ ۱۲ رمضان ۸۹۹ھ میں وفات پائی۔

(حدائق الحنفیہ ص ۳۴۶)

صاحب بست باب (اسطرلاب)

عبد العلی برجندی

نام عبد العلی بن محمد بن حسین۔ برجند کے رہنے والے تھے۔ اسلئے برجندی کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ حنفی المسلک تھے۔ اپنے وقت کے زبردست علماء میں سے تھے۔ تمام علوم میں آپ کو دسترس حاصل تھی۔ لیکن علوم ریاضیہ میں آپ کو بڑا ملکہ تھا۔ مولانا فرنگی محلی فرماتے ہیں۔

فاضل جامع للعلوم لہ ید طولیٰ فی العلوم الریاضیہ (التعلیقات ص ۱) — آپ فاضل اور تمام علوم کے جامع تھے علوم ریاضیہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔

آپ کئی کتاب کے مصنف ہیں۔ بست باب فن اسطرلاب میں آپ ہی کی تصنیف ہے جو علامہ طوسی کے رسالہ کی شرح ہے اور مدارس عربیہ میں داخل درس ہے گو آجکل اسکے پڑھنے کا رواج بہت کم ہوگیا ہے لیکن درحقیقت یہ فن بہت نفع بخش ہے اس سے آفتاب کی بلندی اسکے طلوع ہونے کی کیفیت۔ ستاروں کے نکلنے کی حالت۔ نماز کے اوقات کا صحیح علم۔ قبلہ کی سمت اور اشیاء کا طول و عرض وغیرہ معلوم ہوتا ہے۔ (مفتاح السعادۃ ص ۲۲۵ ج ۱)

بست باب کے علاوہ شرح مجسطی لکھا۔ صاحب التعلیقات نے ضبط کیا ہے کہ آپ نے اس کتاب کی تالیف سے ۹۳۰ھ میں فراغت حاصل کی۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ آپ دسویں صدی ہجری کے تھے نیز آپ نے شرح ملخص چغمینی کا حاشیہ اور رسالہ عضدیہ کی شرح اور نقایہ مختصر الوقایہ کی شرح لکھی (التعلیقات السنیہ ص ۱)

صاحب سبع شداد

مولی لطفی

(م ۹۰۰ھ)

نام لطف اللہ بن حسن توقانی تھا لیکن مولی لطفی کیساتھ مشہور ہوئے۔ روم کے رہنے والے تھے۔ اسلئے رومی کہے جاتے ہیں۔ آپ بڑے جیّد عالم و فاضل تھے۔ آپ نے علوم دینیہ سنان پاشا سے حاصل کئے۔ اور علوم ریاضی علامہ قوشجی سے پڑھے۔ بلاد روم میں جبکہ سلطان بایزید خاں کا زمانہ تھا آپنے مراد خان کے مدرسہ میں جو بروسا میں واقع تھا تدریسی خدمات انجام دیں۔ پھر تھرادرنہ میں مدرّ دارالحدیث میں مدرس ہوئے۔ احمد بن سلیمان رومی جو ابن کمال پاشا سے مشہور و معروف ہیں۔ آپ ہی کے شاگرد ہیں۔ (حدائق الحنفیہ ۳۴۲)

آپکا علمی فضل و کمال اسدرجہ بلند تھا کہ ہمعصروں کو آپ سے حسد ہوگیا اور آپ پر ملحد و زندیق ہونیکا فتویٰ لگایا حتیٰ کہ مولی الخطیب نے آپکے قتل کی اباحت کا حکم دیدیا۔ چنانچہ نتیجہ یہ ہوا کہ آپکو ۹۰۰ھ میں حاسدوں اور دشمنوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

آپ کی تصنیفات میں طبع شدہ مستقل ایک رسالہ ہے جس میں سید شریف جرجانی کے اوپر سات سوالات ہیں۔ فہرست رام پور صفحہ ۲۰۹ میں ہے کہ سبع شداد ملا محمد کریم بن کمال الدین حسین طباطبائی کی تالیف ہے۔ لیکن اسکی کوئی سند نہ ملی۔ واللہ اعلم۔ یہ کتاب فن ریاضی میں ہے اور بہت عمدہ کتاب ہے۔ مدارس عربیہ میں یہ کتاب داخل درس ہے علاوہ ازیں سید شریف کے حاشیہ شرح مطالع اور شرح مفتاح پر آپ نے حواشی لکھے جو آپ کی یادگار ہیں۔

(حدائق الحنفیہ ص ۳۴۲)

صاحب تحریر اقلیدس و تجرید الکلام

خواجہ نصیر الدین طوسی

(۶۰۰ھ ۔ ۶۷۲ھ)

نام محمد بن محمد بن حسن۔ کنیت ابو جعفر اور لقب نصیر الدین تھا۔ طوس کا باشندہ تھا اسلئے طوسی کہلاتا ہے۔ علم ریاضی۔ علم ارصاد۔ علم مجسطی اور حکمت و فلسفہ کا بہت ماہر تھا طاش کبری زادہ لکھتے ہیں۔

سلطان الحکماء المدققین وقدوتہم فی زمانہ جامع علوم المتقدمین والمتاخرین (معالم العلماء [illegible])	طوسی اپنے زمانہ میں حکماء مدققین کا سردار اور اُن کا پیشوا تھا۔ متقدمین اور متاخرین ہر ایک کے علوم پر گہری نظر رکھتا تھا۔

دوسری جگہ یوں رقم طراز ہیں

کان آیۃ فی التدقیق والتحقیق و حل المواضع المشکلۃ سیما لطف التحریر التی لم یلتفت الیہ المتقدمون (〃)	مسائل کی تدقیق و تحقیق اور مشکل مقامات کو حل کرنے میں کمال رکھتا تھا۔ بالخصوص انشاپردازی میں ایسا نیا اسلوب پیدا کیا جس سے متقدمین عاری تھے۔

یہ طوس میں دوشنبہ کے دن ۱۱ جمادی الاولیٰ ۵۹۷ھ یا ۶۰۰ھ میں پیدا ہوا۔
غالی درجہ کا شیعہ تھا۔ ہلاکو خاں کا بہت مقرب تھا۔ ہلاکو اس پر خاص نظر رکھتا تھا اور

بہت سارے عطیات سے اسکو نوازتا رہتا تھا۔ شہر مراغہ میں اُس نے ایک زبردست رصدگاہ بنائی تھی اور وہیں ایک زبردست قبہ تعمیر کرایا۔ جس وقت بغداد شام وغیرہ پر تاتاری حملہ ہوا اور ان کی کتابیں لوٹی گئیں اُسمیں طوسی کو ۴ لاکھ کتابیں ہاتھ آئیں اور ساری کتابیں اپنے اسی قبہ میں جمع کرلیں اس رصدگاہ پر بہت سے علماء طوسی کی معاونت کیلئے رہتے تھے جو باقاعدہ ہلاکو خان کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔ ان میں قابل ذکر حضرات علامہ قطب الدین محمود شیرازی۔ نجم الدین قزوینی۔ محی الدین اخلاطی۔ اور محی الدین مغربی تھے۔ (معجم المطبوعات العربیہ) کٹر غالی شیعہ ہونیکی وجہ سے تاریخ میں اسکے ایسے ایسے واقعات ملتے ہیں جو کسی طرح بھی اس کے علمی رتبہ کے شایان شان نہیں۔ تفصیل کیلئے خود اسکی کتاب تجرید مقصد ملاحظہ فرمائیں ہلاکو خاں کیساتھ مل کر اُسنے وزارت کے اُمور انجام دیے اور بغداد میں بنو عباسیہ کی خلافت کے خاتمہ کا باعث یہی بنا جس کا قصہ بہت طویل ہے۔ کسی نے اُسکی مذمت میں یہ شعر کہا ہے

کان ماکان مما لست اذکرہ ؛ فظن شرًا ولا تسأل عن الخبر (مفتاح السعادۃ ج۱ ص۲۶۱)

اس نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ جنمیں تحریر اُصول علم ہندسہ لاقلیدس درس نظامی میں شامل درس ہے۔ اس کے علاوہ تجرید الکلام۔ تخلیص المحصل۔ حل المشکلات الاشارات والتنبیہات۔ شرح قسم الالٰہیات من اشارات ابن سینا وغیرہ نہایت ٹھوس کتابیں تصنیف کیں۔ (معجم المطبوعات العربیہ المعربہ تذکرۂ طوسی)

طوسی نے کل ۷۵ برس کی عمر پائی۔ اور دوشنبہ کے دن ۱۸ ذی الحجہ ۶۷۲ھ میں شہر بغداد میں وفات پائی۔ اور مشہد کاظم میں دفن کیا گیا۔

(مفتاح السعادۃ ج۱ ص۲۶۱)

صاحب دروس الادب

سید سلیمان ندوی

سنہ ۱۳۰۲ھ۔ سنہ ۱۳۷۳ھ

اصل نام ابونجیب تھا۔ آپ کے منجھلے چچا سید ابوتراب نے آپ کا نام سلیمان رکھا والد کا نام سید ابوالحسن اور دادا کا نام محمد شیر المعروف حکیم میر محمدی تھا۔ جو اپنے دور کے مشہور اور حاذق حکیم تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب باپ کی طرف سے امام موسیٰ رضا تک اور ماں کی طرف سے امام زید تک پہونچتا ہے۔ یعنی آپ ننھال کی طرف سے زیدی اور ددھیال کی طرف سے حسینی سید تھے۔

آپ جمعہ کے دن ۲۳ صفر سنہ ۱۳۰۲ھ مطابق ۲۲ نومبر سنہ ۱۸۸۴ء کو مقام دیسنہ ضلع پٹنہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم خلیفہ انور علی۔ مولوی مقصود علی اکھدوی اور اپنے بڑے بھائی مولوی ابوحبیب سے حاصل کی۔ پھر اسلام پور میں اپنے والد سے پڑھا۔ سنہ ۱۸۹۹ء میں پھلواری شریف پٹنہ آئے اور خانقاہ مجیبیہ میں رہ کر ایک سال تک مولانا محی الدین سجادہ نشین خانقاہ سے عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ وہیں شاہ سلیمان صاحب پھلواری سے منطق کے کچھ اسباق پڑھے۔ پھلواری سے مدرسہ امدادیہ دربھنگہ گئے۔ پھر چند ماہ کے بعد سنہ ۱۹۰۱ء میں لکھنؤ دار العلوم ندوۃ العلماء آئے اور سات سال رہ کر تعلیم کی تکمیل کی۔

قدرت کی طرف سے ذکاوت و ذہانت کا حظ وافر ملا تھا۔ قوت حافظہ بھی غضب

کی تھی۔ مولانا ابوظفر ندوی فرماتے ہیں کہ علامہ موصوف بہت ذہین تھے۔ ان کا حافظہ بھی بہت قوی تھا۔ پشاور سے لیکر بجاپن تک خاکسار کو جن جن اصحاب علم سے ملنے کا اتفاق ہوا اُن میں مولانا انور شاہ کشمیری محدث دارالعلوم دیوبند۔ مولانا ابوالکلام آزاد۔ اور علامہ سید سلیمان ندوی کو قوت حافظہ میں بے نظیر پایا۔

فراغت کے بعد سب سے پہلے ملازمت ندوہ ہی میں کی۔ ایک ادیب کی حیثیت سے آپ کا تقرر ہوا۔ اسی درس و تدریس کے ابتدائی دور میں دروس الادب دو حصوں میں تالیف فرائی۔ جو اب تک مقبول ہے اور مدارس عربیہ میں پڑھائی جاتی ہے۔ لغات جدیدہ کی تدوین بھی اسی زمانہ میں کی۔ علاوہ ازیں الندوہ کے نائب ایڈیٹر اور عربی رسالہ البیان کے ایڈیٹر رہے۔ ابتدا میں اسی کے ذریعہ حجاز۔ عراق۔ شام اور مصر اور دیگر بلاد اسلامیہ میں آپ کا تعارف ہوا۔

سنہ ۱۹۱۲ء میں جب کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے الہلال نکالنا شروع کیا تو آپ بھی اسکے اسٹاف میں داخل ہو گئے پھر استاد محترم علامہ شبلی کے ایماء سے بمبئی یونیورسٹی کے ماتحت دکن کالج پونہ میں السنہ مشرقیہ کے معلم ہو گئے۔ استاذ موصوف کی رحلت کے بعد پونہ کی ملازمت چھوڑ کر اعظم گڑھ آ گئے اور سنہ ۱۹۱۵ء میں دارالمصنفین کی بنیاد ڈالی۔ جو آج ہندوستان میں تصنیف و تالیف کا سب سے اہم اور بڑا مرکز ہے وہیں سے آپ نے سنہ ۱۹۱۶ء میں ماہنامہ معارف نکالنا شروع کیا جو آج تک جاری ہے اور اردو رسالوں میں علم و تحقیق کے لحاظ سے سب سے معیاری رسالہ ہے۔

سنہ ۱۹۱۹ء میں تحریک خلافت میں حصہ لیا۔ اور سنہ ۱۹۲۰ء میں مولانا محمد علی کی سرکردگی

میں ایک وفد کے ساتھ یورپ گئے۔ وہاں سے واپسی کے بعد ترک موالات کی تحریک میں حصہ لیا اور ملک کا دورہ کیا۔ ایک سال تک خلافت کے ساتھ کانگریس کے کاموں میں شریک رہے

جمعیۃ العلماء کی مجلس عاملہ کے بھی رکن رہے۔ ۱۹۲۴ء میں جب کہ ابن سعود اور شریف حسین میں جنگ شروع ہوئی اور دونوں نے مجلس خلافت کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس وقت مسلمانان ہند نے حجاز میں آپ ہی کی قیادت میں وفد بھیجا تھا۔

غرض آپ کی ذات علم و سیاست کا سنگم تھی۔ آپ جس طرح ملک میں علماء کے پیشوا تھے اسی طرح اہل سیاست کے سچے رہنما اور رہبر تھے۔ آپ بیک وقت عالم اسلام کے ایک متبحر عالم۔ بلند پایہ مفسر۔ زبردست متکلم۔ فقیہ۔ بے مثل ادیب وسیع النظر اسلامی اور سیاسی مورخ۔ اور ایک زباں آور خطیب تھے

ڈاکٹر اقبال آپ کی شان میں رقمطراز ہیں۔ کہ آج سید سلیمان ندوی ہماری علمی زندگی کے سب سے اونچے زینہ پر ہیں۔ وہ عالم ہی نہیں، امیر العلماء ہیں مصنف ہی نہیں رئیس المصنفین ہیں۔ ان کا وجود علم فضل کا دریا ہے جس سے سیکڑوں نہریں نکلی ہیں۔ اور ہزاروں سوکھی کھیتیاں سیراب ہوئی ہیں

سنہ ۱۹۴۲ء میں دور آخر کے سب سے بڑے حکیم الامت استاذ اہل طریقت۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بیعت کے بعد آپ کی زندگی ہی بدل گئی۔ [illegible] اور [illegible] ذکر خفی کے ساتھ ذکر جلی بھی کرنے لگے [illegible]

اسماتغیر کے بعد آپ نے جو مسئلہ جمہور اُمت کیخلاف لکھا تھا اُس سے رجوع کیا۔ مثلاً تصویر کھچوانا جائز سمجھتے تھے۔ زیور میں زکوٰۃ کے عدم وجوب کے قائل تھے۔ معراج بحالت بیداری اور بجسم ہونے کے قائل نہ تھے۔ فنا کے مسئلہ میں حافظ ابن تیمیہ اور ابن قیم کے پیرو تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔

آپ کے رجوع واعتراف کو آپ کے مرشد نے دیکھ کر بہت پسند کیا۔ پھر آپ کو اُن سے خلافت بھی ملی۔ ۱۹۵۰ء میں کراچی چلے گئے۔ اور پاکستان کے شہری بن گئے۔

آپ دور حاضر کے بلند پایہ مصنف تھے۔ علمی ریسرچ وتحقیق میں ممتاز تھے۔ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ اور تمام کی تمام اپنے موضوع پر معیاری ہیں۔ بالخصوص سیرۃ النبی آپ کا وہ تخلیقی کا رنامہ ہے جو رہتی دنیا تک آپ کی بے مثل یادگار رہے گی۔ دنیا میں بہت سی کتابیں اس موضوع پر لکھی گئیں۔ لیکن سیرت النبی اپنی گوناگوں خصوصیات کی بنا پر عدیم النظیر ہے۔ اسکے علاوہ آپ کی تصنیفات میں ارض القرآن۔ حیات شبلی۔ سیرت عائشہ۔ خطبات مدراس۔ رحمت عالم آپ کی یادگار ہیں۔

آپ نے ۱۴ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء کو مقام کراچی میں وفات پائی۔ (معارف سلیمان نمبر)

صاحب مفید الطالبین

مولانا محمد احسن نانوتوی

(م ۱۳۱۲ھ)

مولانا محمد احسن بن حافظ لطف علی بن محمد حسن۔ آپ نانوتہ ضلع سہارنپور کے رہنے والے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد حافظ لطف علی سے حاصل کی پھر دہلی تشریف لے گئے اور حضرت شاہ عبد الغنیؒ صاحب مجددی مولانا مملوک علی صاحبؒ اور مولانا احمد علی صاحبؒ سے پڑھا اور انہی حضرات سے علوم و فنون کی تکمیل کی (ترجمہ تذکرہ علماء ہند ص ۱۷)

تعلیم سے فراغت کے بعد بنارس کالج اور بریلی کالج میں عربی و فارسی زبان کے پروفیسر رہے۔

بریلی میں مطبع صدیقی کے نام سے ایک مطبع قائم کیا۔ جہاں بہت سی دینی و علمی کتابیں شائع ہوئیں نیز اپنے زمانۂ قیام میں وہاں ۱۲۸۹ھ میں ایک مدرسہ مصباح التہذیب کے نام سے قائم کیا۔ جو اب "مصباح العلوم" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔
(تذکرہ علماء ہند ص ۱۷)

آپ نے بہت سی کتابیں تالیف فرمائیں۔

مفید الطالبین جو ابتدائی عربی ادب میں ادبی اور اخلاقی جملوں کا مجموعہ ہے اور مدارس عربیہ میں پڑھائی جاتی ہے۔ آپ ہی کی تالیف ہے یہ مجموعہ نصیحت آموز اور مفید

علاوہ ازیں آپ نے زاد آلمخزرات ۔ مذاق آلعارفین ۔ احسن المسائل ۔ تہذیب الایمان ۔ حمایت الاسلام ۔ کشاف ۔ مسلک مروارید ۔ رسالہ اصول جرثقیل رسالہ عروض ۔ نکات نماز ۔ تالیف فرمایا ۔

درمختار کا ترجمہ غایۃ الاوطار کے نام سے آپ ہی نے کیا

اور حجۃ اللہ البالغہ ۔ ازالۃ الخفا ، شفا قاضی عیاض ۔ کنوز الحقائق ۔ تحفۃ الیمن ۔ خلاصۃ الحساب ۔ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین اور فتاوی عزیزی کو مرتب و مہذب کیا ۔

آپ نے دیوبند ضلع سہارنپور میں ۱۳۱۲ھ میں وفات پائی ۔ اور وہیں دفن کئے گئے ۔

(ترجمہ تذکرہ علما دیوبند)

صاحب القرأۃ الراشدہ و
مختارات و قصص النبیین

ابو الحسن علی ندوی

(ولادت ۱۹۱۴ء)

نام علی اور کنیت ابو الحسن ہے۔ مولانا سید عبد الحئی حسنی صاحب نزہۃ الخواطر کے چھوٹے بیٹے ہیں۔ آپ سادات کے خاندان سے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ اسی لئے آپ حسنی کہلاتے ہیں اور دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو سے فراغت کی بنا پر ندوی کہلاتے ہیں۔

آپ ۱۹۱۴ء میں دائرہ شاہ علم اللہؒ بریلی میں پیدا ہوئے اور دار العلوم ندوۃ العلماء سے متعلق رہ کر ایک مخصوص نظام کے ساتھ تعلیم حاصل کی۔ ادب عربی میں مولانا شیخ خلیل بن عرب فاضل ندوۃ العلماء اور شیخ تقی الدین الہلالی المراکشی سے خصوصی استفادہ کیا حدیث شیخ حیدر حسن خاں سابق مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء سے اور تفسیر مولانا احمد علی صاحب لاہوری سے پڑھی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد وہیں ندوہ میں ادب و تفسیر کے استاد رہے۔ پھر اس کے نائب معتمد پھر معتمد و نائب ناظم ہوئے۔ اور اس وقت بھی ندوۃ العلماء کے ناظم اور اس کے معتمد ہیں۔

ان دونوں عہدوں کے علاوہ المجمع العلمی العربی دمشق کے رکن، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی مجلس استشاری اور رابطۃ العالم العربی مکہ مکرمہ کی مجلس تاسیسی اور موتمر العالم الاسلامی بیروت کی مجلس تنقیدی کے بھی رکن رکین ہیں ہندوستان میں مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند اور آئین دارالمصنفین اعظم گڑھ کی مجلس عاملہ کے بھی رکن رکین ہیں۔

آپ نے مشرق وسطےٰ میں ممالک عربیہ کے تقریباً تمام علاقوں کا اور ترکی کا۔ اور یورپ میں فرانس، انگلینڈ۔ سوئٹزرلینڈ۔ اور اسپین کا بھی دورہ کیا ہے ان میں مختلف ممالک پر اپنے تاثرات اردو اور عربی میں لکھ چکے ہیں۔ جو شائع بھی ہوئے ہیں۔

آپ اُردو و عربی دونوں زبان میں دور حاضر کے عمدہ ادیب۔ زبان آور خطیب اور بہترین مضمون نگار ہیں۔ علمی فضل و کمال کے ساتھ ساتھ آپ عمل و اخلاق کے لحاظ سے بھی اپنے اقران پر بہت فائق ہیں۔ دینی غیرت و حمیت حیا و وقار اخلاق و محبت اور اولوالعزمی آپ ہی کا حصہ ہے۔

ان تمام خصوصیات کے ساتھ آپ تصوف و سلوک کے کوچے سے بھی آشنا ہیں۔ آپ کو مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ اور مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ سے بیعت کی اجازت بھی حاصل ہے

آپ مشہور اہل قلم اور صاحب تصنیف و تالیف ہیں۔ بہت سی کتابیں عربی اور اُردو زبان میں لکھی ہیں۔ جن میں سے قصص النبیین للاطفال تین حصے

القرأۃ الراشدہ تین حصے۔ مختارات من ادب العرب دو حصے مدارس عربیہ میں داخل درس ہیں۔ ان کے علاوہ النبوت والانبیاء فی ضوء القرآن بھی نصابی کتاب ہے اُردو میں تصنیف کردہ ایک کتاب مضامین قرآن بھی شامل نصاب رہ چکی ہے۔ جو ابتک طبع نہیں ہوئی ہے۔

علاوہ ازیں ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین جس کا ترجمہ اُردو اور انگریزی میں میں بھی ہو چکا ہے۔ تاریخ دعوت وعزیمت (عربی اور اُردو دونوں زبانوں میں) ہندوستانی مسلمان (اُردو۔ عربی۔ انگریزی) سیرت سید احمد شہیدؒ۔ مولانا الیاسؒ اور اُن کی دینی دعوت۔ تذکرہ مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی۔ موقف العالم الاسلامی تجاہ الحضارۃ الغربیہ۔ روائع اقبال۔ رجال الدعوۃ والفکر لکھی ہیں۔ کتابوں کے علاوہ عربی اور اُردو میں بہ کثرت پمفلٹ اور رسائل بھی لکھے ہیں۔ جو شائع ہو کر مشہور اور مقبول ہو چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کی زبان اور قلم میں اور بھی طاقت دے اور آپ کو دین کی خدمت کے لئے قبول فرمائے۔ آمین

صاحب القراۃ الرشیدہ

علی عمر

پیدائش ۱۲۰۶ھ ۔ وفات ۱۳۴۹ھ
۱۸۰۰ء ۔ ۱۹۳۱ء

...

نام علی عمر۔ مصر کے باشندے تھے۔ وہاں کی تعلیم و تربیت کے اہم رکن تھے۔ مصر میں باجو دنا ایک مقام میں پیدا ہوئے اور قاہرہ میں تعلیم حاصل کی پھر انگلینڈ گئے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ دنوں تدریسی کام کیا۔ پھر سیاست میں حصہ لیا اور ملک کی آزادی کیلئے شب و روز کوشاں رہے۔ پھر حرکت وطنیہ سے دست بردار ہو گئے۔ اور وزارۃ المعارف کے ارکان زیر تقرر رہے۔

آپ کی تصانیف میں ایک ہدایۃ المدرس ہے۔ اسکے علاوہ آپ القراۃ الرشیدہ کی تالیف میں شیخ عبدالفتاح صبری بک کیساتھ شریک رہے۔ یہ کتاب چار اجزاء پر مشتمل ہے اور اس کے علاوہ مبادی کے دو حصے ہیں۔ اس طرح یہ کتاب کل چھ اجزاء میں منقسم ہے اور تالیف کرنے والوں کا کمال یہ ہے کہ ہر اگلا حصہ پچھلے سے بتدریج معیار کے لحاظ سے اونچا ہے۔ اور نفسیات کا پورا لحاظ کرتے ہوئے یہ حصص تیار کئے گئے ہیں جو ابتدائی اور ثانوی درجات کے طلبہ کیلئے بیحد مفید ہیں۔ آپ نے قاہرہ میں ۱۳۴۹ھ میں وفات پائی (معجم المولفین ج ۷ ص ۱۹۰)

نوٹ: اس کتاب کے دوسرے مؤلف شیخ عبدالفتاح صبری بک کے حالات ابتک دستیاب نہ ہو سکے اسلئے ان کا تذکرہ نہ لکھا جا سکا۔

صاحب قلیوبی۔

قلیوبی

م ۱۰۶۹ھ
۱۶۵۹ء

نام احمد بن احمد بن سلامۃ۔ کنیت ابو العباس اور لقب شہاب الدین تھا۔ مصر یا اہل قلیوب سے تعلق ہونے کی وجہ سے قلیوبی کہلاتے ہیں۔ آپ بہترین فقیہ اور لائق ادیب تھے۔ آپ نے بہت سے حواشی اور شروح اور رسائل لکھے ہیں ان میں سے ادب میں ایک رسالہ قلیوبی نام سے نہایت عمدہ اور سلیس عربی عبارت میں لکھا ہے جسمیں اکثر و بیشتر صلحاء کی حکایات درج کی ہیں۔ اس کتاب کے پڑھنے سے جہاں عربی ادب کا فائدہ ہوتا ہے وہیں اخلاقی حیثیت سے بھی طلباء پر اچھا اثر پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کو علماء نے شامل نصاب کر لیا ہے۔

علاوہ ازیں آپ نے تحفۃ الراغب نام سے ایک کتاب لکھی جس میں اہل بیت کا تذکرہ ہے۔ ایک کتاب طب قدیم میں لکھی۔ فضائل مکہ و مدینہ و بیت المقدس کے سلسلہ میں رسائل لکھے۔ اور اسطرح کہ فضائل کے ساتھ مختصر طور پر ان مقدس مقامات کی تاریخ بھی بتائی ہے اوراق لطیفہ کے نام سے جامع صغیر السیوطی پر تعلیقات لکھی ہے جسمیں حسن ضعیف اور صحیح روایات کی نشاندہی کی ہے اور ایک کتاب الہدایۃ من الضلالۃ فی معرفۃ الوقت والقبلۃ من غیر آلۃ کے نام سے لکھی ہے کتاب کا موضوع نام سے ظاہر ہے۔

آپ نے ۱۰۶۹ھ مطابق ۱۶۵۹ء میں وفات پائی۔

(الاعلام للزرکلی ج ۱)

صاحب اخوان الصفا و نفحۃ الیمن

احمد بن محمد شیروانی

م ۱۲۵۳ھ

نام نامی احمد بن محمد بن علی بن ابراہیم ہے۔ یمن میں بمقام حدیدۃ اور شہر زبید کے رہنے والے تھے۔ اسلئے یمنی کہلاتے ہیں۔ یہ تیرھویں صدی کے مشہور ادیب اور صاحب ذوق شخص گزرے ہیں۔ ادب میں متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپکی تصنیف کردہ ایک کتاب فن ادب میں مدارس عربیہ میں داخل درس ہے۔ جو نفحۃ الیمن فیما یزول بذکرہ الشجن کے نام سے موسوم ہے اور دوسری کتاب اخوان الصفا بھی بعض مدارس عربیہ میں پڑھائی جاتی ہے۔

آپ نظم و نثر دونوں پر پوری قدرت رکھتے تھے اور فی البدیہہ یعنی برجستہ اشعار کہنے میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ چنانچہ مشہور شاعر مرزا قتیل کیساتھ آپ کے مراسلات اور مناظرات نظم و نثر دونوں میں بکثرت ہوتے رہے ہیں۔

آپکی تاریخ وفات کے سلسلہ میں صاحب المعجم لکھتا ہے ولا نعلم تاریخ وفاتہ یعنی ہمیں آپ کی تاریخ وفات کا علم نہ ہوسکا۔ البتہ اتنا لکھا ہے کہ آپ تیرھویں صدی ہجری کے عالم اور ادیب گزرے ہیں۔ (معجم المطبوعات العربیہ المعربۃ تذکرہ احمد بن محمد)

اور زرکلی نے الاعلام میں ۱۲۵۳ھ لکھی ہے۔ واللہ اعلم

آپنے نفحۃ الیمن کے علاوہ اور بھی کتابیں تصنیف کی ہیں جیسے الجواہر الوقاد فی شرح بانت سعاد، حدیقۃ الافراح لازالۃ الاتراح۔ العجب العجاب فیما یفید الکتاب اور مناقب الحیدریۃ وغیرہ۔

صاحب نفحۃ العرب

مولانا اعزاز علی

سنہ ۱۳۰۰ھ تا ۱۳۷۴ھ

نام نامی اعزاز علی والد کا نام مزاج علی بن حسن بن خیر اللہ۔ شیخ الادب اور شیخ الفقہ کے لقب کیساتھ مشہور ہوئے۔ امروہہ ضلع مرادآباد کے رہنے والے تھے۔ اسلئے امروہوی کہلاتے ہیں۔ آپ شہر بدایوں میں سنہ ۱۳۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے نانا نے آپ کا نام اعزاز علی رکھا۔

آپ کے والد محترم کا بسلسلہ ملازمت شاہجہانپور تبادلہ ہوگیا۔ مولانا نے وہیں شاہجہانپور میں قرآن ناظرہ اور حفظ کی تکمیل کی۔ ابتدائی فارسی کریما۔ نام حق۔ نامہ ماقیماں وغیرہ والد محترم سے پڑھی۔ پھر اپنے استاد حافظ شرف الدین صاحب کی ترغیب پر عربی پڑھنے کا عزم کیا۔ اس وقت مولانا اپنے والد کے ساتھ تلہر میں تشریف فرما تھے۔ وہیں مدرسہ گلشن فیض میں مولانا مقصود علی خاں صاحب صدر مدرس مدرسہ ہذا کے پاس عربی کی ابتدائی کتابیں شروع کیں۔ اور اپنی غیر معمولی ذہانت و ذکاوت کی بنا پر تھوڑی سی مدت میں شرح جامی تک پہونچ گئے۔ اس کے بعد والد صاحب نے پنشن پاکر شاہجہانپور میں مستقل قیام کرلیا۔ وہاں مدرسہ عین العلم میں داخل ہوئے۔ وہاں مفتی کفایت اللہ صاحب سے شرح وقایہ۔ مولانا قاری بشیر احمد صاحب سے کنز الدقائق۔ شرح جامی اور

اور دیگر درسی کتابیں پڑھیں۔ متوسطات تک پڑھنے کے بعد دارالعلوم دیوبند آئے یہاں آپ نے حافظ احمد صاحبؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند سے ہدایہ اولین۔ اور مولانا محمد سہول صاحب بھاگلپوری سے میر قطبی پڑھی اور اس کے علاوہ دوسرے اساتذہ کے یہاں بعض کتابیں پڑھیں۔

دارالعلوم میں ایک سال کا عرصہ بھی نہ گزرا تھا اپنی ہمشیرہ کی ملاقات کے سلسلہ میں میرٹھ گئے۔ وہاں پہونچنے کے بعد مولانا عاشق الٰہی میرٹھی کی تجویز پر وہاں کی مشہور درسگاہ مدرسہ " میں داخلہ لے لیا۔ اور مولانا موصوف سے اُصول اور عروض کی کتابیں اور مولانا عبدالمومن صاحب دیوبندی سے عقائد و فلسفہ اور منقولات اور صحاح ستہ علاوہ بخاری کے پڑھیں۔

پھر دیوبند آکر حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ سے بخاری۔ ترمذی۔ ابوداؤد۔ ہدایہ اخیرین۔ بیضاوی اور توضیح و تلویح پڑھی۔ اور دیگر فنون کی کتابیں مولانا غلام رسول صاحب ہزاروی سے پڑھیں فتاویٰ نویسی حضرت مفتی عزیزالرحمٰن صاحبؒ سے سیکھی فن ادب کی اکثر کتابیں مولانا اعزاز الدین صاحب سے پڑھیں۔

تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت شیخ الہندؒ کے حکم سے مدرسہ نعمانیہ پورنیہ ضلع بھاگلپور میں مدرس ہوگئے۔ اسکے بعد افضل المدارس شاہجہانپور آئے۔ پھر حضرت مولانا بھاگلپوری کی کوشش سے ۱۳۳۰ھ میں دارالعلوم دیوبند میں آپ کا تقرر ہوا۔ تقریباً ۹ سال بعد حافظ صاحب کے ساتھ معاون مفتی ہو کر ریاست حیدرآباد چلے گئے۔ حضرت حافظ صاحبؒ کی وفات کے بعد صدر مفتی کی حیثیت سے دارالعلوم میں ۱۳۴۷ھ میں بلالیا گیا۔ پھر اسکے بعد

یہیں رہ کر ہر فن کی چھوٹی بڑی کتابیں پڑھائیں۔ اور ۴۱ برس تک بے لطیر تعلیمی و تربیتی خدمات انجام دیں۔

آپ سے ہزاروں علماء ستفید ہو کر ملک اور بیرون ملک میں تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ اوقات کے بڑے پابند تھے۔ کتابوں کا بے حد احترام کرتے تھے کم سخن۔ حلیم۔ متواضع۔ باوقار اور بہت بارعب تھے۔ طلبہ آپ سے اس قدر ڈرتے تھے کہ آپ کو آتا ہوا دیکھ کر کائی کی طرح پھٹ جاتے۔ آپ اردو عربی دونوں زبانوں میں شاعری کا بہت پاکیزہ مذاق رکھتے تھے۔

آپ نے نورالایضاح۔ دیوان حماسہ۔ کنزالدقائق۔ دیوان متنبی اور شرح نقایہ پر نہایت مفید اور معلومات افزا حاشیہ لکھا۔ اور اس قدر بسط و تفصیل کے ساتھ کہ شرح سے بے نیاز کر دیا۔ ادب میں ایک مجموعہ "نفحۃ العرب" کے نام سے لکھا جو عربی ادب پڑھنے والوں کیلئے بہترین مجموعہ ہے۔

آپ نے ۱۳۶۲ھ میں دیوبند میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

(ملخص از تذکرۃ الاعزاز)

صاحب منثورات و معلم الانشاء

مولانا محمّد رابع ندوی

(ولادت ۱۹۲۹ء)

اصل نام محمد ہے۔ آپ کے تین بھائی اسی نام سے موسوم ہیں۔ باہم فرق کیلئے بڑے بھائی کو محمد اول۔ اُس کے بعد والے کو محمد ثانی۔ پھر اس کے بعد والے کو محمد ثالث اور چوتھے نمبر پر آپ ہیں اسلئے آپ محمد رابع کے ساتھ موسوم ہوئے۔ ۱۹۲۹ء کے آخر میں دائرہ شاہ علم اللہؒ رائے بریلی میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام سید رشید احمد حسنی ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے۔ اسلئے حسنی کہلاتے ہیں۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء سے فراغت حاصل کی ہے۔ اور اب وہیں عربی ادب کے اُستاذ ہیں۔

آپ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے بھانجے ہیں۔ عربی ادب کا بہت اچھا ذوق رکھتے ہیں۔ عربی صحافت سے بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔ چنانچہ پندرہ روزہ عربی اخبار "الرائد" جو دارالعلوم ندوۃ العلماء سے نکلتا ہے، آپ ہی اُس کے روح رواں ہیں۔ تصنیف و تالیف کا بھی بہترین ذوق رکھتے ہیں۔ چنانچہ آپ کی تالیف منثورات من ادب العرب جو عربی نثر میں منتخبات ہیں داخل نصاب ہے۔ اسی طرح معلم الانشاء حصّہ سوم، جو مضمون نگاری کے فن کی وضاحت اور مشق پر مشتمل ہے آپ ہی کی تصنیفی کوشش ہے اور وہ بھی داخل نصاب ہے۔

معلم الانشاء کو حصۂ سوم کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا پہلا اور دوسرا حصہ جو نحو و صرف اور عربی دار دو ترجمہ کی وضاحت و مشق پر مشتمل ہے وہ مولانا عبدالماجد صاحب ندوی کے تیار کئے ہوئے ہیں۔ یہ بھی ندوۃ العلماء سے فارغ ہیں اور وہاں کے استاد ادب ہیں۔ ان کی ایک نصابی تصنیف تمرین النحو حصۂ اول بھی ہے۔ آپ نے ممالک اسلامیہ کا ایک جغرافیہ بھی لکھا۔ جو جزیرۃ العرب کے نام سے طبع ہوا ہے۔ اس میں مقامات کے جدید و قدیم دونوں نام بتائے ہیں۔ اور وہاں کی علمی سیاسی معاشرتی۔ اقتصادی حالت کیساتھ ہر جگہ کا باقاعدہ نقشہ بھی دیا ہے۔

عربی ادب کے نصوص پر چند فصول بھی آپ نے تیار کی ہیں۔ جو ندوۃ العلماء میں عالمیت کے ساتھ ہفتم میں پڑھائی جاتی ہے۔ جو اب تک طبع نہیں ہوئی ہے۔ یہ کتاب "فصول ادبیہ" کے نام سے طبع ہوگی۔ انشاء اللہ نفعنا اللہ تعالیٰ بطول حیاتہ

صاحب کلیلہ و دمنہ

ابن المقفع

(سنہ ۱۰۶ھ تا سنہ ۱۴۳ھ)

نام عبداللہ بن المقفع اور کنیت ابو محمد تھی۔ یہ فارسی النسل تھا اور اس کا خاندان جوز سے متعلق تھا۔ سنہ ۱۰۶ھ کے لگ بھگ پیدا ہوا۔ اور بصرہ میں پرورش پائی۔ اس کا باپ مجوسی تھا۔ اسکی عمر کا بھی بیشتر حصہ مجوسیت میں گزرا۔ بڑھاپے میں عیسےٰ بن عبداللہ بن عباس کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ لیکن اسلام کے بعد بھی اسکی مجوسیت بہت کچھ باقی رہی۔ یعنی منافقانہ رویّہ اختیار کیا تھا کہ ظاہر میں مسلمان ہوگیا تھا۔ اور اندرونی طور پر اپنے پرانے مسلک پر قائم تھا۔ (معجم ج ۱ ص ۲۴۹)

اسلام قبول کرنے سے پہلے اسکا نام روزبہ تھا۔ اور کنیت ابو عمر تھی۔ اسلام کے بعد اسکا نام تبدیل کر کے عبداللہ رکھا گیا۔ اور کنیت ابو عمر کے بجائے ابو محمد کر دی گئی۔ یہ زبردست عالم و فاضل شخص گزرا ہے۔ اسکو انشاء پردازی اور ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنے میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ زمانۂ اسلام میں سب سے پہلے کتب منطق کا ترجمہ ابو جعفر منصور کے عہد میں اسی نے کیا۔ ارسطاطالیس کی کتابوں کا عربی میں ترجمہ اس نے کیا۔ یہ عربی اور فارسی زبان کا زبردست ادیب تھا چنانچہ صاحب المعجم لکھتا ہے۔

وکان احد النقلۃ من اللسان الفارسی الی العربی مضلعًا باللغتین فصیحًا بہما — فارسی زبان سے عربی زبان میں ترجمہ کرنے والوں میں سے ایک یہ بھی تھا۔ اور دونوں زبانوں میں ماہر اور فصیح و بلیغ تھا۔

(معجم المطبوعات العربیہ ص۲۴۴ ج۱)

اخبار الحکماء میں ہے کہ اسکے الفاظ نہایت حکیمانہ ہوتے۔ اور اپنے مقصد کے بیان کرنے میں ایسا کمال رکھتا تھا۔ کہ کبھی اسمیں کسی قسم کا خلل واقع نہیں ہوتا تھا۔ اسکی باتیں ہر قسم کی لغزش سے پاک وصاف ہوتی تھیں۔ اور یہی حال اسکے ترجمہ کا بھی تھا۔ اسکی عربیت میں بڑی سلاست اور روانی پائی جاتی ہے۔ جیسا کہ کلیلہ و دمنہ اسکا بین ثبوت ہے (۔)

اس کتاب کے جو نسخے ہمارے یہاں عربی میں متداول ہے۔ یہ ترجمہ ہے اصل کتاب پہلوی زبان میں لکھی گئی تھی۔ اور اس کا اصل مصنف بید باز نامی ایک فلسفی تھا جو ہندوستان کا رہنے والا تھا۔ اس نے دابشلم (جو ہندوستان کا ایک بادشاہ تھا) کیلئے لکھی تھی۔ یہ کتاب اخلاقیات پر لکھی گئی ہے اور چڑیوں اور جانوروں کی زبان میں ساری باتیں ذکر کیگئی ہیں۔ (مفتاح السعادۃ ص۲۲۶ ج۱)

یہ کتاب سترہ ابواب میں منقسم ہے۔ اس موضوع پر بہت سے لوگوں نے طبع آزمائی کی ہے۔ لیکن بعد کے تمام لوگ اس کے خوشہ چیں ہیں۔ جس وقت بیدبار نے یہ کتاب لکھی تو دابشلم نے اُس کے سر پر تاج رکھدیا اور اپنا وزیر بنالیا تھا۔

(کشف الظنون ص۲۲۹ ج۲)

جب یہ کتاب تصنیف کی گئی اور نوشیرواں بادشاہ کو خبر ہوئی۔ تو اس نے اس کتاب کیلئے حکیم برزویہ کو علاوہ سفر خرچ کے پانچ لاکھ دینار دے کر ہندوستان بھیجا۔ برزویہ نے آکر کلیلہ و دمنہ حاصل کی۔ اور ہندوستان سے لیجا کر فارسی میں اسکا ترجمہ کیا۔ پھر عبداللہ ابن مقفع نے فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا۔ (مفتاح السعادۃ ج ۱ ص ۲۲۹)

پھر مہدی کے زمانۂ خلافت میں عبداللہ بن ہلال اہوازی نے فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا تھا۔ یہ ترجمہ سنہ ۱۶۵ھ میں یحییٰ بن خالد برمکی کے لئے کیا تھا۔ پھر بعد میں بہت سے لوگوں نے اس کو ملخص کیا اور بعض نے منظوم کیا۔ اور بعضوں نے پھر عربی سے فارسی میں دوبارہ ترجمہ کیا۔ جیسے مولی حسین بن علی واعظ کاشفی نے اس کو ملخص کرتے ہوئے فارسی میں امیر سہیلی کے لئے ترجمہ کیا۔ جو انوار سہیلی کے ساتھ مشہور ہے۔ اور فارسی کورس ہاے داخل درس ہے۔ (کشف الظنون ج ۲ ص ۳۳۰)

ابن المقفع نے ترجمہ کے علاوہ بہت سی مستقل کتابیں بھی تصنیف کی ہیں مثلاً الادب الصغیر الادب الکبیر الدرۃ الیتیمہ فی طاعۃ الملوک۔ رسائل ابن المقفع۔ یہ سب کتابیں نہایت عمدہ اور نفع بخش ہیں۔ اور کلیلہ و دمنہ تو مدارس عربیہ میں داخل درس ہے اور عربی ادب سیکھنے کے لئے بے نظیر کتاب ہے۔ اسکی فصاحت و بلاغت اور سلاست و روانی کی جس قدر بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ ابن المقفع نے سنہ ۱۴۳ھ میں وفات پائی

معجم المطبوعات العربیہ والمعربۃ ج ۱ ص ۲۵

صاحب النظرات والعبرات ومختارات

منفلوطی

سنہ ۱۲۸۹ھ ۱۳۴۳ھ
۱۸۷۲ء ۱۹۲۴ء

نام مصطفےٰ لطفی بن محمد لطفی بن محمد حسن لطفی۔ مصر میں منفلوط نامی ایک شہر ہے سنہ ۱۲۸۹ھ مطابق سنہ ۱۸۷۲ء میں پیدا ہوئے۔ اور حسینی النسب تھے۔ آپ عربی انشا پرداز کے بڑے ماہر تھے۔ اور آپ کے مقالات میں عربی کا جدید اسلوب پایا جاتا ہے۔

آپ جہاں بہترین انشا پرداز تھے۔ وہیں علم وتقویٰ اور زہد وورع کی صفت کے ساتھ بھی متصف تھے۔ جامعہ ازہر میں تعلیم پائی۔ اور شیخ محمد عبدہٗ کیساتھ آپ کا بہت گہرا تعلق تھا جب سے المؤید روزنامہ میں آپ کے مشہور مقالات "النظرات" کے عنوان سے شائع ہونا شروع ہوئے تھے اُس وقت سے آپ کو بڑی شہرت حاصل ہوئی یہ مقالات سنہ ۱۹۰۷ء میں شائع ہونا شروع ہوئے تھے۔ پھر سنہ ۱۹۰۹ء میں وزارت تعلیم میں لے لیے گئے۔ پھر آخر میں سنہ ۱۹۱۰ء میں جمعیۃ التشریعیہ کے سکریٹری بنا دیے گئے۔

آپ کی تصنیفات میں "النظرات" اور "العبرات" بہت مقبول ومشہور ہیں اور مدارس عربیہ میں شامل نصاب ہیں۔ ان کے علاوہ فی سبیل التاج الشاعر اور سیرانو دی برجراک مجدولین۔ مختارات منفلوطی آپ کی علمی یادگاریں ہیں۔

(الاعلام ج ۸ ص ۱۴۲)

صاحب مقامات بدیع

بدیع الزماں ہمدانی

(م ۳۹۸ھ)

نام احمد بن حسین بن یحییٰ بن سعید، کنیت ابو الفضل اور بدیع الزماں کے لقب کے ساتھ مشہور ہوئے۔ ہراۃ جو بلاد خراسان میں واقع ہے وہیں کے رہنے والے تھے۔ شعر و ادب میں بڑا اونچا مقام رکھتے تھے۔ آپ کے کلام میں بڑی ملاحت اور شیرینی پائی جاتی ہے۔ عربی ادب میں "مقامات بدیع" آپ ہی کی تصنیف ہے۔ جو مدارس عربیہ میں داخل درس ہے۔

آپ ہی کے مقامات کے طرز پر علامہ حریری نے اپنے مقامات مرتب کئے ہیں اور آپ کے فضل و کمال پر انہوں نے بڑے وقیع الفاظ میں آپ کو خراج تحسین پیش کیا ہے آپ نے ابو الحسن احمد بن فارس صاحب المجمل وغیرہ سے علوم حاصل کئے۔ آپ کے خطبات اور رسائل فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے بہت عمدہ اور معیاری ہوتے تھے۔

چنانچہ ابن خلکان نے اسی وصف کیساتھ آپ کا تعارف کرایا ہے وہ فرماتے ہیں۔

صاحب الرسائل الرائقة والمقامات الفائقة — عمدہ خطوط اور بلند تر مقامات والے تھے۔ (وفیات ج ۱ ص ۱۰۱)

دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

ولہ الرسائل البدیعۃ والنظم الملیح — آپ کے عمدہ خطوط اور بہترین نظمیں ہوتی تھیں۔ (وفیات ج۱ ص۹۱)

آپ ایسے قوی الحافظہ تھے کہ پچاس اشعار سے زائد ایک بار سنکر یاد ہو جاتے اور پھر شروع سے آخر تک بالترتیب سُنا دیتے۔ (حاشیہ مقامات ص۹)

آپ کے مکتوبات کو حاکم ابوسعید عبدالرحمٰن بن سعد نے جمع کیا ہے۔ علامہ خلکان اسکی توصیف میں فرماتے ہیں کہ اسکی نظیر نہیں۔ (وفیات ج۱ ص۱۱)

آپ نے جمعہ کے دن ۱۱ جمادی الثانیہ ۳۹۸ھ میں شہر ہراۃ میں انتقال فرمایا۔ حاکم ابوسعید فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے معتبر لوگوں سے سنا ہے کہ علامہ بدیع پر سکتہ ظاہر ہوا لوگوں نے سمجھا آپ کی روح پرواز کر گئی۔ اور آپ کے دفن میں عجلت سے کام لیا گیا بحالِ مُ نہیں دفن کر دیا گیا۔ قبر میں آپ کو افاقہ ہو گیا اور بے ہوشی کی حالت جاتی رہی۔ پھر جب اپنے آپ کو قبر کی تاریکی میں دیکھا تو چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ رات میں جب لوگوں نے اُن کی آواز سنی دوڑے اور قبر کو کھولا۔ تو اس حال میں ملے کہ اپنی ڈاڑھی پکڑے ہوئے ہیں اور قبر کے خوف و ہراس سے درحقیقت اُن پر موت طاری ہو گئی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

(وفیات ج۱ ص۱۱۱)

صاحب مقامات حریری

علامہ حریری

(سنہ ۴۴۶ھ تا سنہ ۵۱۶ھ)

نام قاسم بن علی بن محمد بن عثمان کنیت ابو محمد سنہ ۴۴۶ھ میں بصرہ میں بنی حرام کی گلی میں پیدا ہوئے۔ اسلئے بصری اور الحرامی کہلاتے ہیں۔ اور ریشمی کوئی چیز بننے تننے کا کام کرنے، یا ریشم کی تجارت کرنے کی وجہ سے حریری کہے جاتے ہیں۔

(وفیات ج ۲ ص ۲۲۷ طبع جدید)

آپ فصاحت و بلاغت کے امام، ذہانت و ذکاوت میں اپنی آپ نظیر تھے چنانچہ طاش کبریٰ زادہ لکھتے ہیں۔

وکان غایۃ فی الذکاء والفطنۃ والفصاحۃ والبلاغۃ وتصانیفہ تشہد بفضلہ وتقر بنبلہ وکفی بفضلہ شاھدا المقامات التی فاق بہا الاوائل واعجز الاواخر

(مفتاح السعادۃ ج ۱)

آپ انتہائی ذکی و فطین اور فصاحت و بلاغت کے امام تھے خود آپ کی تصنیفات آپ کے علمی فضل و کمال کی شہادت دیتے ہیں۔ "مقامات" آپ کی فضیلت کی سب سے بڑی دلیل ہے جس کے ذریعہ آپ اگلوں اور پچھلوں پر سبقت لے گئے

کتب تواریخ دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ "مقامات حریریہ" لکھنے کی وجہ

جیسا کہ اُن کے صاحبزادے ابوالقاسم عبداللہ فرماتے ہیں یہ ہے کہ ایک بار والد صاحب قبیلہ بنی حرام کی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نہایت بوسیدہ کپڑے پہنے ہوئے اور سفر کی وجہ سے گرد و غبار میں اٹا ہوا اور بہت فصیح و بلیغ کلام کرنے والا آیا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا آپ کہاں سے تشریف لائے بولا سروج سے۔ لوگوں سے کنیت اپنی تو ابوزید بتائی۔ تو والد صاحب نے "المقامات الحرامیہ" کے نام سے ایک مقالہ لکھا اور اسکو ابوزید مذکور کی طرف منسوب کیا۔

یہ مقالہ بہت مشہور ہوا۔ اور مسترشد باللہ کے انوشیروان بن محمد قاشانی تک اسکی خبر پہونچی جب اس نے وہ مقدمہ پڑھا۔ تو بہت پسند کیا اور اسی طرح کے اور بھی مقامات لکھنے کی فرمائش کی۔ چنانچہ آپ نے پورے پچاس مقامات لکھے۔ آپ نے مقامات کے دیباچہ میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

فاشار من اشارتہ حکم وطاعتہ غنم الی ان انشئ مقامات أتلو فیہا تلو البدیع۔	پس اشارہ کیا اُس شخص نے جس کا اشارہ میرے لئے حکم ہے اور جس کی اطاعت میرے لئے غنیمت ہے کہ میں
(وفیات ج۲ ص۲۴)	علامہ بدیع کے نقش قدم چند مقامات لکھتا ہوں۔

مگر علامہ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ یہ بات قرین قیاس نہیں معلوم ہوتی۔ کیونکہ ۶۵۶ھ میں قاہرہ کے اندر میں نے مقامات کا ایک قلمی نسخہ خود علامہ حریری کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا ہے انہوں نے اسکی پشت پر لکھا ہے کہ میں نے اسے خلیفہ مسترشد باللہ کے وزیر

جمال الدین بن عمید الدولہ کیلئے تصنیف کیا ہے اور ظاہر ہے کہ جب مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ تو یہ بات سب سے زیادہ صحیح ہوگی۔ واللہ اعلم
(وفیات ج ۲/۲۷۵)

انباء الرواۃ فی انباء النحاۃ میں ہے کہ ابوزید سروجی کا نام مطہر بن سلام تھا اور یہ بصرہ کے نحوی تھے۔ علامہ حریری کے ساتھ بہت دنوں تک رہے اور ان سے بہت کچھ حاصل کیا۔ اور اُن سے روایت بھی کی (")

علامہ سمعانی فرماتے ہیں کہ ان کا لقب فخر الدین تھا۔ اور مشان (جو بصرہ کے آگے ہے) کے صدر بھی رہ چکے ہیں۔ اور وہیں ۵۴۰ھ کے بعد وفات پائی (۲۰)

آپ نے مقامات میں راوی کا نام جو حارث بن ہمام رکھا ہے۔ اُس سے اپنی ذات مراد لی ہے۔ جیسا کہ مقامات کی بعض شرحوں سے یہی پتہ چلتا ہے۔ اور یہ نام اس حدیث سے ماخوذ ہے۔ کلکم حارث وکلکم ھمام۔ حارث کمانے والے اور ہمام بہت زیادہ اہتمام کرنے والے کو کہتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ہر شخص کماتا ہے اور اپنے کاموں میں اہتمام کرتا ہے۔

بعض مجامیع کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ حریری نے پہلے چالیس مقامات لکھے اور انہیں لے کر بصرہ سے بغداد آئے اور جب لوگوں سے یہ ظاہر کیا کہ یہ مقامات میں نے لکھے ہیں تو اُدبار بغداد نے انکی تصدیق نہ کی۔ اور کہا کہ یہ کسی فصیح و بلیغ مغربی شخص کے لکھے ہوئے ہیں اور اس کے مسودات ان کے ہاتھ لگ گئے ہیں۔ اور یہ انھیں اپنی طرف منسوب کر کے بیان کرتے ہیں۔

غرض علامہ حریری کو وزیر نے اپنے دربار میں بلا کو کہا کہ ہمارے سامنے اسی طرح کا ایک خط کسی مخصوص واقعہ کے بارے میں لکھو۔ آپ قلم دوات لے کر بیٹھے اور بڑی دیر تک سوچنے کے باوجود کچھ نہ لکھ سکے۔ پھر اپنے شہر کی طرف کو لے اور اسی طرح کے دس مقامات لکھ کر لائے۔ اور دربار میں نہ لکھ سکنے کی یہ معذرت کی کہ اس وقت مجھ پر ایسی ہیبت طاری ہو گئی تھی کہ میری عقل کھو گئی تھی۔

(وفیات ج ۳ ص ۲۲۹)

مقامات کے علاوہ درۃ الغواص۔ ملحۃ الاعراب۔ شرح الملحہ۔ رسائل حریری۔ دیوان حریری۔ آپ کی علمی یادگاریں ہیں۔

آپ نے ستر برس کی عمر میں بصرہ میں ۶ رجب ۵۱۶ھ میں وفات پائی۔

(مفتاح السعادۃ ج ۱ ص ۱۸۱)

صاحب کتاب البخلا اور کتاب البیان والتبیین

جاحظ

(۲۵۵ھ)

نام عمرو بن بحر بن محبوب، کنیت ابو عثمان۔ لیث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کی طرف منسوب کر کے لیثی اور کنانی کہا جاتا ہے۔ اور چونکہ بصرہ کا رہنے والا تھا اسلئے بصری بھی کہا جاتا ہے۔

صورت کے لحاظ سے بہت بدشکل تھا۔ چنانچہ اس کو جاحظ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اسکی آنکھیں باہر نکلی ہوئی تھیں، اور عربی میں جحوظ اُبھرنے کے معنی میں آتا ہے۔

ایک دفعہ کسی نے متوکل کو مشورہ دیا کہ آپ اپنے صاحبزادے کی تعلیم و تربیت کے لئے جاحظ کو مقرر کیجئے اس سے بہتر اتالیق نہیں مل سکتا۔ چنانچہ متوکل نے جاحظ کو بلوایا جب جاحظ دربار میں آیا۔ اور متوکل نے اسکی شکل و صورت دیکھی تو فوراً اس کو دس ہزار درہم دے کر جلد از جلد واپس جانے کا حکم دیا۔

جاحظ ظاہری شکل و صورت کے لحاظ سے جس قدر قابل نفرت تھا۔ اپنے باطنی جوہر اور علمی و فنی کمالات کے لحاظ سے اُتنا ہی زیادہ قابل رشک تھا۔ نحو، ادب، معانی و بیان اور فصاحت و بلاغت کا امام تھا۔ اور علم کلام، تاریخ، لغت میں ید طولی رکھتا تھا۔ اور ہر فن میں اسکی تصانیف پائی جاتی ہیں۔ اور تصانیف بھی ایسے کہ ایک موقع پر استاذ ابوالفضل ابن العمید

وزیر نے ابوالقاسم سیرافی سے کہا تھا۔

یا ابا القاسم فکتب الجاحظ تعلم العقل اولاً والادب ثانیا (وفیات ج۲ ص۱۴۲)	اے ابوالقاسم! جاحظ کی کتابوں سے پہلے درجہ میں علم اور دوسرے درجہ میں ادب حاصل ہوتا ہے۔

چنانچہ جاحظ کے تصنیفات میں سب سے بہترین تصنیف اسکی کتاب الحیوان ہے جسمیں جانوروں کے متعلق اُس نے ہر قسم کے معلومات کو جمع کیا ہے۔ جو بڑی نادر اور معلومات افزا کتاب ہے۔ اسی طرح کتاب البیان والتبیین بھی جاحظ کی معرکۃ الآرا تصنیف ہے۔ جو ادب کے لحاظ سے خصوصًا اور دیگر علوم کے لحاظ سے عمومًا بیحد نفع بخش ہے۔ علاوہ ازیں کتاب البخلاء۔ العبرات والمنظرات جاحظ کی بڑی مشہور اور مقبول کتابیں ہیں جو آج بعض مدارس عربیہ میں داخل درس ہیں۔ اور بڑی دلچسپ اور ادب پڑھنے والوں کیلئے بہت مفید ہیں۔

اخیر عمر میں جاحظ پر فالج کا ایسا عجیب و غریب حملہ ہوا کہ بدن کا نصف اپنا حصہ بیحد گرم رہتا تھا۔ چنانچہ اس پر صندل اور کافور لگائے جاتے تھے اور نصف بایاں حصہ ایسا ٹھنڈا کہ اگر اس حصہ کی کھال قینچی سے کاٹی جائے تو مطلق احساس نہوتا تھا۔ چنانچہ اپنے اس مرض کی حالت میں جاحظ کہا کرتا تھا کہ میرے جسم میں اضداد اکٹھا ہو گئے ہیں۔ اگر ٹھنڈی چیز کھاؤں تو پاؤں میں تکلیف ہو جاتی ہے اور گرم چیز کھاؤں تو سر میں درد ہونے لگتا ہے۔ نیز کہا کرتا تھا کہ میرا اپنا بائیں جانب ایسا مفلوج ہو گیا کہ اگر قینچی سے میری کھال کاٹی جائے تو مجھے معلوم بھی نہ ہوگا اور دایاں جانب السلوم رہتا ہے کہ اگر ایک مکھی بھی بیٹھ جائے تو ناقابل برداشت تکلیف ہونے لگتی ہے (وفیات ج۲ ص۱۴۲)

جاحظ نے نوے برس سے کچھ زائد عمر پایا۔ اسی مرض میں بصرہ میں ماہ محرم ۲۵۵ھ میں وفات پائی (وفیات ج۱ ص۱۴۲)

صاحب کتاب الاغانی

ابوالفرج اصفہانی

سنہ ۲۸۴ھ سنہ ۳۵۶ھ

نام علی بن حسین بن محمد بن احمد۔ اور کنیت ابوالفرج تھی۔ بغداد میں پیدا ہوا لیکن چونکہ آبائی وطن اصفہان تھا اسلئے اصفہانی کہا جاتا ہے۔ یہ ایک زبردست ادیب اور عالم گزرا ہے لغت۔ نحو۔ صرف۔ سیر ومغازی۔ شعر۔ اغانی۔ انساب۔ علم جراحت۔ بیطرہ۔ طب اور نجوم وغیرہ کا بڑا ماہر تھا۔ اور مذہب کے لحاظ سے شیعہ تھا۔ چنانچہ طاشکبری زادہ لکھتے ہیں۔

کان من احد ادبائھا وعالما بایام الناس والانساب والسایر وکان من المتشیعین	یہ بغداد کے ادباء میں سے ایک بڑا ادیب تھا لوگوں کے واقعات وانساب وسیر کا بہت بڑا جاننے والا تھا اور شیعہ مذہب کا پیرو تھا۔
(مفتاح السعادۃ ج ۱ ص ۱۴۳)	

ابن خلکان لکھتے ہیں۔

کان من اعیان ادبائھا وافراد مصنفیھا روی عن عالم کثیر من العلماء یطول تعداد ھم	وہ چوٹی کے ادباء میں تھا۔ اور مصنفین میں بے مثل تھا۔ بیشمار علماء سے اس نے روایت کی ہے۔
(وفیات ج ۱ ص ۱۶۳)	

قدرت نے قوت حافظہ غضب کی ودیعت کر رکھی تھی۔ چنانچہ اسے اغانی۔ اخبار آثار۔ احادیث۔ لغت۔ نحو۔ سیرت مغازی سے متعلق کثرت سے چیزیں بالکل ازبر تھیں۔ ابن خلکان لکھتے ہیں۔

کان یحفظ من الشعر والاغانی والاخبار والآثار والاحادیث المسندۃ والنسب مالم ار قط من یحفظ مثلہ (وفیات ج ۱ ص ۳۳۴)

شعر۔ اغانی۔ اخبار و آثار اور با سند احادیث اور نسب کا ایسا حافظ تھا کہ اس جیسا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

الاغانی نام سے اس نے ایک بے نظیر کتاب لکھی۔ جو بعض مدارس میں داخل درس ہے۔ اس کتاب کے متعلق ابو محمد مہلبی نے ابو الفرج سے پوچھا کہ آپ نے اس کتاب کو کتنے دنوں میں لکھا۔ بولا میں نے اس کتاب کو پچاس برس میں لکھا۔ اور اپنی عمر میں کل ایک ہی بار لکھا۔ یہ کتاب ایسی عمدہ کتاب ہے کہ اس کے بارے میں کہا گیا ہے

کتاب لم یؤلف مثلہ اتفاقاً (کشف ج ۱ ص ۱۱۲)

لوگوں کا اس بارے میں متفقہ فیصلہ ہے کہ اس جیسی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی

اس کتاب کو لکھنے کے بعد سیف الدولہ کی خدمت میں پیش کیا تو اس نے ایک ہزار دینار انعام دیا۔ جب صاحب بن عباد کو خبر ہوئی تو اس نے کہا کہ سیف الدولہ نے جو انعام اس کتاب پر پیش کیا ہے۔ وہ بہت کم ہے۔ اسے اس کا دوگنا دینا چاہیئے تھا۔ (کشف الظنون ج ۱ ص ۱۱۲)

یہ کتاب گوناگوں خصوصیات سے بھری ہوئی ہے۔ اسمیں زاہد کیلئے فکاہت، عالم کے لئے مواد، ادیب و انشاپرداز کے لئے مسالہ اور پونجی۔ بہادروں کے لئے رحلت و شجاعت۔ مضطرب کیلئے ریاضت اور صناعت اور بادشاہ کے لئے پاکیزگی اور لذت ہے۔ غرض ہر قسم کا مذاق رکھنے والا، اس کتاب سے بہرہ ور ہو سکتا ہے۔ اور اپنے مذاق کے مطابق حظ وافر حاصل کر سکتا ہے۔

صاحب بن عباد کے متعلق منقول ہے کہ وہ جب کہیں سفر کرتا تھا۔ تو اپنے ساتھ تیس اونٹ بوجھ لے کر چلتا تھا۔ لیکن جب اس کو یہ کتاب ملی تو اُسے تمام کتابوں سے بے نیازی ہو گئی۔ اور صرف یہی ایک کتاب اُس کو کافی ہوتی تھی (کشف الظنون ص ۱۲۶ ج ۱ و مفتاح السعادۃ ص ۱۰۵ ج ۱)

بہت سے ادبار نے اس سے انتخاب کر کے مختارات لکھے ہیں۔ جن میں سے وزیر ابن المغربی (م ۴۱۸ھ) ابن واصل حموی (م ۶۹۷ھ) ابن باقیا کاتب حلبی (م ۴۸۵ھ) امیر محمد بن عبداللہ بن احمد حرانی (م ۷۴۲ھ) جمال الدین محمد بن مکرم انصاری (م ۷۱۱ھ) احمد بن الرشیدی قابل ذکر ہیں۔

(کشف الظنون ص ۱۲۶ ج ۱)

ابو الفرج نے الاغانی کے علاوہ دیگر معتبر تصانیف بھی کی ہیں۔ جیسے کتاب جمہرۃ النسب۔ کتاب الغلمان المغنین۔ کتاب الاماء الشواعر۔ کتاب الدیارات کتاب دعوت الاطباء۔ کتاب جحظۃ البرمکی، مقاتل الطالبین۔ کتاب الحانات آداب الغرباء۔ کتاب نسب بنی عبد شمس۔ کتاب ایام العرب۔ کتاب التعدیل والانصاف

کتاب نسب بنی شیبان۔ کتاب نسب المہالبہ۔ کتاب نسب بنی تغلب۔ کتاب نسب بنی کلاب وغیرہ۔ اور اشعار تو بے شمار ہیں۔

ابوالفرج نے چہار شنبہ کے دن ۱۴ ذی الحجہ ۳۵۶ھ میں بغداد میں وفات پائی۔ اسی سال مشہور شاعر بحتری نے بھی وفات پائی تھی۔

ابن خلکان کا بیان ہے کہ اس سال دو زبردست عالم اور تین بڑے بادشاہوں کی وفات ہوئی۔ علماء میں ابوالفرج اور ابوعلی قالی۔ بادشاہوں میں سیف الدولہ بن حمدان۔ معز الدولہ بن بویہ اور کافور اخشیدی۔

(وفیات ص ۲۲۵ و مفتاح السعادۃ ص ۱۰۵ ج ۱)

صاحب الکامل

مُبَرَّد بصری

(م ۲۸۶ھ)

نام محمد بن یزید بن عبد الاکبر۔ کنیت ابو العباس اور لقب مبرد تھا۔ قبیلہ ازد سے تعلق کی وجہ سے بصری کہا جاتا ہے۔ امام کسائی۔ ازدی۔ ابوحاتم سجستانی سے علم حاصل کیا۔ اور اس سے اسماعیل صفار۔ نفطویہ اور اصولی وغیرہ نے روایت کی ہے اپنے دور میں نحو وصرف فصاحت، وبلاغت اور عربی دانی میں بغداد کا امام تھا

ملا شکری زادہ لکھتے ہیں

کان ابو العباس مبرد امام العربیۃ ببغداد فی زمانہ وکان فصیحًا بلیغًا مفوھا ثقۃ اخباریا علامۃ صاحب نوادر وظرافۃ	ابو العباس مبرد اپنے زمانہ میں بغداد میں عربیت کا امام تھا اور فصیح وبلیغ زبان آور خطیب۔ ثقہ۔ اخباری علامہ اور نوادر وظرافت والا تھا۔

(مفتاح السعادۃ ص ۱۲۱ ج ۱)

مولانا عبد العلی جیوری فرماتے ہیں۔

ابو العباس محمد بن یزید کان شیخ اھل النحو والعربیۃ والیہ انتھی	ابو العباس محمد بن یزید نحویوں اور ادیبوں کا استاذ تھا اور اس پر علم

علمها بعد طبقة ابی عمر والجرمی وابی عثمان المازنی (ثمرات الحیاۃ ص۵) — جرمی اور ابو عثمان مازنی کے طبقہ کے بعد ان دونوں علوم میں سب سے آگے تھا۔

مبرد شکل و صورت کے لحاظ سے بھی بہت حسین تھا بالخصوص بچپن میں اس کا حسن اور بھی نکھرا ہوا تھا۔ بصرے میں لوگ کہا کرتے تھے کہ حسن صورت میں مبرد نے اپنا ثانی کسی کو نہیں دیکھا۔

علامہ مازنی نے جب "کتاب الالف واللام" تصنیف کی تو مبرد سے انہوں نے اپنی کتاب کی بعض باریک اور مشکل چیزیں پوچھیں۔ مبرد نے ان کا برجستہ اور نہایت عمدہ جواب دیا اس پر مازنی نے کہا "قُمْ فَأَنْتَ الْمُبَرِّدُ" اٹھو تم حق کو ثابت کرنے والے ہو۔ اسی وقت سے اسکو مبرد کہا جاتا ہے۔

یہ لفظ اصل میں مُبَرِّد (بکسر الراء) ہے۔ جو باب تفعیل کا اسم فاعل ہے۔ لیکن پھر کوفیوں نے اسمیں تغیر کر کے راء کو فتحہ دے دیا اسلئے اب مبرَّد بفتح الراء بولا جاتا ہے۔ (مفتاح السعادۃ ص۱۳۲)

علامہ سیرانی فرماتے ہیں کہ مبرد اور ثعلب کے درمیان بڑی کشیدگی اور منافرت رہا کرتی تھی۔ اور اس درجہ منافرت تھی کہ یہ ضرب المثل ہو گئی۔ چنانچہ ایک شاعر اپنی منافرت کے سلسلہ میں یوں مثال پیش کرتا ہے۔

فابداننا فی بلدة والتقاء نا — ہمارے اجسام ایک شہر میں ہیں لیکن
عسیر کما ثعلب ومبرد — اس کے باوجود ہمارا ملنا مشکل ہے ہمارا حال ثعلب اور مبرد کی طرح ہو گیا ہے

مبرّد نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ جن میں سے الکامل اکی بہت مشہور و معروف کتاب ہے۔ یہ کتاب نحو و صرف اور عربیت کے موضوع پر بہت عمدہ اور بے نظیر کتاب ہے۔ اور بعض مدارس عربیہ میں داخل درس ہے۔

اسکے علاوہ المقتضب۔ الروضۃ۔ المقصور والممدود۔ اشتقاق القرآنی۔ اعراب القرآت۔ نسب عدنان وقحطان۔ الرد علی سیبویہ شرح شواھد الکتاب۔ ضرورۃ الشعر۔ العروض۔ ما اتفق لفظہ واختلف معناہ۔ طبقات النحاۃ البصریین اسکی علمی یادگاریں ہیں

(مفتاح السعادۃ ص۱۲۰ ج۱)

اس نے بغداد میں ۲۸۶ھ یا ۲۸۵ھ میں وفات پائی

(ثمرات الحیاۃ فی طبقات النحاۃ)

صاحب نہج البلاغۃ

شریف مرتضیٰ

(۳۵۵ھ ۔ ۴۳۶ھ)

نام علی بن طاہر ۔ کنیت ابوالقاسم ۔ شریف مرتضیٰ کے ساتھ مشہور ہے ۔ سلسلہ نسب یہ ہے ۔ علی بن طاہر ابواحمد حسین بن موسےٰ بن محمد ابراہیم بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین رضی اللہ عنہ ۔

(وفیات الاعیان طبع قدیم ص ۳۳۳ ج ۱)

یہ بہت مشہور و معروف ادیب شاعر اور صاحب قلم گزرا ہے ۔ علامہ ابن خلکان فرماتے ہیں ۔

وکان اماما فی علم الکلام والادب والشعر (وفیات ص ۳۳۶ ج ۱)

یہ علم کلام، علم ادب اور فن شاعری میں اپنے دور کا امام تھا ۔

دوسری جگہ اسکو ائمۃ العراق فرمایا ہے اور صاحب معجم اسکی مدح سرائی بایں الفاظ کرتا ہے ۔

وکان الشریف المرتضٰے اوحد اھل زمانہ فضلاً وعلماً وکلاماً وحدیثاً وشعراً (معجم المطبوعات ص ۱۲۴ ج ۱)

شریف مرتضیٰ علم فضل وکمال بالخصوص عقائد و کلام اور حدیث و شعر گوئی میں اپنے زمانہ کا یکتا تھا

شریف رضی کا بھائی تھا اور شیعہ مذہب رکھتا تھا۔ کتاب نہج البلاغۃ جو ادبی نقطۂ نظر سے قرآن و حدیث کے بعد دوسرے نمبر پر مانی جاتی ہے اور مدارس عربیہ نیز یونیورسٹیوں اور کالجوں کے شعبۂ عربی میں داخل درس ہے یہ اسکا مؤلف ہے اس کتاب میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کلام کو جمع کیا گیا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کتاب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کلام نہیں ہیں بلکہ اسنے خود اپنی طرف سے لکھ کر ان سے منسوب کر دیا ہے چنانچہ علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں

من طالع کتاب نہج البلاغۃ جزم انہ لکذب علی امیر المومنین (معجم ج ۱۲ ص ۱۹)	جو شخص بھی نہج البلاغۃ کا مطالعہ کریگا وہ یقیناً یہ کہیگا کہ یہ امیر المومنین حضرت علی پر جھوٹ اور افترا ہے۔

یہ بھی مختلف فیہ ہے کہ نہج البلاغۃ شریف مرتضیٰ کی لکھی ہوئی ہے یا اُس کے بھائی شریف رضی کی لکھی ہوئی ہے۔ واللہ اعلم (وفیات ص ۳۳۶ ج ۱)

یہ دونوں عربی دانی میں بڑے مشہور تھے۔ دونوں نے شیخ ابو عبداللہ محمد بن محمد بن نعمان سے پڑھا ہے۔ اور پڑھنے کے بعد ایسی شہرت حاصل کی کہ دنیا بھر میں ان کے علم و ادب کی دھوم مچ گئی اور علمی فضل و کمال کی صدا ساری فضا میں گونج اٹھی

اس نے اپنے مذہب کے مطابق بہت سی کتابیں لکھی ہیں جیسے آمالی (مسمیٰ بہ غرر الفوائد) الشہاب فی الشیب والشباب۔ المسائل الناصریہ وغیرہ)

اسنے اتوار کے دن ۲۵ ربیع الاول ۴۳۶ھ کو بغداد میں وفات پائی اور اپنے وطن ہی شہر میں دفن کیا گیا (وفیات ص ۳۳۶ ج ۱)

صاحب المجتبیٰ

ابن درید
(۲۲۳ھ ۔ ۳۲۱ھ)

نام نامی محمد بن الحسن ۔ کنیت ابوبکر اور ابن درید کیساتھ مشہور ہوئے۔ سلسلۂ نسب یہ ہے محمد بن الحسن بن درید بن عتاہیہ بن حنتم بن الحسن بن حمامی بن جرو بن واسع بن وہب۔

آپ کے اجداد میں حمامی سب سے پہلے شرف بہ اسلام ہوئے اور یہ اُن لوگوں میں تھے جبکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر سن کر ستر آدمی عمان سے مدینہ منورہ گئے تھے۔

آپ ۲۲۳ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے۔ وہیں پرورش بھی ہوئی۔ اور وہیں رہکر لغت وادب ۔ شعر اور دیگر علوم وفنون حاصل کئے۔ آپ نے ابو حاتم سجستانی۔ ابو الفضل عباس بن الفرج نحوی ۔ عبدالرحمٰن بن عبداللہ (ابن اخ الاصمعی) ابو عثمان سعید بن ہارون اشنانداني جیسے مشہور حضرات سے پڑھا۔ اور آپ سے ابو الفرج اصبہانی ۔ ابو سعید سیرافی ابو علی قالی جیسے بلند پایہ ائمہ لغت وادب نے پڑھا۔

تحصیل علوم کے بعد عمان گئے۔ وہاں بارہ برس رہ کر بصرہ آ گئے پھر فارس گئے اور وہاں ایسے سرکاری عہدے پر مامور ہو گئے کہ آپ کے بغیر کوئی حکم ہی نافذ نہ ہوتا تھا۔

اسی زمانہ میں لغت کی مشہور کتاب "کتاب الجمہرۃ" لکھی۔ اسکے بعد ۳۰۸ھ میں بغداد آئے اور علی بن احمد خوارزمی کے یہاں قیام کیا۔ انہوں نے خلیفہ مقتدر باللہ سے آپ کا علمی فضل و کمال بیان کرکے ماہوار پچاس دینار مقرر کرا دیے۔ چنانچہ یہ وظیفہ آپ کی حیات تک جاری رہا۔

ابن درید اپنے زمانہ میں لغت و ادب کے امام تھے۔ قوت حافظہ آپ کی ضرب المثل ہے اس سلسلہ میں آپ کے بہت سے حیرت انگیز واقعات کتابوں میں مذکور ہیں طوالت کے خیال سے ہم ترک کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی اُن لوگوں میں سے جنہوں نے ابن درید کو دیکھا ہے روایت کرتے ہیں کہ وہ بعید قوی الحافظہ تھے سرزمین عرب میں ان سے بڑھ کر حافظہ والا کسی کو نہیں دیکھا گیا آپ کی قوت حافظہ کا یہ حال تھا کہ دواوین آپ کے پاس پڑھے جاتے تھے اور آپ کو سارا دیوان ازبر ہو جاتا تھا۔

ابو الطیب لغوی نے اپنی کتاب مراتب النحویین میں جہاں ابن درید کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

هو الذی انتهت الیه لغة البصریین وکان احفظ الناس واوسعهم علما واقدرهم علی الشعر وما ازدحم العلم والشعر فی صدر احد ما ازدحما فی صدر ابن درید.

بصریوں کا لغت آپ ہی پر منتہی تھا۔ لوگوں میں سب سے زیادہ حفظ والے اور علم والے تھے۔ شعر گوئی پر بہت قدرت رکھتے تھے۔ ابن درید کے سینے میں علم اور شعر کا ایسا ہجوم تھا جو کسی میں نہ تھا

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں

انه کان راسا فی الادب یضرب المثل

علم ادب کے سرخیل تھے۔ قوت حافظہ میں ضرب المثل تھے

بحفظہم أشعر العلماء واعلم الشعراء — علما اور شعرا میں سب سے بڑھ کر علم و شعور رکھتے تھے

علامہ مسعودی "مروج الذہب" میں رقمطراز ہیں۔

انہ کان ببغداد ممن برع فی زماننا	ہمارے زمانہ میں بغداد میں شعراء ماہرین میں
ہل انی الشعر وانتہی فی اللغۃ وقام	سے تھے لغت آپ ہی پر منتہی تھا اور اس فن
مقام الخلیل بن احمد فیہا واورد اشیاء	میں خلیل نحوی کے ہم پلہ تھے۔ لغت میں ایسے
فی اللغۃ لم توجد فی کتب المتقدمین	نوادر ذکر کئے ہیں جن سے متقدمین کی کتابیں خالی ہیں

آپ ان تمام شان و صفت کیساتھ ساتھ ایک بلند پایہ مصنف بھی تھے اور بکثرت کتابیں آپ نے تصنیف کی ہیں جنمیں کتاب المجتنیٰ درس عالیہ کے کورس میں داخل ہے اسکے علاوہ آپنے کتاب الامالی لکھی جسکا خلاصہ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے اور کتاب السرج واللجام کتاب اشتقاق اسماء القبائل۔ کتاب الملاحن۔ کتاب المقتبس۔ کتاب المقصور والممدود۔ کتاب الخیل الکبیر کتاب الخیل الصغیر۔ کتاب الانوار۔ کتاب السلاح۔ کتاب غریب القرآن (یہ کتاب مکمل نہ ہو سکی) کتاب ادب الکاتب۔ کتاب تقویم اللسان اور کتاب المطر وغیرہ مفید اور نفع بخش کتابیں لکھی ہیں۔

نوے برس کی عمر میں فالج گرا۔ علاج کے بعد اچھے ہو گئے۔ ایک سال کے بعد پھر فالج گرا۔ اور اسی میں کمزور ہوتے گئے۔ آخری لمحات میں باوجود بے انتہا کمزور ہونے کے ہوش و حواس صحیح سالم رہے۔ ۱۸ شعبان ۳۲۱ھ میں بدھ کے روز بغداد میں وفات پائی اور مقبرہ عباسیہ میں مدفون ہو گئے۔ (ملخص از مقدمہ کتاب المجتنیٰ)

صاحب قصیدہ بُردہ

علّامہ بوصیری

سنہ ۶۰۸ھ سنہ ۶۹۶ھ
۱۲۱۲ء ۱۲۹۶ء

نام محمد بن سعید بن حماد بن عبداللہ۔ کنیت ابو عبداللہ اور لقب شرف الدین تھا۔ مصر میں بنی سویف کے علاقہ میں بوصیر نام سے ایک مقام ہے آپ وہیں کے رہنے والے تھے اسلئے بوصیری کہلاتے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ نسبت آپ کی ماں کی وجہ سے ہے یعنی چونکہ آپ کی ماں بوصیری تھیں اسلئے آپ بھی بوصیری کہے جاتے ہیں ورنہ آپ مغربی الاصل تھے۔ قلعہ حماد میں ایسے قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے جو بنی حبنون کے ساتھ معروف ہے۔

آپ مصر میں بہنسا دیہ صوبہ میں بہشیم نامی ایک گاؤں میں سنہ ۶۰۸ھ مطابق سنہ ۱۲۱۲ء میں پیدا ہوئے اور مقام دلاص میں پرورش پائی۔ آپ بڑے عمدہ شاعر گزرے ہیں آپکے اشعار میں الفاظ و معانی دونوں میں ملاحت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ اسبات کی شہادت میں آپ کا قصیدہ جو بُردہ کے نام سے معروف و متداول ہے پیش کیا جاتا ہے اس قصیدہ کا مطلع أمن تذکر جیران بذی سلم ہے۔ یہ قصیدہ بیحد مقبول ہوا۔ جو بکثرت علماء نے اسکی شرحیں لکھیں ہیں۔ (الاعلام ج۶ ص)

اس قصیدہ کا اصل نام الکواکب الدریہ فی مدح خیر البریہ ہے جو قصیدہ بردہ کے ساتھ مشہور ہے۔ اسمیں کل ۱۶۲ اشعار ہیں جن میں سے ۱۲ مطلع کے اشعار ہیں اور ۱۶ نفس

کے ذکر میں ا ب ر ۳ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح میں۔ ۱۹ آپ کی ولادت کے بارہ میں ۱۰ دعا کی برکت میں۔ ۷ قرآن کی مدح میں ۱۲ معراج کے ذکر میں۔ ۲۲ آپ کے جہاد میں ۱۴ استغفار میں اور ۹ اشعار مناجاۃ میں ہیں (کشف الظنون ۲۲۵ ج ۲)

مروی ہے کہ علامہ بوصیری پر فالج گر گیا تھا تو انہوں نے انھیں اشعار کے ذریعہ خدا سے شفا کی دعا مانگی تھی چنانچہ خواب میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپنے اپنا دست مبارک اُن کے جسم پر پھیرا اور آپ اچھے ہوگئے اور بعض روایات میں ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کے کندھے پر اپنی چادر مبارک ڈالدی اور اپنا دست مبارک پھیرا بس جب خواب سے بیدار ہوئے تو آپنے اپنے کو بالکل تندرست پایا۔ اور اپنے کندھے پر حضور کی چادر مبارک بھی موجود ملی یہ دیکھ کر آپ بے انتہا خوش ہوئے۔

اس قصیدہ کی شہرت یوں ہوئی کہ سعد الدین فاروقی کو آشوب چشم کی شکایت ہو گئی یہاں تک کہ اندھے ہونیکے قریب ہو گیا تو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہہ رہا ہے کہ جاؤ بہاء الدین (ملک ظاہر کا وزیر تھا) سے بُردہ لے کر اپنی آنکھ پر رکھ دینا تم اچھے ہو جاؤ گے۔ چنانچہ اُسنے ایسا ہی کیا اور چنگا ہو گیا۔ بہاء الدین حصول برکت کیلئے قصیدہ بردہ پڑھوا کر سنتا تھا۔

علاوہ ازیں اس کے عجیب و غریب برکات بکثرت مروی ہیں نیز یہ کتاب اس درجہ مقبول ہوئی کہ علماء نے اسکی بیشمار شرحیں لکھی ہیں۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو کشف الظنون ۲۲۵ ج ۲ تا ۲۲۹ ج ۲) صاحب کفیت نے آپ کا سن وفات ۶۹۴ھ بتایا ہے۔ اور صاحب الاعلام نے ۶۹۶ھ تحریر کیا ہے۔ واللہ اعلم

(اعلام ۵ ج ۲)

صاحب قصیدہ بانت سعاد

سیدنا حضرت کعب بن زہیرؓ

سیدنا حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ اور بڑے اچھے شاعر تھے۔ قصیدہ بانت سعاد آپ ہی کا کہا ہوا ہے۔ محمد بن اسحٰق وغیرہ روایت کرتے ہیں کہ زہیر کے دو بیٹے تھے کعب اور بجیر۔ یہ دونوں بھائی ابرق عزاف کی طرف بکریاں چرانے کے لئے نکلے۔ تو بجیرؓ نے کعب سے کہا کہ تم بکریوں کی دیکھ بھال میں رہنا۔ ذرا میں اس شخص (یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم) کے پاس ہو کر آتا ہوں۔ ذرا میں بھی اسکی باتیں سنوں دیکھوں وہ کیا کہتا ہے۔ یہ کہہ کر بجیر چلے گئے، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی باتیں سنیں تو وہیں مشرف باسلام ہو گئے۔

حضرت بجیرؓ کے ایمان لانے کا ایک داعیہ پہلے سے بھی موجود تھا۔ ان کے باپ یعنی زہیر اہل کتاب کے ساتھ بہت اُٹھتے بیٹھتے تھے۔ اہل کتاب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا اکثر تذکرہ کرتے تھے۔ اُن سے یہ علامت بھی سن چکے تھے کہ اب ان کی بعثت کا زمانہ قریب ہے۔ ایک دن اُنہوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک رسّی آسمان سے لٹک رہی ہے۔ اُنہوں نے اسے پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو اسے نہ پا سکے۔ پس اسکی تعبیر یہ نکالی کہ یہ رسی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور میں اُن کا زمانہ نہیں پاؤں گا۔ لیکن

اپنے بیٹوں کو یہ وصیت کر گئے کہ جب تم لوگ اس نبی کا زمانہ پاؤ تو ان پر ایمان لے آنا چنانچہ اس وصیہ کے بموجب حضرت بجیرؓ خدمت نبوی میں حاضر ہوتے ہی مسلمان ہو گئے ۔

جب حضرت کعب کو بھائی کے اسلام قبول کرنے کی خبر معلوم ہوئی تو بہت ناراض ہوئے اور غصہ میں یہ اشعار بھیجے جن میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی ہے

الا ابلغا عنی بجیرا رسالۃ ۔ فھل لک فیما قلت ویحک ھل لکا
سقاک بھا المامون کاسا رویۃ ۔ فانھلک المامون منھا وعلکا
ففارقت اسباب الھدی واتبعتہ ۔ علی ای شی ویب غیرک دلکا
علی مذھب لم تلف اما ولا ابا ۔ علیہ ولم تعرف علیہ اخا لکا
فان انت لم تفعل فلست باسف ۔ ولا قائل اما عثرت لعا لکا

جب یہ اشعار حضرت بجیرؓ کے پاس پہونچے تو انہوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو سنایا آپ کو کعب کی اس بدتمیزی اور گستاخی پر بہت غصہ آیا ۔ اور حکم دیا کہ کعب بن زہیر جہاں کہیں ملے اسکو قتل کر دو یہ واقعہ اس وقت کا ہے جبکہ آپ طائف سے لوٹ کر آئے تھے اس وقت حضرت بجیرؓ نے اپنے بھائی کعب کے پاس یہ اشعار لکھے ۔

من مبلغ کعبا فھل لک فی التی ۔ تلوم علیھا باطلا وھی احزم
الی اللہ لا العزی ولا اللات وحدہ ۔ فتنجو اذا کان النجاء وتسلم
لدی یوم لا ینجو ولیس بمفلت ۔ من الناس الا طاھر القلب مسلم
فدین زھیر وھو لا شیء دینہ ۔ ودین ابی سلمی علی محرم

ان اشعار کے بعد یہ بھی لکھا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے تمہارا خون مباح کر دیا ہے اور

بہت سے ہجو کرنے والوں اور اذیت پہنچانے والوں کو کر سنظر میں موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا ہے اور بعض شعرائے قریش جیسے ابن الزبعری اور ہبیرہ بن ابی وہیب وغیرہ اپنی جان بچا کر کہیں روپوش ہو گئے ہیں۔ میرے خیال میں اب تمھاری بھی خیر نہیں۔ البتہ اب اگر تم یہ صورت اختیار کرو کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آجاؤ اور اپنی غلطی کی معافی مانگ لو۔ تو اُمید ہے کہ تمھاری جان بچ جائیگی۔ کیونکہ آپ معذرت کرنے والوں کی عذر قبول کیا کرتے ہیں۔

جب یہ خط کعب کے پاس پہونچا تو بہت گھبرائے اور قبیلہ مزنیہ کے پاس گئے اور اُن سے امن اور پناہ چاہی لیکن ان لوگوں نے انکار کر دیا۔ اب ہر طرف سے لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ تم ضرور قتل کئے جاؤ گے۔ اب وہ اور بھی خوف زدہ ہوئے۔ چنانچہ اُنہوں نے یہ قصیدہ (بانت سعاد) کہا۔ اور اسمیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح کی اور اپنے خوف اور ڈر کا اظہار کیا اور مدینہ کی طرف چل پڑے مدینہ پہونچکر پہلے اپنے ایک پرانے ملنے والے کے پاس گئے۔ جو قبیلہ جہینہ سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ ان کو لے کر مسجد نبوی میں گئے اور اشارے سے بتایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہ ہیں جاؤ اور اُن سے امن چاہو۔ کعب کی نگاہ جس وقت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر پڑی فوراً آپ کو پہچان لیا۔ کیونکہ لوگوں سے زبانی آپ کے جو اوصاف سنے تھے بعینہ ویسا ہی پایا۔

کعب ہمت کر کے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا کر بیٹھ گئے۔ اور عرض کی یا رسول اللہ کعب بن زہیر آپ سے امن چاہنے کے لئے آیا ہے اور اپنی غلطی سے تائب ہو کر مسلمان ہونے کے لئے آیا ہے اگر میں اُسکو آپ کے پاس لاؤں تو کیا آپ اسے معاف کرینگے

آپ نے ارشاد فرمایا "جی ہاں" کعب نے کہا "یا رسول اللہ! کعب بن زہیر میں ہی ہوں" تو ارشاد ہوا "تم مامون ہو"۔

ایک انصاریؓ آگے بڑھے اور کہا حضور! اجازت دیجئے تو اس دشمن خدا کی گردن اڑادوں۔ آپ نے فرمایا "نہیں" اب یہ تائب ہوکر آیا ہے۔ بہرحال آپ نے اسلام قبول کیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح میں وہ قصیدہ سنانا شروع کیا۔ ابتدا میں تشبیب کا مضمون ہے جس میں سُعاد (اپنی محبوبہ) کو مخاطب کرکے عشقیہ اشعار کہے ہیں جیسا کہ عربی شاعروں کی عادت ہے۔ پھر کل ۵۷ اشعار کہے جب حضرت کعب پڑھتے پڑھتے اس شعر پر پہونچے

ان الرسول لسیف یستضاء بہ مھند من سیوف اللہ مسلول

تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک حضرت کعبؓ کو اڑھادی۔

ان کی وفات کے بعد حضرت معاویہؓ نے ان کے ورثہ سے بیس ہزار میں خریدلی۔ پھر ان کے بعد بادشاہوں کے پاس یکے بعد دیگرے چلتی رہی۔ اب صحیح طور پر معلوم نہیں کہ وہ کہاں اور کس کے پاس ہے!

(شرح قصیدہ بانت سعاد ص ۵ و ۶)

صاحب دیوان

بحتری

(۲۰۶ھ - ۲۸۴ھ)

نام ولید بن عبید بن یحییٰ۔ کنیت ابو عبادہ۔ بحتر جو اس کے اجداد میں تھے اسکی طرف منسوب ہو کر بحتری کہلاتا ہے اور اس لفظ کے ساتھ زیادہ مشہور ہو گیا۔ یہ اپنے دیوان کی وجہ سے اہل علم میں نہایت درجہ مشہور ہے۔ بغداد میں مدت دراز تک مقیم رہا۔ اور خلفاء کی مدح و ستائش کرتا رہا۔ اس کے اشعار بھی بڑے فصیح و بلیغ ہوتے تھے۔ شعراء عرب کی عادت تھی کہ وہ اپنے اشعار میں بطور تشبیب اپنی محبوبہ کا ذکر کرتے تھے۔ اسی طرح بحتری بھی اپنے اشعار میں اپنی محبوبہ علوۃ بنت زریقہ کے ساتھ تشبیب کرتا ہے۔

(مفتاح السعادۃ ص ۱۹۲ ج ۱)

بحتری کہتا ہے کہ شعراء اپنے اشعار ابو تمام کو پیش کرتے تھے چنانچہ میں نے بھی اپنے اشعار ابو تمام کو پیش کئے جب میرے اشعار کو اس نے سنا تو تمام لوگوں کو چھوڑ کر خصوصیت کے ساتھ میری طرف توجہ کی اور لوگوں کے چلے جانے کے بعد مجھ سے کہا۔ جن لوگوں نے مجھے اشعار سنائے۔ ان میں تم سب سے اچھے شاعر ہو۔ پھر اس نے مجھ سے میرے حالات دریافت کئے۔ میں نے ناداری کی شکایت کی تو اس نے اہل معرۃ النعمان کے پاس خط لکھا جس میں میری بیحد تعریف و توصیف کی۔ چنانچہ اس خط کی بدولت ان

لوگوں نے میری تعظیم و تکریم کی۔ اور میرے واسطے چار ہزار درہم وظیفہ مقرر کر دیا۔ (مفتاح السعادۃ ۱۹۴) بحتری کے اشعار سلاسل الذہب کہلاتے ہیں اور شعراء کے طبقات میں اونچے درجہ کا شاعر مانا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے بحتری سے پوچھا تم زیادہ اچھا شعر کہتے ہو یا ابوتمام۔ تو اس نے جواب دیا۔

جیدہ خیر من جیدی ورد یئی خیر من ردیہ — اسکا عمدہ شعر میرے عمدہ شعر سے بہتر ہے اور میرا ردی شعر اسکے ردی شعر سے بہتر ہے (مفتاح السعادۃ ۱۹۴)

مشہور شاعر معری سے پوچھا گیا کہ ابوتمام۔ بحتری اور متنبی ان تینوں میں کون اچھا شاعر ہے تو معری نے کہا کہ ابوتمام اور متنبی دانا اور عقلمند ہیں۔ اور شاعر درحقیقت بحتری ہے۔

بہرحال بحتری بہت عمدہ شاعر تھا۔ اسکے اشعار کے محاسن دیکھنا ہوں تو اس کا دیوان آج موجود ہے۔ اسکو دیکھ کر بحتری کی شاعری کا اندازہ کیا جا سکتا ہے دیوان اپنے گوناگوں محاسن کی بنا پر بہت مقبول اور متداول ہے اور بعض مدارس عربیہ میں پڑھایا جاتا ہے

بحتری نے بھی ابوتمام کی طرح ایک حماسہ لکھا ہے بمعانی الشعر بھی اسکی اہم یادگار ہے۔ بحتری کے سن وفات میں بہت اختلاف ہے۔ بعضوں نے ۲۰۵ھ میں بعض نے ۲۰۲ھ اور بعض نے ۲۸۴ھ بتایا ہے۔ اور صحیح یہی آخرالذکر ہے۔ اس نے مقام منبج میں وفات پائی (مفتاح السعادۃ ۱۹۴)

صاحب کتاب الحماسہ

ابو تمام

(سنہ ۱۹۰ھ - سنہ ۲۳۱ھ)

نام حبیب بن اوس۔ کنیت ابو تمام۔ قبیلۂ طے کی طرف منسوب کر کے طائی کہا جاتا ہے۔ سلسلۂ نسب یہ ہے۔

حبیب بن اوس بن الحارث بن قیس بن الاشج بن یحییٰ بن مروان۔ بن مُر بن سعد بن کاہل۔ بن عمرو۔ بن عدی۔ بن عمرو۔ بن الغوث بن طے۔ (جلہم) بن اُدد بن زید بن کہلان بن یشجب بن یعرب بن قحطان (وفیات ص۲۳۳ ج ۱)

ابو تمام کے باپ کا نام بعض لوگوں نے سعود بتایا ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ اس کے باپ کا نام تدوس تھا۔ پھر لوگوں نے ترمیم کر کے اوس بنا یا۔ یہ اصل میں نصرانی تھا اور دمشق میں جاسم نامی ایک گاؤں کا باشندہ تھا۔ (〃)

ابو تمام سنہ ۱۹۰ھ میں بلادِ جیدور میں اسی جاسم نامی گاؤں میں (جو دمشق اور طبریہ کے درمیان واقع ہے) پیدا ہوا، اور مصر میں پرورش پائی (وفیات ص۲۳۹ ج ۱)

ابتدا میں مصر کی جامع مسجد میں لوگوں کو پانی پلایا کرتا تھا۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ دمشق میں ایک حائک کے یہاں ملازم تھا۔ اور باپ وہیں شراب بنانے اور فروخت کرنے کا کام کرتا تھا۔ پھر ابو تمام نے بہت سے شہروں کا سفر کیا۔ یہاں تک کہ ابو تمام پھر ابو تمام بن گیا۔

ابوتمام کی شخصیت اس قدر مشہور و معروف ہے کہ محتاج بیان نہیں۔ یہ انتہائی ذکی و ذہین اور فصیح و بلیغ شاعر گزرا ہے۔ ایک مرتبہ ابن الزیات نے ابوتمام سے کہا تم اپنے اشعار میں الفاظ کے جواہرات لاکر اور عمدہ سے عمدہ معانی پہنا کر ایسا حسن پیدا کرتے ہو کہ کسی حسین کنواری لڑکی کے گلے میں عمدہ قسم کے جواہرات کے ہار پہنائے جائیں تو اسکا حسن بھی تمہارے اشعار کے سامنے مدھم معلوم ہوگا۔ (وفیات م۲۳ ج ۱)

ابن زیات کی اس بات پر ایک فلسفی جو اس وقت وہیں موجود تھا، بول اٹھا۔ یہ شاعر جوانی ہی کی حالت میں مرجائے گا۔ لوگوں نے وجہ دریافت کی تو اس نے بتایا کہ یہ شخص اس قدر ذہین و ذکی، تیز طبع اور لطیف احساس رکھنے والا ہے کہ انتہائی ذکاوت کی بنا پر اس کا نفس روحانی اس کے جسم کو کھا جائے گا جس طرح نیزہ یا تلوار اپنی میان کو کھا جاتی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ابوتمام ۴۰ برس کے لگ بھگ انتقال کر گیا۔ جیسا کہ آگے معلوم ہوگا (۔)

کہا جاتا ہے کہ ابوتمام کو قصائد اور مقاطیع کے علاوہ عرب کی چودہ ہزار نظمیں یاد تھیں۔ جو اس کے صاحب فضل و کمال ہونے کی صریح دلیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسکے اشعار بہت مقبول ہوئے۔ نیز خلفاء کی مدح کر کے بہت سے انعامات حاصل کئے۔ اور ابوتمام کو بڑے بڑے ادیبوں اور شاعروں نے خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

علامہ ابن خلکان کہتے ہیں۔

وکان واحد عصرہ فی دیباجۃ لفظہ وفصاحۃ شعرہ وحسن اسلوبہ۔

(وفیات د۲۰ ج ۱)

ابوتمام الفاظ کی عمدگی اور اشعار کی خوبصورتی اور اسلوب کی اچھائی میں اپنے دور کا یکتا تھا

علماء نے لکھا ہے کہ قبیلۂ طے میں تین شخصیتیں ایسی بے نظیر پیدا ہوئیں۔ جو اپنے اپنے باب میں ضرب المثل ہوئیں۔ حاتم طائی سخاوت میں۔ داؤد بن نصیر طائی زہد و تقویٰ میں۔ اور شاعری میں ابو حبیب بن اوس طائی۔ (وفیات صفحہ ۲۲۶۔۲۲۷۔ ج ۱)

ابو تمام کی کتاب الحماسہ بڑی معرکۃ الآراء تصنیف ہے اور دنیا میں اسکو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ ہندوستان کے تقریباً تمام مدارس عربیہ میں یہ کتاب یا اسکے انتخابات داخل درس ہیں۔ اور ہندوستان کے علاوہ بلاد اسلامیہ میں بھی بہت سے مدارس میں اسکے انتخابات پڑھے پڑھائے جاتے ہیں۔ درحقیقت یہ کتاب ابو تمام کے شاعرانہ فضل و کمال کی پوری آئینہ دار ہے۔

چنانچہ ابن خلکان نے ان الفاظ میں کتاب کی عمدگی اور اسکی برتری بیان کی ہے۔

ولہ کتاب الحماسۃ التی دلت علیٰ غزارۃ فضلہ واتقان معرفتہ بحسن اختیار (وفیات ۲۲)	اسکی کتاب الحماسہ ہے جو اسکی علمی فضیلت کی زیادتی اور ٹھوس معلومات پر دلالت کرتی ہے

حماسہ کے علاوہ فحول الشعراء کے نام سے ایک مجموعہ تالیف کیا جسمیں جاہلیت مخضرمین اور اسلامی شعراء سبھی کے کلام کو جمع کیا ہے اور ایک کتاب الاختیارات من اشعار الشعراء بھی ابو تمام کا زبردست کارنامہ ہے جو اسکی شخصیت کو اجاگر کر رہا ہے (وفیات ۲۲۵ ج ۱)

ابو تمام نے ماہ ذی قعدہ یا جمادی الاولیٰ میں ۲۳۱ھ میں موصل میں وفات پائی اور وہیں باب المیدان سے باہر خندق کے کنارے دفن کیا گیا (وفیات ۲۲۶ ج ۱)

چونکہ ابو تمام کی شخصیت غیر معمولی شہرت حاصل کر چکی تھی اور اسکے شاعرانہ فضل و کمال کا ہر ایک معترف تھا اسلئے اسکی وفات پر کثرت سے لوگوں نے مرثیے کہے۔ جن میں حسن بن وہب محمد بن عبد الملک (وزیر معتصم) کے مرثیے قابل ذکر ہیں لیکن طوالت کے خیال سے ہم ترک کرتے ہیں۔
(وفیات ۲۲۷ ج ۱)

صاحب دیوان

متنبی

(سنہ ۳۰۳ھ - سنہ ۳۵۴ھ)

نام احمد بن الحسین بن الحسن بن عبدالصمد، کنیت ابوالطیب، سنہ ۳۰۳ھ میں کوفہ کے مشہور تاریخی شہر میں محلہ کندہ میں پیدا ہوا اسی لئے کوفی و کندی کہلاتا ہے۔ اور چونکہ جعفی بن سعد العشیرہ کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا اسلئے جعفی بھی کہا جاتا ہے۔ اور اسے متنبی کہنے کی لوگوں نے بہت سی وجہیں لکھی ہیں ہم ان میں سے صرف ایک وجہ بیان ذکر کرتے ہیں۔

ابن خلکان کہتے ہیں کہ اس نے بادیہ سماوہ میں نبوت کا دعوی کیا تھا۔ اور بنو کلب وغیرہ کے بہت سے لوگ اس کے مطیع و فرماں بردار بھی ہو گئے تھے اور اس کی نبوت کے قائل ہو گئے تھے۔ جب امیر حمص لؤلؤ کو پتہ چلا تو اس نے متبنی کو قید کر دیا جب اس نے توبہ کی تو اسے رہا کر دیا (وفیات ص ۱۲۰ ج ۱)

متنبی نے شام میں تعلیم حاصل کی۔ فن ادب اور لغت میں بڑی مہارت حاصل کی۔ اور غریب و نادر لغات پر بھی عبور حاصل کیا۔

طاشکبری زادہ لکھتے ہیں۔

وکان من المکثرین من نقل اللغۃ والمطلعین علی غریبہا و حوشیہا وکان — بکثرت لغات نقل کرنے والا اور غریب و نادر لغات سے واقفیت رکھنے والا تھا

شعرہ فی الغایۃ والنہایۃ من الفصاحۃ والبلاغۃ (مفتاح السعادۃ ص۱۹۱ ج ۱)
اس کے اشعار انتہائی فصیح و بلیغ ہوتے تھے۔

شیخ ابو علی فارسی نے ایک دن متنبی سے پوچھا کہ فعلیٰ کے وزن پر کتنی جمعیں آتی ہیں متنبی نے فوراً جواب دیا "حجلیٰ" اور "ظربیٰ"۔ شیخ ابو علی فرماتے ہیں کہ میں تین دن تک لغت کی کتابیں دیکھتا رہا کہ ان دونوں کے علاوہ کوئی تیسری جمع مل جائے۔ مگر تین دن کی مسلسل کوشش کے باوجود مجھے کوئی تیسری جمع نہ مل سکی۔ (وفیات ص۵۲ ج ۱)

متنبی ۳۳۷ھ میں دمشق سیف الدولہ بن حمدان کے یہاں گیا۔ اور وہاں بہت دنوں تک رہا۔ سیف الدولہ کے دربار میں علماء کثرت سے رہا کرتے تھے اور روزانہ شب میں آپس میں مختلف موضوعات پر تبادلہ خیالات کیا کرتے تھے۔ ایک روز متنبی اور ابن خالویہ نحوی کے درمیان بحث ہوتے ہوتے بات بڑھ گئی اور ہاتھا پائی کی نوبت آگئی۔ ابن خالویہ کے پاس ایک کنجی تھی۔ اس نے اس کنجی سے متنبی کے چہرہ پر اس زور سے مارا کہ وہ زخمی ہو گیا اور خون سے اس کے تمام کپڑے رنگین ہو گئے۔ متنبی وہاں سے غصہ ہو کر ۳۴۶ھ میں مصر چلا گیا۔ اور کافور اخشیدی اور انوجور بن الاخشید کی خوب مدح کی۔ کافور نے ابتدا میں اس سے یہ وعدہ کیا تھا کہ تم کو کسی جگہ کا گورنر بنا دیں گے۔ مگر جب اس کی تعلّی اور تفوق کو دیکھا تو پھر وہ متردد ہو گیا۔ اور اسے کہیں کی گورنری دینے پر راضی نہ ہوا۔ یہ دیکھ کر متنبی نے اسکی خوب ہجو کی اور ۳۵۰ھ میں لیلۃ عید کی شب میں رات ہی رات بھاگ گیا کافور نے اسکو پکڑنے کے لئے بہت سے لوگوں کو دوڑایا۔ لیکن سب ناکام واپس آئے اور اسکو پکڑ نہ سکے (وفیات ص۵۲ ج ۱)

متنبی بلاد فارس کی طرف نکل گیا اور عضد الدولہ ابن بویہ الدیلمی کے پاس گیا۔ اور اسکی مدح کی اور بہت سے انعامات حاصل کئے۔ پھر وہاں سے بغداد آیا۔ بغداد سے کوفہ کی طرف آرہا تھا کہ راستہ میں فاتک بن ابی جہل اسدی اور اُسکے ساتھیوں سے مڈھ بھیڑ ہوگئی۔ اور بغداد سے مغرب جانب نعمانیہ سے قریب موضع صافیہ میں دونوں قافلوں میں سخت لڑائی ہوئی اسمیں متنبی اور اُسکا بیٹا محسّد مارا گیا۔ یہ واقعہ بدھ کے دن ۲۴ رمضان ۳۵۴ھ میں پیش آیا

متنبی کی شاعری کے بارے میں لوگ مختلف رائے رکھتے ہیں۔ بعض لوگ اسکے اشعار کو ابو تمام کے اشعار پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور بعض ابو تمام کو متنبی پر ترجیح دیتے ہیں ابو العباس احمد بن محمد النامی جو بہت مشہور شاعر ہے، کہتا ہے کہ شاعری کا ایک گوشہ باقی رہ گیا تھا متنبی نے وہاں بھی روشنی پہونچائی۔ اور اُس نے ایسا اجاگر کیا کہ میں برابر تمنا کرتا رہا کہ کاش اس سے پہلے میں نے اس گوشہ کو پُر کردیا ہوتا۔

متنبی کا دیوان بہت مقبول ہوا۔ آج مدارس عربیہ میں جگہ جگہ پڑھایا جاتا ہے۔ اور علمار نے بہ کثرت اسکی شرحیں لکھیں۔ علامہ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ میرے ایک اُستاد نے کہا ہے کہ میں نے اسکی چھوٹی بڑی چالیس سے زیادہ شرحیں دیکھی ہیں۔ اور یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جو اور کسی کے دیوان کو حاصل نہ ہوئی۔

(وفیات ص۳۴ ج۱)

جامع سبعہ معلقہ

حماد الراویہ

۹۰ھ تا ۱۵۵ھ

نام نامی حماد بن سابور بن المبارک. کنیت ابو القاسم اور لقب راویہ تھا. اسکی اصل دیلم کی تھی. اور کوفہ میں پیدا ہوا اور وہیں نشو ونما پائی. یہ شعر و ادب اور زبان دانی میں بہت آگے تھا. چنانچہ زرکلی نے اسکی تعریف بایں الفاظ کی ہے.

کان من اعلم الناس بایام العرب	لوگوں میں سب سے زیادہ عربوں کی جنگ
واشعارها واخبارها وانسابها	ان کے اشعار و اخبار اور نسب اور انکی
ولغاتها (الاعلام صفحہ ج ۲)	زبان کا جاننے والا تھا.

اس نے دیہاتوں اور جنگلوں کا بہت سفر کیا ہے. سیاحت سے بہت دلچسپی تھی. چنانچہ جب شام کی طرف گیا اور بنی امیہ کے پاس پہونچا تو وہ لوگ اسکی زیارت کے خواہشمند ہوئے اور اس سے عرب کے واقعات اور علوم دریافت کرتے اور یہ بلا تکلف عرب کے واقعات کو اُن سے بیان کیا کرتا تھا. اس پر لوگ اسکو بڑے بڑے انعامات بھی دیتے تھے.

ایکدفعہ ولید بن یزید اُموی نے حماد سے پوچھا کہ تمہیں راویہ کا لقب کیسے ملا. اُسنے کہا کہ اے امیر المومنین ہر وہ شاعر جسکو آپ جانتے ہیں یا اُن کا نام آپنے سنا ہے میں نے ہر ایک کے قدیم و جدید اشعار کو یاد کیا ہے اور اسکی روایت بھی کرتا ہوں اور انہیں قدیم و جدید کی شناخت

بھی رکھتا ہوں۔ یہ غیر معمولی حافظہ سن کر ولید متحیر رہ گیا۔ اور پوچھا تمہیں کس قدر اشعار حفظ ہونگے۔ حماد نے کہا بہت زیادہ اور اس کثرت سے یاد ہیں کہ حروف معجم کی ترتیب سے ہر حرف پر سو قصیدے پڑھ سکتا ہوں۔ اور یہ شعراء جاہلیت کے ان اشعار کے علاوہ ہونگے جو مقطعات کہلاتے ہیں۔ (الاعلام ص۱۳۰ ج ۲)

ولید نے یہ سن کر امتحان لینے کے لئے کہا اور اشعار سنانے کا حکم دیا۔ چنانچہ حماد نے اشعار سنانا شروع کئے۔ اور اس کثرت سے سنائے کہ ولید سنتے سنتے تھک گیا۔ پھر اپنی جگہ اپنے ایک معتمد کو بٹھا دیا۔ کہ وہ حماد سے اشعار کو سُنے چنانچہ اُس کو صرف عرب جاہلیت کے دو ہزار نو سو اشعار سنا ڈالے۔ جب ولید کو یہ خبر ہوئی تو اُس نے ایک لاکھ درہم دینے کا حکم کیا۔ بنو اُمیہ کا دور جب تک باقی رہا۔ اُسکی بڑی آؤ بھگت ہوتی رہی۔ پھر جب بنو عباس کا دور آیا۔ تو اُن کے زمانہ میں کسی نے اُن کی حوصلہ افزائی نہ کی۔

(اعلام للزرکلی ص۱۳۰ ج۲)

سبعہ معلقہ جو ادبیات کی مشہور و معروف کتاب ہے اور جس کا ہر قصیدہ الگ الگ شاعر کا ہے۔ ان سب قصائد کو حماد ہی نے ترتیب دیا اور جمع کیا ہے۔ علامہ انباری نزہتہ الالباء ص۴۴ میں لکھتے ہیں کہ سبعہ معلقہ کی بابت جو یہ مشہور ہے کہ یہ اشعار کعبہ پر لٹکائے گئے تھے۔ اسکی کوئی اصل نہیں ہے۔

حماد کے متعلق اخبار و روایات بکثرت منقول ہیں۔ ہم یہاں اختصار کے پیش نظر ان کو ترک کرتے ہیں۔ حماد نے بغداد میں ۱۵۵ھ میں وفات پائی۔

(کتاب الاعلام للزرکلی ص۳۰ ج۲ طبع جدید)

صاحب جمہرۃ اشعار العرب

ابوزید قرشی

(متوفی سنہ ۱۷۰ھ تقریباً)

نام محمد بن ابی الخطاب اور کنیت ابوزید تھی۔ آپ کی کتاب "جمہرۃ اشعار العرب" ادب عربی کے لحاظ سے بہت عمدہ کتاب ہے۔ شروع کتاب میں ایک مقدمہ ہے جسمیں شعر و لغت پر نقد و تبصرہ کیا ہے۔ اور لغت قرآن اور شعراء کے اقوال کے مابین موازنہ کیا ہے اسی طرح اشعار کے درمیان اور شعراء کے درمیان بھی تقابل اور موازنہ دکھایا ہے اور پھر ان کی اقدمیت اور افضلیت کو بتایا ہے۔ (معجم المطبوعات تذکرہ قرشی)

یہ کتاب "نیل الارب فی قصائد العرب" کے نام کے ساتھ چھپ چکی ہے جسمیں ۴۹ معلقات کا ذکر ہے۔ اور ہر معلقہ سات اقسام پر منقسم کیا گیا ہے۔ پھر ہر قسم میں سات قصیدے مخصوص لقب کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں۔

یہ کتاب سعید عمون لبنانی کے اعتناء سے چھپی ہے۔ اور بلاشبہ اپنی افادیت کے لحاظ سے بے نظیر کتاب ہے۔ اسی لئے بعض مدارس عربیہ میں داخل درس ہے۔

ابوزید قرشی نے سنہ ۱۷۰ھ کے لگ بھگ وفات پائی ہے

(معجم المطبوعات)

صاحب نقد الشعر

قدامہ بن جعفر

م ۳۳۷ھ / ۹۴۸ء

نام قدامہ بن جعفر بن قدامہ بن زیادہ بغدادی کنیت ابو الفرج تھی۔ منطق و فلسفہ میں علماء متقدمین میں شمار کئے جاتے ہیں۔ آپ بنو عباسیہ کے دور میں گزرے ہیں یعنی مکتفی باللہ کے معاصر تھے۔ فصاحت و بلاغت میں آپ ضرب المثل تھے۔

آپ نے متعدد کتابیں لکھیں جن میں سے نقد الشعر آج مدارس عربیہ کے نصاب میں داخل درس ہے۔ اسکے علاوہ نقد النثر۔ کتاب البیان۔ جواہر الالفاظ۔ السیاستہ۔ البلدان۔ زہر الربیع۔ نزہتہ القلوب آپ کی علمی یادگاریں ہیں۔

آپ نے بغداد میں ۳۳۷ھ مطابق ۹۴۸ء میں وفات پائی۔

(الاعلام ط ۳ ج ۶)

صاحب تلخیص المفتاح

جلال الدین قزوینی

(سنہ ۶۶۶ھ - سنہ ۷۳۹ھ)

نام محمد بن عبد الرحمٰن کنیت ابو المعالی اور لقب جلال الدین تھا۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ محمد بن عبد الرحمٰن بن عمر و بن احمد بن عبد الکریم بن الحسن بن علی بن ابراہیم بن علی بن احمد بن دلف العجلی (مرآۃ المصنفین تذکرہ جلال الدین)

آپ قزوین کے باشندے اور شافعی المسلک تھے۔ سنہ ۶۶۶ھ میں پیدا ہوئے دمشق میں آکر تعلیم حاصل کی۔ اور فقہ، اصول، عربیت، معانی و بیان وغیرہ علامہ ایکی اور دیگر اساتذہ سے پڑھا اور علم حدیث علامہ عز فاروقی سے پڑھا۔ (ایضاً)

آپ بڑے ذہین و ذکی، فصیح و بلیغ، زبان آور خطیب، ادیب خوشنویس منصف مزاج اور صاحب اخلاق جمیلہ تھے۔ جو شخص آپ سے ملتا، بہت خوش ہوتا۔ آپ اپنے دور کے ایک زبردست فقیہ اور قاضی القضاۃ تھے۔ بیس سال سے کم عمر میں روم کے ایک حصہ کے قاضی مقرر کئے گئے۔ جامع مسجد دمشق کے خطیب بھی رہے۔ پھر سلطان ناصر نے دمشق سے بلا کر آپ کو شام کا قاضی بنا دیا۔ کچھ دنوں کے بعد مصر طلب کیا۔ اور وہاں کا عہدۂ قضا آپ کے سپرد کیا۔ اسکے بعد پھر دوبارہ دمشق کے قاضی ہوئے۔ اور وہیں قضا کے زمانہ میں آپ پر فالج گرا۔ چنانچہ اس سے جانبر نہ ہو سکے۔ اور ۱۵ جمادی الاولیٰ سنہ ۷۳۹ھ میں وفات پا گئے

(مرآۃ المصنفین ج ۲ ص ۱۸۱ ابن

آپ کی تصنیفات میں تلخیص المفتاح جو معانی و بیان اور فن بدیع پر مشتمل ہے، اپنے موضوع پر نہایت جامع اور مختصر کتاب ہے۔ یہ کتاب دراصل علامہ سکاکی (م ۶۲۶ھ) کی مشہور ترین کتاب مفتاح العلوم کی قسم ثالث کا ملخص ہے۔ آپ نے اسکی تلخیص نہایت عمدہ اور قرینے کیسا تھ کی ہے جیسا کہ اسکے پڑھنے پڑھانے والوں پر مخفی نہیں۔

(مرأۃ المصنفین تذکرہ جلال الدین)

اس کے علاوہ آپ نے ایضاح التلخیص کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ جو تلخیص کی شرح کے قائم مقام ہے۔ آپ کی تلخیص پر بہت سے لوگوں نے شروح و حواشی لکھے ہیں۔ جن میں مشہور شرح مختصر المعانی اور المطول ہے۔ یہ دونوں شیخ سعد الدین تفتازانی (م ۷۹۱ھ) نے لکھی ہیں۔ دونوں کتابیں متداول ہیں لیکن اول الذکر کو زیادہ قبولیت حاصل ہوئی۔ چنانچہ آج وہ تقریباً تمام مدارس عربیہ میں پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔

(مرأۃ المصنفین تذکرہ جلال الدین قزوینی)

صاحب مفتاح العلوم

سکاکی

(۵۵۵ھ - ۶۲۶ھ)

نام یوسف بن ابو بکر بن علی۔ کنیت ابو یعقوب اور لقب سراج الدین تھا۔ منگل کی شب میں ماہ جمادی الاولی ۵۵۵ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی نسبت میں اختلاف ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شہر سکاکہ جو نیشاپور یا عراق یا یمن میں واقع ہے، اُسکی طرف منسوب ہیں۔ لیکن یہ قول قرین قیاس نہیں کیونکہ ارتشاف میں ابو حیان سے متعدد جگہ وار پر منقول ہے کہ آپ اہل خوارزم سے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سکاک آپ کے اجداد میں سے کسی کا نام ہے۔ جیسا کہ ابو حیان نے ارتشاف میں ایک جگہ آپ کو ابن السکاک کے ساتھ موسوم کیا ہے۔ (حدائق الحنفیہ ص۲۴۹)

آپ نحو وصرف ومعانی وبیان کے امام تھے۔ طاشکبری زادہ لکھتے ہیں۔

كان علامة بارعًا في علوم شتى	آپ مختلف علوم کے ماہر اور علامہ تھے۔
خصوصًا المعاني والبيان وله كتاب مفتاح العلوم (مفتاح السعادة ج۱ ص۱۶۳)	خصوصیت سے علم معانی وبیان میں مفتاح العلوم آپ ہی کی تصنیف ہے۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

امام في النحو والتصريف والمعاني	آپ نحو وصرف معانی وبیان استدلال

والبیان والاستدلال والعروض وعروض اور اشعار میں امام تھے اور علم کلام
والشعر ولہ النصیب الوافر من علم الکلام اور دیگر بہت سے علوم میں بھی آپ کو
وسائر العلوم (مفتاح السعادۃ جزء ۱ ص ۱۹۳) حظ وافر ملا تھا۔

معانی و بیان اور عروض کے علاوہ آپ علوم عجیبہ اور فنون عربیہ میں بھی ماہر تھے۔ مثلاً تسخیر جن۔ دعوۃ الکواکب۔ فن طلسمات وسحر۔ علم خواص الارض اور اجرام سماء میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ آپ نے سدید بن حناطی۔ محمود بن عبید اللہ بن صاعد مروزی اور مختار بن محمود زاہدی وغیرہ سے علوم حاصل کئے۔

آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں جو نہایت مفید، نفع بخش اور جامع اور ٹھوس ہیں۔ آپکی سب سے بڑی تصنیف مفتاح العلوم ہے جسمیں آپ نے بارہ[۱۲] علوم ذکر کئے ہیں یہ کتاب اپنے موضوع پر اپنی آپ نظیر ہے۔ ابتک اس جیسی کوئی کتاب نہ پہلے لکھی گئی نہ اسکے بعد کسی نے لکھی۔ یہ کتاب بعض مدارس عربیہ میں داخل درس ہے۔

سلطان چغتائی خاں بن چنگیز خاں جو ماوراء النہر، حدود خوارزم۔ کاشغر۔ بدخشاں اور بلخ وغیرہ کا حاکم رہ چکا ہے اسکو جب آپ کے علمی فضائل و کمالات معلوم ہوئے تو آپ کو اپنا خاص انیس و جلیس بنا لیا۔

چونکہ آپ علم تسخیر وغیرہ بھی جانتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے مریخ کو مسخر کر کے چغتائی کے لشکر میں آگ بھڑکا دی۔ چغتائی کے وزیر حبش عمید کو ابتدا ہی سے آپکے ساتھ حسد تھا (جسکا تفصیلی تذکرہ یہاں کرنا طوالت کا باعث ہوگا) اس نے موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے چغتائی سے کہا کہ جب سکاکی ایسی ایسی باتوں پر قادر ہے تو کچھ عجب نہیں کہ آپ سے سلطنت بھی چھین لے۔ چغتائی کو اندیشہ ہوا اور اس نے آپکو قید کر دیا۔ چنانچہ تین سال قید خانہ میں رہ کر اوائل رجب ۶۲۶ھ میں وفات پائی (حدائق الحنفیۃ ص ۲۴۳)

صاحب دروس التاریخ الاسلامی

محی الدین خیاط

سنہ ۱۲۹۲ھ - سنہ ۱۳۳۲ھ
۱۸۷۵ء - ۱۹۱۴ء

نام محی الدین بن احمد بن ابراہیم خیاط تھا۔ لبنان میں صیدا نامی ایک مقام میں سنہ ۱۲۹۲ھ مطابق سنہ ۱۸۷۵ء میں پیدا ہوئے اور بیروت میں نشو ونما پائی۔ آپ بہترین ادیب شاعر اور تاریخداں گزرے ہیں۔ بیروت کے رسائل و اخبارات میں بکثرت آپ کا ذکر آتا رہا ہے۔ اور مسلسل مقالات شائع ہوتے رہے ہیں۔ حتیٰ کہ اگر ان مقالات کو جمع کیا جائے تو کئی کتاب اور کئی رسالے تیار ہو جائینگے۔

آپ نے مستقل طور پر بھی کچھ کتابیں لکھی ہیں۔ جن میں دروس التاریخ الاسلامی ۵ اجزاء میں۔ مبتدیوں کے لئے بہت عمدہ کتاب ہے۔ اور ماشاء اللہ بڑے سلیقے کے ساتھ لکھی ہے۔ یہ کتاب مدارس عربیہ میں شامل نصاب ہے۔ علاوہ ازیں دروس النحو والصرف۔ دروس القرأۃ۔ شرح دیوان ابو تمام۔ اور شرح نہج البلاغۃ للشیخ محمد عبدہ پر تعلیق لکھی۔

آپ کے اشعار ابھی دیوان کی شکل میں اکٹھا نہیں ہو سکے ہیں۔ متفرق رسائل و اخبارات میں منتشر ہیں۔ اور ماشاء اللہ آپ کے اشعار میں بڑی جاذبیت پائی جاتی ہے۔ (الاعلام جزء ۳)

صاحب تاریخ الخلفاء و تفسیر جلالین و اتقان

جلال الدین سیوطی

سنہ ۸۴۹ھ — سنہ ۹۱۱ھ

نام عبدالرحمن بن الکمال ابوبکر بن محمد بن سابق. کنیت ابوالفضل اور جلال الدین لقب تھا۔ شب یکشنبہ بعد مغرب یکم رجب سنہ ۸۴۹ھ میں اسیوط جو نواح مصر میں دریائے نیل کے مغربی جانب میں ایک شہر ہے جس کو سیوط کہتے ہیں وہیں محلہ خضریہ جو سوق خضیر کے ساتھ مشہور ہے. پیدا ہوئے۔ اسی لئے آپ کو خضیری اور سیوطی کہا جاتا ہے۔

۵ برس سات ماہ کے تھے کہ آپ کے والد ماجد کا سنہ ۸۵۵ھ میں انتقال ہو گیا۔ اس وقت آپ نے سورۂ تحریم تک قرآن حفظ کر لیا تھا۔ ۸ برس میں حفظ کی تکمیل کی اور العمدہ۔ المنہاج الفقہی۔ المنہاج الاصول۔ اور الفیہ ابن مالک حفظ کیا۔ اس کے بعد سنہ ۸۶۴ھ میں باقاعدہ مختلف علوم و فنون حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے۔

آپ نے طلب علم کے لئے شام۔ حجاز۔ یمن۔ ہندوستان۔ مغرب بلاد تکرور اور مصر کے شہروں میں سے دمیاط و فیوم وغیرہ کا سفر کیا اور بہت سے اساتذہ سے علم حاصل کیا۔ حاطب میل و جارف سیل میں آپ نے اپنے اساتذہ کی تعداد ۵۱ گنائی ہے جن میں سے مشہور اساتذہ حسب ذیل ہیں۔

سراج الدین بلقینی۔ ان کے صاحبزادے علم الدین۔ شہاب الدین الشارمساحی

شرف المناری۔ ابوزکریا یحییٰ بن محمد۔ تقی الدین شمنی حنفی۔ شیخ محی الدین بن سلیمان رومی حنفی۔ سیف الدین حنفی۔ جلال الدین محلی۔ احمد بن ابراہیم حنبلی۔ زین العقبی برہان ابراہیم بن عمر البقاعی الشافعی۔ شمس مرزبانی۔ محمد بن السابع۔ عبد العزیز وفائی محمد بن ابراہیم دقرانی رومی وغیرہ۔

تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، معانی، بدیع، اور دیگر علوم میں اپنے وقت کے زبردست امام تھے۔ حتیٰ کہ آپ خود اپنی تصنیف الرد علی من اخلد الی الارض، میں لکھتے ہیں۔

لیس علی وجہ الارض من مشرقھا	مشرق سے لیکر مغرب تک روئے زمین
الی مغربھا اعلم بالحدیث والعربیۃ	میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو حدیث
منی الا ان یکون الخضر او	اور عربیت میں مجھ سے زیادہ علم رکھتا ہو۔
القطب او ولیا للہ تعالیٰ (تحدیث نعمت)	بجز خضر، قطب یا کسی ولی کے کہ وہ مستثنیٰ ہیں

اپنی تعریف خود اپنی زبانی کچھ اچھی نہیں سمجھی جاتی۔ چنانچہ علما کا یہ فیصلہ ہے کہ علامہ سیوطی کا یہ دعوائے اُن کی عربیت کے سلسلہ میں تو تسلیم کیا جا سکتا ہے لیکن حدیث میں صرف حفظ متون کے لحاظ سے صحیح ہو سکتا ہے۔

بہر حال اپنی غیر معمولی ذہانت اور ذکاوت کی وجہ سے مختلف علوم و فنون میں اپنے اقران پر حتیٰ کہ اپنے شیوخ پر بھی گوئے سبقت لے گئے۔ اور اپنی علمی جلالت شان پر بہت سے علماء اور امراء سے خراج تحسین حاصل کیا۔

آپ کے تصنیفات بیشمار ہیں۔ ہر موضوع پر آپ نے قلم اُٹھایا ہے اور درحقیقت اُمت پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ آپ کے شاگرد داؤدی مالکی نے آپ کے چھوٹی بڑی تمام

تصنیفات کی تعداد ۵۰۰ سے زائد بتائی اور ابن ایاس نے ۶۰۰ بتائی ہے۔ ہم ذیل میں چند مشہور کتابوں کے نام درج کرتے ہیں۔

حسن المحاضرہ۔ بغیۃ الوعاۃ، در منثور، جمع الجوامع، شرح جمع الجوامع۔ عین الاصابۃ فی معرفۃ الصحابہ۔ در السحابہ فیمن دخل مصر من الصحابہ۔ ریح النسرین فیمن عاش من الصحابہ مائۃ وعشرین۔ اسعاف المبطا فی رجال الموطا۔ کشف التلبیس عن قلب اہل التدلیس۔ تقریب الغریب۔ المدرج۔ تذکرۃ المؤتسی بمن حدث ونسی۔ اسماء المدلسین۔ طبقات الحفاظ۔ ذیل طبقات الحفاظ للذہبی۔ شد الرحال فی ضبط الرجال۔ کشف النقاب عن الالقاب۔ تحفۃ النابہ تلخیص المتشابہ۔ لب اللباب فی تحریر الانساب۔ المنی فی الکنی، المزہر۔ جلالین۔ الاشباہ والنظائر (نحو) الاتقان فی علوم القرآن۔ وغیرہ

ان کتابوں میں آخر الذکر تین کتابیں مدارس عربیہ میں پڑھی پڑھائی جاتی ہیں۔ اور علمی طبقہ میں کافی مشہور ومعروف ہیں۔

اخیر عمر میں آپ کے بائیں ہاتھ میں بہت زیادہ ورم ہوگیا اور اسی مرض میں سات دن بہت پریشان رہے۔ آخرکار جمعہ کی شب میں سحر کے وقت ۱۹ جمادی الاولیٰ ۹۱۱ھ میں ۶۱ برس دس مہینہ ۱۸ دن کی عمر پاکر سلطان غوری کے عہد میں وفات پائی۔ انا للہ الخ بیان کیا جاتا ہے کہ روح نکلنے سے پہلے آپ نے خود سورہ یٰسین پڑھی۔ نماز جمعہ کے بعد جامع شیخ احمد ابارلیقی میں علامہ شعرانی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر مصر قدیم جامع جدید میں ایک جم غفیر نے دوبارہ آپ پر نماز جنازہ پڑھی۔ اور قاہرہ میں باب القرافہ سے متصل تیسون میں دفن کئے گئے۔

(مقدمہ تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی)

صاحب تاریخ دول العرب والاسلام

طلعت حرب

۱۲۹۳ھ — ۱۳۶۰ھ
۱۸۷۶ء — ۱۹۴۱ء

نام محمد طلعت باشا ابن حسن بن محمد حرب تھا. آپ قاہرہ میں سنہ ۱۲۹۳ھ مطابق سنہ ۱۸۷۶ء میں پیدا ہوئے. مصر میں اقتصادیات کے لیڈر تھے. قاہرہ میں سنہ ۱۸۸۹ء میں لا کی ڈگری حاصل کی. پھر مترجم ہے. اسکے بعد بعض کمپنیوں کے منتظم ہوگئے. پھر سنہ ۱۹۰۶ء میں تعاون المالی کی کمپنی قائم کی.
آپکی شہرت ایک رسالے سے ہوئی جسمیں آپنے قنال السویس کی کمپنی کے امتیاز کا مسئلہ سنہ ۱۹۱۰ء میں اٹھایا تھا. پھر اسی سال ایک مصری بینک قائم کرنے کی اسکیم چلائی. بڑی بڑی مخالفت کے بعد یہ اسکیم بھی کامیاب ہوئی اور بینک قائم ہوا. اور اس سے متعلق بہت سی کمپنیاں بطور شاخ کے قائم کر دیں. یہ سب کچھ محض آپ کی کوشش اور غور و فکر کا نتیجہ ہے. لیکن افسوس کہ زندگی کے آخری ایام میں اسکی مکافات جیسی چاہیئے تھی، نہیں کی گئی.

آپ بہترین صاحب قلم و صاحب زبان تھے. بہت سی کتابیں اور رسائل لکھے جن میں سے تاریخ دول العرب والاسلام آپ کی بہت مشہور و معروف اور مستند اول کتاب ہے اور بعض مدارس عربیہ میں شامل نصاب ہے. اسکے علاوہ آپنے تربیۃ المرأۃ والحجاب، البراہین البینات علی تعلیم البنات، علاج مصر الاقتصادی، کلمۃ الحق علی الاسلام والدولۃ العلیۃ، فصل الخطاب فی المرأۃ والحجاب، خطب طلعت حرب ۲ جلدوں میں، قناۃ السویس، مصر الجدیدۃ تصنیف کیں اور آپ جغرافیہ یونین کے رکن بھی تھے. آپنے قاہرہ میں سنہ ۱۳۶۰ھ مطابق سنہ ۱۹۴۱ء میں وفات پائی.

الاعلام للزرکلی ج ۳ ص ۳۵

صاحب محاضرات الامم الاسلامیہ و تاریخ التشریع الاسلامی

محمد خضری

سنہ ۱۲۸۹ھ — سنہ ۱۳۴۵ھ
۱۸۷۲ء — ۱۹۲۷ء

نام محمد بن عفیفی تھا۔ شیخ خضری کے ساتھ مشہور ہوئے۔ قاہرہ کے نواح میں زیتون نامی ایک مقام کے رہنے والے تھے۔ دار العلوم قاہرہ سے فراغت حاصل کی اور خرطوم میں قاضی بنا دیے گئے۔ پھر قاہرہ میں مدرسۃ القضاۃ الشرعی میں مدرس ہوئے اور بارہ برس تدریسی خدمات انجام دیں۔ پھر جامعہ مصر میں تاریخ اسلامی کے استاد مقرر ہوئے۔ پھر مدرسۃ القضاۃ الشرعی کے وکیل اس کے بعد وزارۃ المعارف کے محافظ و نگراں ہو گئے۔

آپ بہترین عالم شریعت تھے۔ ادب اور اسلامی تاریخ میں بڑا ملکہ تھا۔ ایک زبان آور خطیب بھی تھے۔ آپ نے بہت سی مفید کتابیں لکھی ہیں۔ جن میں محاضرات فی تاریخ الامم الاسلامیہ دو حصوں میں نہایت عمدہ کتاب ہے۔ آپ نے یہ کتاب تاریخ میں ایک نئے ڈھنگ سے لکھی یعنی اسلامی تاریخ کے ساتھ ساتھ اسکے علل پر بحث کرتے جاتے ہیں۔ یہ کتاب بہت مقبول ہوئی اور مدارس عربیہ میں شامل نصاب کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں اصول الفقہ۔ تاریخ التشریع الاسلامی، یہ کتاب بھی داخل درس ہے۔ اتمام الوفاء فی سیرۃ الخلفاء۔ نور الیقین فی سیرۃ سید المرسلین۔ تہذیب الاغانی ۷ جلدوں میں۔ محاضرات فی نقد کتاب الشعر الجاہلی للدکتور طٰہٰ حسین آفندی الغزالی و تعالیمہ و آرائیہ اور دروس تاریخیہ وغیرہ آپکی علمی یادگاریں ہیں

آپ نے ۱۳۴۵ھ میں قاہرہ میں وفات پائی

(الاعلام ج ۳ ص ۱۵۱)

صاحب تاریخ التمدن الاسلامی

جرجی زیدان

۱۲۷۸ھ – ۱۳۳۲ھ
۱۸۶۱ء – ۱۹۱۴ء

نام جرجی بن حبیب زیدان تھا بیروت میں ۱۲۷۸ھ مطابق ۱۸۶۱ء میں پیدا ہوا۔ وہیں نشو و نما پائی اور تعلیم بھی وہیں حاصل کی۔ پھر مصر گیا اور وہاں مجلہ "الہلال" نکالنا شروع کیا۔ اور یہ پرچہ بیس برس تک اسکی ادارت میں نکلتا رہا۔ جرجی زیدان مشہور فلسفی، نحوی اور تاریخداں گزرا ہے۔ اس نے بہت سی کتابیں مختلف موضوع پر لکھی ہیں۔ جن میں تمدن اسلام پر تاریخ التمدن الاسلامی کے نام سے بہت عمدہ کتاب لکھی ہے، جو آج عربی کورس میں شامل نصاب ہے۔

اس کے علاوہ تاریخ مصر الحدیث دو جلدوں میں۔ تاریخ العرب قبل الاسلام۔ تاریخ الماسونیۃ العام۔ تراجم مشاہیر الشرق ۲ جلدوں میں۔ الفلسفۃ اللغویہ۔ تاریخ اللغۃ العربیۃ آداب اللغۃ العربیہ ۴ جلدوں میں۔ الشابُّ العربیہ انقلاب۔ علم الفراسۃ الحدیث۔ طبقات الامم۔ عجائب الخلق۔ التاریخ العام۔ مختصر تاریخ الیونان والرومان۔ مختصر جغرافیہ مصر۔ ہیں۔ اور رسائل ہیں جو نہایت نفع بخش ہیں۔ اور اسکی تصانیف سے بہت زیادہ فائدہ اٹھارہے ہیں۔

(الاعلام ج ۲ ص ۱۰۹)

صاحب کتاب الملل والنحل:

علامہ شہرستانی

۴۶۷ھ – ۵۴۸ھ

نام محمد بن ابو القاسم عبد الکریم بن ابو بکر احمد اور کنیت ابو الفتح ہے۔ شہرستان جو خراسان کا ایک شہر ہے وہیں ۴۶۷ھ یا ۴۷۹ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ اشعری مذہب کے بہت بڑے متکلم اور اپنے دور کے امام تھے۔ ملا طاشکبری زادہ لکھتے ہیں۔

کان اماماً مبرزاً فقیہاً متکلماً (مفتاح السعادۃ ج۱ ص۲۶۴) آپ نمایاں امام اور فقیہ و متکلم تھے۔

فقہ آپ نے احمد خوافی اور ابو نصر قشیری وغیرہ سے پڑھی اور علم کلام ابو القاسم انصاری سے پڑھا۔ اور اسمیں یکتائے روزگار ہوئے۔ حدیث علی بن احمد مدینی وغیرہ سے پڑھی آپکا علمی پایہ بہت بلند تھا آپ سے حافظ ابو سعید عبد الکریم سمعانی نے حدیث کی کتابت کی ہے۔

آپ بڑے قوی الحافظہ اور شیریں کلام تھے۔ لوگوں کو وعظ و نصیحت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ بغداد میں لوگوں کی رشد و ہدایت کا کام تین برس تک کیا اور عوام میں بہت مقبول رہے۔

آپ نے کئی کتابیں تصنیف کیں جنمیں آپکی مشہور تصانیف کتاب الملل والنحل ہے۔ کتاب کے نام سے کتاب کا موضوع ظاہر ہے کہ اس کتاب میں مختلف مذاہب کے عقائد بیان کئے گئے ہیں اور ساری چیزیں محققانہ انداز میں ذکر کیگئی ہیں۔ یہ کتاب اپنے موضوع پر بےنظیر کتاب ہے ہر شخص کو اسکا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ یہ کتاب اپنی گوناگوں خصوصیات کے پیش نظر بعض مدارس عربیہ میں پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔ چنانچہ اس کے پڑھنے سے مذاہب کے عقائد پر بڑی حد تک بصیرت حاصل ہوتی ہے۔

آپنے شہرستان ہی میں اواخر شعبان میں ۵۴۸ھ یا بقول بعض ۵۴۹ھ میں وفات پائی۔
(مفتاح السعادۃ ج۱ ص۲۶۴)

صاحب مقدمہ

ابن خلدون

۷۳۲ھ ۸۰۸ھ

نام عبدالرحمٰن بن محمد اور لقب ولی الدین تھا۔ اپنے جد اعلیٰ خلدون کی طرف منسوب ہو کر ابن خلدون کہے جاتے ہیں۔ آپ قبیلہ بنی وائل سے تھے۔ یکم رمضان ۷۳۲ھ مطابق ۲۷ مئی ۱۳۳۲ء کو تیونس میں ایسے خاندان میں پیدا ہوئے جو علم و ادب اور ریاست میں ممتاز تھا اور وہیں پرورش پائی۔

آپ کی تعلیم زیادہ تر اپنے والد ماجد سے ہوئی۔ اور کچھ دوسرے مشہور اساتذہ سے بھی پڑھا۔ اثنائے تعلیم میں ایسا وبائی مرض پھیلا کہ شہر کے شہر صاف ہو گئے۔ اسی میں آپ کے خاندان کے بھی بہت سے لوگ ختم ہو گئے۔ جس سے آپ کو ایسا صدمہ اور غم لاحق ہوا کہ پڑھنا چھوڑ کر کتابت کرنے لگے۔ پھر شاہ تیونس سلطان ابو اسحاق نے ۷۵۱ھ میں اپنے یہاں بلا لیا۔ آپ وہاں سرکاری خطوط وغیرہ لکھتے رہے۔ وہاں سے سلطان ابوعنان مرینی کے یہاں پھر سلطان ابوسالم کے یہاں رہے۔ پھر اشبیلیہ میں ملک قشتالہ کے یہاں سفیر ہو گئے۔ پھر امیر بجایہ کے یہاں دربانی کی۔ پھر آپ مغرب اقصیٰ کی جانب آئے۔ اور قلعتان میں ابن عریف کے محلہ میں قیام کیا۔ یہیں آپ نے اپنی مشہور کتاب العبر و دیوان المبتداء والخبر جو تاریخ ابن خلدون کے ساتھ مشہور ہے تصنیف فرمائی۔

کچھ دنوں تک آپ نے تدریسی خدمات بھی انجام دیں۔ چنانچہ قاہرہ پہونچکر جامعہ ازہر میں اپنے مالکی مسلک کے مطابق درس دیتے رہے۔ پھر رئیس برقوق نے آپ کو جامع عمرو کے متصل مدرسہ قمحیہ میں مدرس رکھا۔ اور مالکی مسلک کا عہدۂ قضا بھی آپ کے سپرد کیا۔

آپ کی تصنیفات میں سب سے معرکۃ الآرا مقدمہ ابن خلدون اور آپ کی عظیم الشان کتاب "تاریخ" ہے۔ یہ کتاب ایسی مشہور و معروف اور متداول ہے کہ کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ پہلے آپ نے اپنی تاریخ میں صرف عرب، عجم اور بربر اور معاصر بادشاہوں کے حالات لکھے۔ اور ۷۷۹ھ میں فراغت حاصل کر کے مقدمہ لکھنا شروع کیا۔ اور اسے ۷۹۷ھ میں پورا کیا۔ پھر تونس اور قاہرہ پہونچکر اور بھی اضافہ کیا۔ حتیٰ کہ آج اسکی ضخیم جلدیں سات اجزاء میں ہمارے سامنے ہیں۔

مقدمہ میں علم تاریخ کی فضیلت، مذاہب کی تاریخ کی تحقیق، مورخین کی غلطیوں پر تنقید و تبصرہ۔ نفسیاتی تاریخ اور نظریاتی فلسفہ بیان کیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ کتاب اپنی آپ نظیر ہے۔ اسلامی تاریخ میں یہ متفکرانہ انداز کسی نے بھی اختیار نہیں کیا۔ اس مقدمہ پر علمائے مغرب اور فلاسفہ نے آپ کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ اور یہ اعتراف کیا ہے کہ ابن خلدون پہلا شخص ہے جس نے اجتماعی، اقتصادی سماجی اور سیاسی علوم، نیز فلسفۂ تاریخ اور عام قانون بنائے۔ اور ان کی بنیاد رکھی۔

علمائے مشرق نے بھی آپ کے علمی فضل و کمال اور فلسفۂ تاریخ کا لوہا مانا۔ اور اس مقدمہ کو اپنی زبان میں ترجمہ کیا۔ غرض اس کتاب کے مخصوص اسلوب نے بڑے

بڑے اُدبار اور نثر نگاروں، مورخوں اور فلسفیوں پر گہرا اثر ڈالا۔ اور اسمیں کوئی شک نہیں کہ یہ مقدمہ آپ کی حیات، ثقافت، تجربات اور آپ کی شخصیت کا پورا آئینہ دار ہے۔ اسکا پڑھنے والا بے اختیار آپ کے مفکر اور سیاسی مورخ ہونے کا اعتراف کرتا ہے۔

سب سے بڑی قابل تعریف چیز یہ ہے کہ آپ کا اسلوب ایسا انوکھا ہے کہ اس طرز و اسلوب کی کوئی نقل نہ کر سکا۔ اور آپ نے بھی کسی تصنیف کو سامنے رکھ کر یہ اسلوب اختیار نہیں کیا ہے بلکہ یہ آپ کا اختراع کیا ہوا ہے اور آپ جہاں کہیں جس مسئلہ پر کلام کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ اسلوب الہی اللہ تعالےٰ کی طرف سے آپ کو الہام ہوا ہے۔ یہ مقدمہ بعض مدارس عربیہ میں داخل درس ہے۔

آپ نے ۲۷ رمضان ۸۰۸ھ مطابق ۱۶ مارچ ۱۴۰۶ء میں وفات پائی۔ اور قاہرہ میں باب النصر سے باہر مقبرۂ صوفیہ میں مدفون ہوئے۔

(وفیات الاعیان، تذکرۂ ابن خلدون
ومجلۃ البعثۃ۔ کویت)

صاحب سیرۃ ابن ہشام

ابن ہشام

(م ۲۱۸ھ)

نام نامی عبد الملک بن ہشام بن ایوب۔ حمیری اور معافری کیساتھ منسوب کئے جاتے ہیں۔ کنیت ابو محمد ہے۔ آپ "سیرت ابن ہشام" کی وجہ سے علمی حلقہ میں کافی شہرت رکھتے ہیں۔ یہ سیرت آپ نے ابن اسحٰق کی سیرت کو مہذب و ملخص کیا ہے، اسلئے آپ کی طرف منسوب ہو کر بولی جاتی ہے۔ ورنہ کتاب کا اصل نام السیرۃ النبویۃ ہے۔ (حسن المحاضرۃ ج۱ ص۲۵۴)

آپ انساب کے ماہر اور علم و فضل میں بلند مقام رکھتے تھے۔ لغت، نحو، اور عربیت میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔

ابن خلکان لکھتے ہیں۔

انہ مشہور بحمل العلم متقدم فی علم النسب والنحو — آپ مشہور عالم اور علم نسب اور نحو میں سبقت لیجانے والے تھے۔

(وفیات طبع قدیم ج۱ ص۲۹۰)

علامہ سیوطی رقمطراز ہیں:

کان اماما فی اللغۃ والنحو العربیۃ — لغت، نحو، اور عربی دانی میں امام

ادیباً۔ اخباریاً۔ نسّابۃً تھے، نیز ادیب تھے اور تاریخ و نسب کے بہت جاننے والے تھے۔ (حسن المحاضرۃ ص۲۵۴ ج۱)

آپ مصر کے باشندے تھے، آبائی وطن بصرہ تھا۔ آپ نے حمیر اور ملوک حمیر کے انساب میں ایک کتاب لکھی ہے۔ اور اشعار السیر کے غریب اشعار کی شرح لکھی ہے اور مشہور و متداول کتاب جو آج مدارس عربیہ میں پڑھی پڑھائی جاتی ہے، لکھی۔ جس کا تذکرہ ابھی اوپر کیا گیا۔

آپ نے مصر میں وفات پائی۔ سنہ وفات میں اختلاف ہے۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ:

"آپ نے سنہ ۲۱۸ھ میں وفات پائی۔ اور ابو سعید عبدالرحمٰن بن احمد بن یونس نے بھی اپنی کتاب تاریخ مصر میں یہی سن لکھا ہے:"

لیکن ابن خلکان لکھتے ہیں کہ آپ نے سنہ ۲۱۳ھ میں وفات پائی اور تاریخ وفات ۱۳ ربیع الآخر ہے۔

(وفیات الاعیان ص۲۹۰ ج۱۔ و حسن المحاضرۃ ص۲۵۴ ج۱)

صاحب کتاب موجز القانون

ابن النفیس

سنہ ۶۰۷ھ - سنہ ۶۸۷ھ

نام علی ابن ابی حزم علاء الدین بن النفیس ہے۔ مصر کے باشندے تھے اسلئے المصری کہلاتے ہیں۔ یہ شافعی المسلک اور بہت بڑے فقیہ بھی تھے۔ فن طب میں ایسے زبردست امام تھے کہ نہ آپ کے زمانہ میں کوئی رہا اور نہ ابن سینا کے بعد کوئی آپ جیسا پیدا ہوا۔ چنانچہ طاش کبری زادہ لکھتے ہیں:

واما الطب فلم یکن علی وجہ الارض	فن طب میں آپ کے زمانہ میں روئے زمین
مثلہ فی زمانہ قبل ولا جاء بعد	پر آپ جیسا کوئی نہ تھا اور بعض لوگوں
ابن سینا مثلہ	کا خیال ہے کہ ابن سینا کے بعد آپ
(مفتاح السعادۃ ج ۱ صفحہ ۲۶۹)	جیسا کوئی پیدا ہی نہ ہوا۔

علاج میں آپ کا مقام شیخ بو علی سینا سے بھی آگے تھا۔ آپ نے طب شیخ مہذب الدین دخوار سے پڑھی تھی۔ آپ نے طب میں بڑی عمدہ تصانیف کی ہیں جنہیں سے الموجز آپکی سب اچھی تصنیف ہے اور اپنے محاسن کی وجہ سے لوگوں میں بہت مقبول بھی ہوئی۔ چنانچہ آج مدارس عربیہ میں داخل درس ہے اور فن طب میں ایک دوسری کتاب بڑی ضخیم لکھی جو الشامل کے نام سے موسوم ہے اور اسکی ۸۰ جلدیں پھیلی ہوئی ہے پھر بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اگر اسے پوری کرتے تو ۳۰۰ جلدیں مکمل ہوتی۔ شرح تنبیہ بھی آپ کی تصنیف ہے۔ علاوہ ازیں اصول فقہ اور منطق میں بھی آپنے متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ آپنے ۱۱، ذوقعدہ ۶۸۷ھ میں تقریباً ۸۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔

(مفتاح السعادۃ ج ۱ صفحہ ۲۶۹)

صاحب شرح الموجز (اقسرائی)

علامہ اقسرائی

م ۷۷۵ھ
۱۳۷۳ء

نام محمد بن محمد بن محمد بن فخر الدین، لقب جمال الدین تھا۔ اور "اق سرائی" جو بلاد روم میں ایک جگہ ہے وہیں کے باشندے تھے، اسلئے آپ اقسرائی کہلاتے ہیں "اق سرائی" کے معنی القصر الابیض یعنی سفید محل کے آتے ہیں۔

آپ امام فخر الدین رازی صاحب تفسیر کبیر کے پرپوتے تھے۔ آپ نے بلاد قرامان میں مدرسۃ السلسلہ" میں تدریس کا کام انجام دیا ہے۔ اس مدرسہ میں وہی شخص مدرس رکھا جاتا تھا جسکو علامہ جوہری کی کتاب "الصحاح" زبانی یاد ہوتی تھی۔

آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں جن میں شرح موجز القانون بہت مشہور و معروف ہے آپ نے یہ بہترین شرح لکھی ہے اور شرح کا حق ادا کر دیا ہے یہ کتاب اپنی خوبیوں کی وجہ سے شامل نصاب ہے۔

علاوہ ازیں آپ نے تفسیر کشاف پر حاشیہ لکھا اور معانی و بیان میں "الایضاح" کی شرح لکھی۔ آپ تفسیر، طب، لغت اور ادب کے بڑے اچھے عالم تھے۔ علامہ فرنگی محلی لکھتے ہیں کہ آپ نے ۷۷۰ھ کے بعد وفات پائی ہے اور صاحب الاعلام لکھتے ہیں کہ آپ نے ۷۷۵ھ مطابق ۱۳۷۳ء میں وفات پائی

(الاعلام ج ۷/۲)

صاحب شرح الاسباب والعلامات
وصاحب نفیسی

نفیس بن عِوض

(م ۸۴۱ھ ۱۴۳۸ء کے بعد)

نام نفیس بن عوض بن حکیم کرانی۔ لقب برہان الدین تھا۔ طب کے بہترین عالم تھے۔ سمرقند میں سلطان اولغ بک کے خاص طبیب تھے۔ آپ نے امام نجیب الدین محمد بن علی بن عمر سمرقندی کی "الاسباب والعلامات" کی نہایت بہترین اور محققانہ شرح لکھی ہے۔ کتاب الاسباب فن طب میں غیر معمولی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب میں تمام امراض جزئیہ کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اور ہر مرض کی علت اور اسکا سبب بھی بیان کیا گیا ہے۔ پھر ہر مرض کا علاج بھی اجمالی طور پر بیان کیا گیا ہے (اعلام ص۱۶ ج۶)

آپ کی شرح کے بعد اس کتاب کو غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی۔ آپ نے ایسی لکھی کہ لوگوں کے وہم وگمان میں نہیں آسکتی
چنانچہ صاحب کشف الظنون فرماتے ہیں۔

قد اشتھر ھذا الکتاب بسبب شرح المحقق برھان الدین الکرمانی وھو شرح لطیف ممزوج محقق	یہ کتاب (الاسباب) محقق برہان الدین کرانی کی شرح لکھنے کی وجہ سے زیادہ مشہور ہوئی۔ یہ انتہائی عمدہ شرح ہے۔

فیہ واجاد و اوضح المطالب بذوق جس میں آپ نے نہایت تحقیق اور عمدگی
ما یراد کے ساتھ تمام مطالب کو مافوق العادت
(کشف ص ۳۲ ج ۱) واضح کیا ہے ۔

آپ نے یہ شرح سمرقند میں اور اواخر صفر میں ۸۲۸ھ میں لکھی اور سلطان الغ بیگ کی خدمت میں پیش کر دی ۔

آپ نے موجز القانون کی شرح بھی لکھی جو نفیسی کے ساتھ مشہور و معروف ہے اور یہ دونوں کتابیں مدارس عربیہ میں داخل درس ہیں ۔ ان دونوں کے علاوہ اور بھی آپ تصانیف بتائی گئی ہیں ۔

(کشف الظنون ص ۳ ج ۱ جدید)

آپ نے ۸۴۱ھ مطابق ۱۴۳۸ء کے بعد انتقال کیا ۔

(الاعلام ص ۱۶۰ جلد ۹)

صاحب عقائد نسفی (متن)

محمد بن محمد نسفی

سنہ ۔ سنہ ۶۸۶ھ

نام محمد بن محمد کنیت ابوالفضل اور برہان نسفی کیساتھ مشہور تھے نسف جو بلاد ماوراء النہر کا ایک شہر ہے وہیں تقریباً سنہ ۶۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اسطرف منسوب کر کے نسفی کہے جاتے ہیں۔ صاحب کشف الظنون فرماتے ہیں کہ آپ ابوحفص عمر النسفی کیطرف منسوب کر کے نسفی کہے جاتے ہیں لیکن صحیح وہی ہے جو ہم نے اوپر لکھا (الفوائد ص)

آپ اپنے دور کے امام تھے۔ تفسیر حدیث، فقہ، اصول فقہ، اور عقائد میں غیر معمولی مہارت رکھتے تھے۔ علامہ فرنگی محلی لکھتے ہیں:

کان اماماً عالماً زاہداً مفسراً محدثاً اصولیاً متکلماً (الفوائد ص) آپ امام عالم زاہد فاضل محدث مفسر اور اصولی اور متکلم تھے۔

آپ کے تصنیفات میں العقائد النسفیۃ بڑی مشہور و مقبول ہے بہت سے لوگوں نے اسکی شرحیں لکھیں جنہیں علامہ سعد الدین تفتازانی کی شرح کو بڑی قبولیت حاصل ہوئی۔ چنانچہ آج وہ مدارس عربیہ میں داخل درس ہے۔

جس طرح آپ کو علم کلام میں مہارت تھی اسی طرح فن مناظرہ میں بھی آپ کو غیر معمولی صلاحیت تھی۔ چنانچہ اس فن میں بھی آپ نے ایک مقدمہ تصنیف فرمایا اور حافظ ابو محمد قاسم برزالی کو سنہ ۶۸۲ھ میں اجازت دی۔ علاوہ ازیں امام فخر الدین رازی کی تفسیر کا خلاصہ لکھا۔ آپ نے ماہ ذی الحجہ سنہ ۶۸۶ھ میں وفات پائی اور مقام خیزبانہ میں شہید ابوحنیفہ کے قریب ہی دفن کیے گئے۔ (الفوائد البہیہ ص)

صاحب حجۃ اللہ البالغہ: العقیدۃ الحسنہ
الفوز الکبیر

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

سنہ ۱۱۱۴ھ - سنہ ۱۱۷۶ھ
۱۶۹۹ء - ۱۷۶۲ء

نام ولی اللہ احمد۔ تاریخی نام عظیم الدین تھا۔ آپ شاہ عبدالرحیم بن وجیہ الدین شہید بن معظم بن منصور دہلوی کے بیٹے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب تینتیس واسطوں سے خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق رضہ تک پہونچتا ہے۔ چہارشنبہ کے دن ۴ شوال سنہ ۱۱۱۴ھ میں پیدا ہوئے۔ ولادت سے قبل والدین اور بعض دیگر علماء نے آپ کے بارے میں بہت سے بشارتی خواب بھی دیکھے۔ جن کو لوگوں نے ایک مستقل رسالہ "القول الجلی" میں جمع کردیا ہے پانچ برس کی عمر میں پڑھنا شروع کیا۔ پندرہ برس کی عمر میں شادی ہوئی۔ سترہ برس کی عمر میں والد ماجد کا انتقال ہوا۔ والد کے انتقال کے بعد بارہ برس تک کتب دینیہ اور معقولات کے درس میں مشغول رہے۔ اور ہر علم وفن میں غیر معمولی صلاحیت واستعداد پیدا کی اور علوم ظاہری کے ساتھ علوم باطنی میں بھی کمال حاصل کیا۔

آپ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے محدث ومفسر اور علمائے متاخرین میں سب پر فوقیت رکھتے تھے۔ آپ اپنے زمانہ کے زبردست مجدد تھے۔ اور ایسے ایسے تجدیدی کارنامے انجام دیے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اور آپ کے تجدیدی کارنامے

کی داستان اتنی لمبی چوڑی ہے کہ اس کے لئے مستقل ایک ضخیم کتاب درکار ہے۔
۱۱۴۳ھ میں حرمین شریفین کی زیارت کے لئے گئے۔ وہاں حج سے
فراغت کے بعد ایک سال قیام کیا۔ اس مدت میں شیخ ابوطاہر اور دیگر علمائے حرمین
سے روایت حدیث کی سعادت حاصل کی۔ اور عالم اسلامی کے بہت سے علمائے کرام
سے ملنے اور اُن کی صحبت میں بیٹھنے کا رنگین موقع ملا۔ مدینہ منورہ کے دوران قیام
میں روضۂ مقدسہ سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم آپ کی خاص توجہ کا مرکز رہا اور آپ پر اس
دربارِ مقدس سے فیوض و برکات کی بے پایاں بارش ہوئی۔ بہرحال ۱۱۴۴ھ میں دوبارہ
حج سے مشرف ہوئے۔ اوائل ۱۱۴۵ھ میں وطن مالوف کی طرف واپسی ہوئی، اور
۱۴ رجب ۱۱۴۵ھ کو جمعہ کے دن بخیر و عافیت دہلی تشریف لائے۔ (الجزء اللطیف)
شاہ صاحب کی شخصیت اور اُن کے خاص کاموں کی تفصیلی حقیقت آپ کی
تصنیفات سے نمایاں ہوتی ہے۔ اور بلاشبہ آپ کے کام اور مقام کے سمجھنے کے لئے
بلکہ روح اسلامی اور منشاء الٰہی اور انفرادی اور اجتماعی اسلامی دستور العمل
معلوم کرنے کیلئے آپ کی تصنیفات بہترین ذریعہ ہیں۔
آپ نے کثرت سے تصانیف کی ہیں، جو انتہائی مفید، نفع بخش اور اپنی
جگہ بے نظیر ہیں۔ جن میں سب سے مائہ ناز تصنیف "حجۃ اللہ البالغہ" ہے، جو بعض
مدارس عربیہ میں داخل درس ہے۔ کسی مذہب کی تائید اُسکی حکیمانہ توجیہ اور کسی مذہبی
نظام کی فلسفیانہ تشریح میں کسی زمانہ میں ایسی کتاب نہیں لکھی گئی۔ اسمیں اسلام
کے معاشی و سیاسی نظام پر بھی جابجا ارشادات اور متفرق نکات موجود ہیں۔
علاوہ ازیں آپ کی تصنیفات میں فتح الرحمٰن۔ الفوز الکبیر۔ فتح الکبیر۔ تفہیما

مسوی۔ البدور البازغہ۔ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء۔ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین
الصاف۔ عقد الجید۔ تحفۃ الموحدین۔ شرح تراجم۔ ابواب صحیح بخاری۔ مجموعہ
رسائل اربعہ۔ تفہیمات الٰہیہ۔ خیر کثیر۔ فیوض الحرمین۔ الدر الثمین فی مبشرات
النبی الامین۔ انفاس العارفین۔ انسان العین۔ القول الجمیل۔ انباہ فی سلاسل
اولیاء اللہ۔ الطاف القدس۔ سطعات۔ ہمعات۔ لمعات۔ مکتوبات مع مناقب
امام بخاری و ابن تیمیہ۔ مکتوب المعارف مع مکاتیب ثلثہ۔ سرور المحزون۔ الجزء
اللطیف۔ المقالۃ الوضیۃ فی النصیحۃ والوصیۃ۔ شفاء القلوب۔ زہراوین۔ تاویل
الاحادیث۔ ہوامع شرح حزب البحر۔ العقیدۃ الحسنہ۔ المقدمۃ السنیہ۔ چہل حدیث
شرح رباعیتین۔ اثر الاعداد۔ العطیۃ الصمدیۃ۔ فتح الودود فی معرفۃ الجنود۔
مسلسلات وغیرہ ہیں۔

ان کتابوں میں سے بہت سی نایاب ہیں اور بعض ایسی بھی کہ اب تک ان کے طبع ہونے کی نوبت نہیں آئی ہے۔ ان کے قلمی نسخے خاص خاص کتب خانوں میں موجود ہیں۔ تاہم جو چھپ چکی ہیں اور متداول ہیں اگر کوئی اُن ہی سے صحیح طور پر استفادہ کرے جب بھی وہ بڑے بڑے کتبخانوں سے مستغنی اور بے نیاز ہو سکتا ہے
آپ کی وفات ۱۱۷۶ھ میں ہوئی۔

صاحب رسالہ حمیدیہ (کلام)

حسین الجسر

سنہ ۱۲۶۱ھ / ۱۸۴۵ء — سنہ ۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۹ء

نام حسین بن محمد بن مصطفی الجسر۔ طرابلس میں سنہ ۱۲۶۱ھ میں پیدا ہوئے۔ وہیں نشو ونما پائی۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی پھر مصر آئے اور سنہ ۱۲۷۹ھ میں جامعہ ازہر میں داخل ہوئے۔ اور سنہ ۱۲۸۴ھ تک رہے اور عالم جید ہو کر طرابلس واپس ہوئے۔

کہا جاتا ہے کہ جسر کا خاندان مصری الاصل تھا۔ سنہ ۱۱۷۰ء کے لگ بھگ ان کے اسلاف دمیاط سے نکال دیے گئے تھے۔ اب وہ مختلف مقامات میں جا کر آباد ہو گئے۔

آپ فقہ وادب کے بہترین عالم تھے۔ اور مفید کتابیں بھی تالیف کیں جن میں الرسالۃ الحمیدیۃ فی حقیقۃ الدیانۃ الاسلامیہ بہت مشہور ومعروف اور مقبول کتاب ہے۔ جس میں آپ نے شریعت اسلام کے حقائق ورموز واسرار اچھوتے انداز میں بیان کئے ہیں اور آپ نے فلسفہ جدیدہ کی روشنی میں بہت سے حقائق کا انکشاف کیا ہے۔ کتاب کی عمدگی کی بنا پر بعض مدارس عربیہ میں شامل نصاب کر لی گئی ہے۔

اسکے علاوہ آپ نے الحصون الحمیدیہ فی العقائد الاسلامیہ۔ نزہۃ الفکر۔ اشارات الطاعۃ فی حکم صلوٰۃ الجماعۃ۔ ریاض طرابلس لشام ۱ جلدوں میں۔ الکوکب الدریۃ فی الفنون الادبیۃ اور "طرابلس" کے نام سے آپ نے ایک اخبار بھی نکالا تھا۔

آپ نے طرابلس ہی میں سنہ ۱۳۲۷ھ میں وفات پائی۔ (الاعلام ج ۲ ص ۲۴۳)

صاحب مسایرہ (متن)

ابن ہمام

سنہ ۷۹۰ھ / ۱۳۸۸ء — سنہ ۸۶۱ھ / ۱۴۵۷ء

نام محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید۔ لقب کمال الدین تھا۔ اور ابن ہمام کے ساتھ مشہور ہوئے۔ آپ کا آبائی وطن شہر سیواس جو روم کے علاقہ میں واقع تھا۔ وہاں سے آپ کے والد قاہرہ آئے۔ قاہرہ میں قضائے حنفی کا عہدہ ملا۔ پھر اسکندریہ کے قاضی مقرر ہوگئے۔ اور ایک مالکی المسلک قاضی کی لڑکی سے شادی کرلی۔ چنانچہ ابن ہمام وہیں قاہرہ میں سنہ ۷۹۰ھ میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم والد ماجد سے اور شہر کے دیگر علماء سے ہوئی۔ فقہ اور اصول آپ نے شیخ سراج الدین جو قاری الہدایہ کے نام سے مشہور تھے۔ ان سے اور علامہ بساطی سے پڑھا۔ اور جب سنہ ۸۲۲ھ میں آپ قاہرہ آئے تو وہاں قاضی محب الدین بن شحنہ سے استفادہ کیا اور پھر ان ہی کے ساتھ حلب چلے گئے۔ عربیت آپ نے جمال حمیدی سے حاصل کی اور حدیث ابو زرعہ عراقی، جمال حنبلی اور شمس شامی سے پڑھی۔ اور شیخ مراغی اور ابن ظہیرہ سے اجازت حاصل کی۔

آپ اپنے وقت کے زبردست امام اور علوم و فنون کے محقق تھے۔ علم مناظرہ، فقہ، اصول، نحو، کلام، منطق اور حدیث و تفسیر سب ہی علوم میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ تحصیل علم سے جب فارغ ہوئے تو اشرف نے آپ کو مدرسہ کا شیخ بنا دیا۔ کچھ دنوں تک یہ خدمت انجام دی، پھر شیخونیہ کی شیخت پر متولی ہوگئے۔ اسکے بعد ایک مدت تک افتاء کا کام کرتے رہے۔ پھر سارے

کام چھوڑ کر تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔

آپ کی تصنیفات میں سب سے بڑی اور مشہور تصنیف ہدایہ کی شرح فتح القدیر ہے یہ ایسی محققانہ شرح ہے جسکی نظیر آجتک وجود میں نہ آئی۔ آپنے اسمیں تعصب سے قطع نظر کرتے ہوئے نہایت منصفانہ دلائل کے ساتھ مذہب حنفی کو ثابت کیا ہے۔ صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں کہ آپ نے ہدایہ انیس مرتبہ پڑھانے کے بعد یہ شرح لکھی ہے۔

یہ شرح ابھی کتاب الوکالۃ تک پہونچی تھی کہ اجل کا پیغام آگیا اسلئے اس مقام سے اخیر کتاب تک مولی شمس الدین احمد بن قودر المعروف بقاضی زادہ مفتی رومی (م ۹۹۰ھ) نے تکمیل کی۔

علاوہ ازیں آپ نے "اصول" میں بھی تحریر نام سے ایک بے نظیر کتاب لکھی جس کی شرح آپ کے شاگرد رشید ابن امیر الحاج حلبی نے کی۔ عقائد و کلام میں مسایرہ نام سے ایک نہایت عمدہ اور جامع متن لکھا جسکی شرح مسامرہ کے نام سے لکھی گئی جو آج مدارس عربیہ میں داخل درس ہے۔ عبادات میں زاد الفقیر کے نام سے ایک کتاب لکھی

آپ علم موسیقی کے بھی بڑے ماہر تھے۔ ابتدا میں آپ نے بالکل تجرد اختیار کر لیا تھا۔ لیکن بعض اہل طریقت نے جب آپ کو یہ ہدایت کی کہ لوگوں کو آپ کے علم کی بہت ضرورت ہے تو اس سے رجوع کر لیا۔ آپ علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ علوم باطنی میں بھی بہت بلند مقام رکھتے تھے اور اپنے وقت میں صوفی کامل اور صاحب کشف و کرامت تھے۔ اہل تصوف کی طرح آپ پر جذبہ کی حالت طاری ہوا کرتی تھی۔ آپ کے مشہور شاگردوں میں ابن امیر الحاج حلبی، محمد بن احمد بن شحنہ، سیف الدین بن عمر بن قطلوبغا قابل ذکر ہیں

آپ نے قاہرہ میں جمعہ کے دن ۲۷ رمضان المبارک سنہ ۸۶۱ھ میں وفات پائی

(حدائق الحنفیہ ص ۳۱۶)

صاحب مسایرہ

کمال بن ابی شریف

سنہ ۸۲۲ھ ۔ سنہ ۹۰۵ھ

نام محمد، کنیت ابو المعالی ۔ اور لقب کمال الدین تھا۔ سلسلہ نسب یہ ہے محمد بن الامیر ناصر الدین محمد بن ابی بکر بن ابی علی بن ابی شریف ۔

آپ سنہ ۸۲۲ھ میں بیت المقدس میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو ونما بھی پائی اسی لئے آپ مقدسی کہلاتے ہیں ۔ ابتدا میں حفظ قرآن کیا اور مختلف فنون کی کتابیں پڑھیں پھر ابو القاسم نویری نے یہاں تمام روایات میں فن قرات کی تکمیل کی ۔

قرات سے فراغت کے بعد ان سے اصول ۔ منطق ۔ عروض اور اصول حدیث کی بھی کتابیں پڑھیں ۔ پھر قاہرہ تشریف لے گئے ۔ اور وہاں کے علماء سے پڑھا ۔ اور تمام علوم وفنون کی تکمیل کی ۔ پھر بیت المقدس اپنے وطن آئے ۔ اور یہاں متعدد مدارس میں درس و تدریس کا کام کرتے رہے ۔ اور وہیں سنہ ۹۰۵ھ میں وفات پائی ۔ (معجم المطبوعات صفحہ ۱۸۵ جزو ۲)

آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں جن میں المسامرہ فن کلام میں بہت مقبول ہوئی ۔ اور مدارس عربیہ میں داخل درس ہے ۔ یہ کتاب اصل میں المسایرہ

فی العقائد المنجیۃ فی الآخرۃ کی شرح ہے ۔ جو کمال الدین بن ہمام الدین عبدالواحد کی تالیف ہے ۔ یہ بھی حقیقت میں امام غزالیؒ کی الرسالۃ القدسیہ کا اختصار ہے ۔ پھر اس میں کچھ اضافہ کرتے گئے یہاں تک کہ وہ مستقل تصنیف ہوگئی ۔

اس کتاب میں چار ارکان بتائے گئے ہیں ۔ پہلا رکن خدائے تعالیٰ کی ذات میں (۲) اللہ کی صفات میں (۳) اللہ کے افعال کے بیان میں (۴) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت میں ۔ پھر ہر ہر رکن میں دس دس اصول ذکر کئے گئے ہیں ۔ اور شروع میں ایک مقدمہ بھی لکھا ہے جس میں فن کلام کی تعریف وغیرہ ذکر کی ہے اور آخر میں خاتمہ بیان کیا ہے ۔ اسمیں ایمان و اسلام پر نہایت ٹھوس انداز میں بحث کی ہے ۔ (کشف الظنون ص۲۲۴ ج۲)

مسامرہ کے علاوہ اور بھی اسکی شرحیں لکھی گئی ہیں ۔ جیسے سعد الدین دیری حنفی م ۸۶۶ھ اور قاسم بن قطلوبغا م ۸۷۹ھ کی شرح مشہور و معروف ہے ۔

آپ نے مسامرہ کے علاوہ الاسناد بشرح الارشاد ۔ الفرائد فی حل شرح العقائد ۔ الدرر اللوامع بتحریر جمع الجوامع تصنیف کی اور یہ سب بہت ہی نفیس عمدہ اور نفع بخش کتابیں ہیں ۔

(معجم المطبوعات ص۱۵۹۶ ج۲)

صاحب شرح تجرید

علامہ قوشجی

نام علی بن محمد۔ لقب علاء الدین اور قوشجی کے ساتھ مشہور ہوئے۔ صاحب الشقائق النعمانیہ نے قوشجی یعنی حافظ البازی لکھا ہے۔ ممکن آپ بازاور شکرے کی نسلوں کے متعلق معلومات زیادہ رکھتے ہوں۔ جس کی وجہ سے آپ کو قوشجی کہا جاتا ہے۔ آپ کے والد بزرگوار امیر الغ بک (شاہ ماوراء النہر) کے خدام میں سے تھے۔
(الشقائق النعمانیہ برحاشیہ وفیات الاعیان ج ۱ ص ۱)

آپ نے علماء سمرقند اور قاضی زادہ رومی سے علم حاصل کیا۔ خصوصیت سے علوم ریاضیہ آپ نے قاضی زادہ رومی سے اور امیر الغ بک سے حاصل کئے، جو علوم ریاضی میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ پھر آپ بلاد کرمان میں تشریف لے گئے۔ اور وہاں کے علماء سے مختلف علوم و فنون حاصل کئے۔ اور وہیں آپ نے اپنی مشہور کتاب شرح تجرید لکھی جو مدارس عربیہ میں شامل نصاب رہ چکی ہے۔

جب سمرقند چھوڑ کر کرمان کی طرف گئے تو آپ نے کسی کو اطلاع نہ کی۔ بلکہ چپکے سے نکل گئے۔ وہاں علوم حاصل کرلے اور شرح تجرید لکھ لینے کے بعد جب آپ سمرقند واپس ہوئے اور امیر الغ بک کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سب سے آپ نے معذرت کی کہ محض تحصیل علم کے لئے اتنے دنوں آپ سے غائب رہا۔ بادشاہ نے آپ کا عذر قبول کرلیا۔ اور

پوچھا کہ کراَن سے کیا تحفہ لائے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ میں ایک رسالہ لایا ہوں جس میں قمر کے اشکال کو میں نے حل کیا ہے۔ اور یہ وہ اشکال ہے جس کا حل نکالنے میں بڑے بڑے لوگ ناکام رہے ہیں۔

بادشاہ نے وہ رسالہ طلب کیا۔ آپ نے وہ رسالہ بادشاہ کو پیش کیا۔ بادشاہ نے وہ رسالہ لیا اور کھڑے کھڑے ہی اسکا مطالعہ کر ڈالا۔ اور آپ کی اس عجیب و غریب کوشش و محنت سے بے انتہا خوش ہوا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب علامہ طوسی بلاد عجم کی طرف گئے تو علامہ قوشجی سے بھی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے آپ سے پوچھا کہاں جا رہے ہیں۔ فرمایا بلاد روم کی طرف۔ علامہ طوسی نے فرمایا۔ خواجہ زادہ رومی کے ساتھ خاطر مدارات کرنا۔ اسلئے کہ معلوم شخص بھی اُن کے نزدیک نامعلوم کی طرح ہوجاتا ہے۔ چنانچہ آپ نے علامہ طوسی کی ہدایت پر عمل کیا اور اپنی بیٹی کا نکاح خواجہ رومی کے بیٹے کے ساتھ کر دیا۔ اسی طرح خواجہ زادہ رومی نے اپنی بیٹی کا نکاح آپ کے بیٹے کے ساتھ کر دیا۔

آپ کی تصنیفات میں شرح تجرید سب سے عمدہ کتاب ہے۔ اس کی بابت صاحب الشقائق لکھتے ہیں۔

وهو شرح عظيم لطيف في غاية اللطافة لخص فيه فوائد الأقدمين احسن تلخيص واضاف اليها زوائد وهي نتائج فكره

وہ ایک بڑی اور نہایت لطیف شرح ہے۔ جس میں آپ نے متقدمین کے فوائد کو عمدہ طریقہ سے ملخص فرمایا ہے۔ اور مزید فوائد کا بھی اضافہ کیا ہے جو

مع تحقیق پر سہل و اضح آپ کے فکر کا نتیجہ ہے۔ اور تحریر نہایت سہل اور واضح ہے۔ (صفحہ ۱۰۰ جلد ۱)

علاوہ ازیں رسالۃ الحمدیۃ۔ الفتحیہ۔ کتاب العنقود۔ محبوب العمائل۔ حاشیہ علی شرح الکشاف للتفتازانی۔ رسالہ فی مباحث الحد وغیرہ۔ آپ کی علمی یادگار ہیں۔

آپ نے شہر قسطنطنیہ میں وفات پائی۔ اور سیدنا حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے جوار میں دفن کیے گئے۔

(الشقائق النعمانیہ ص۱۸۱ جلد ۱)

صاحب خیالی حاشیہ شرح العقائد

خیالی

(متوفی ۸۷۰ھ)

احمد بن موسے نام اور شمس الدین لقب تھا۔ خیالی کے ساتھ مشہور ہوئے ابتدائی تعلیم آپ کے والد ماجد سے ہوئی۔ پھر مولی خضر بیگ کی خدمت میں جاکر تمام علوم وفنون کی تکمیل کی۔

تحصیلِ علوم سے فراغت کے بعد مدرسہ سلطانیہ بروسی میں پڑھانے لگے۔ اور اس کے علاوہ اور مقامات میں بھی تدریس کا کام انجام دیا (الفوائد البہیہ ص۲۱)

پھر جب خطیب زادہ کے والد تاج الدین ابراہیم (یعنی ابن الخطیب) کا انتقال ہوگیا۔ تو وزیر محمود پاشا نے سلطان محمد خاں سے آپ کے لئے سفارش کی کہ آپ کو مدرسہ ازنیق میں تدریس کے لئے رکھا جائے۔ سلطان محمد خاں نے پوچھا کیا یہ وہی خیالی ہیں، جنھوں نے شرح عقائد نسفی پر حاشیہ لکھا ہے۔ اور اسمیں ہمارا بھی ذکر کیا ہے؟ وزیر نے کہا جی ہاں! یہ وہی خیالی ہیں، سلطان نے کہا اگر یہ وہی خیالی ہیں تو بیشک وہ اس مدرسہ میں تدریسی کام کے لئے نہایت موزوں ہیں۔ (الفوائد البہیہ ص۲۲)

ادھر خیالی نے سفر حج کا عزم مصمم کرلیا تھا۔ جب آپ قسطنطنیہ گئے تو وزیر محمود پاشا نے آپ سے اسکا تذکرہ کیا۔ اور کہا کہ مدرسہ ازنیق میں آپ کا تقرر ہوگیا ہے۔ آپ اس ڈیوٹی پر لگ جائیں۔ آپ نے وزیر سے کہا چونکہ ہم نے حج کا ارادہ کرلیا ہے۔

لہذا اس مدرسی کی بنا پر میں یہ ارادہ ملتوی نہیں کر سکتا۔ تیمور کو اگر تم اپنی وزارت اور سلطان اپنی سلطنت و بادشاہت مجھے دیدے جب بھی میں اپنے اس سفر کو چھوڑ نہیں سکتا۔ آخرکار اس وقت حج کے لئے چلے گئے۔ پھر سفر حج سے واپس ہوئے تو پھر مدرسہ مذکورہ کا تدریسی کام سنبھالا (۲)

آپ بڑے دُبلے پتلے آدمی تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ اپنے ایک ہاتھ کی انگشت شہادت اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر دوسرا ہاتھ ڈالتے تو بازو تک چلا جاتا۔ دن رات میں صرف ایک بار کھانا کھایا کرتے تھے۔ لیکن علم و عبادت میں غیر معمولی انہماک رہا کرتا تھا۔

آپ کی علمی جلالت شان کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ آپ کے شاگردوں میں غیاث الدین (یعنی پاشا چلپی) اور کمال الدین قرہ کمالی جیسے باکمال حضرات کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہوا ہے، جن میں اول الذکر کی بابت صاحب شقائق فرماتے ہیں کہ انہوں نے ہر فن میں ان گنت رسالے لکھے ہیں۔

شرح عقائد نسفی پر آپ نے مختصر اور عمدہ حاشیہ لکھا ہے، جو خیالی کے ساتھ مشہور و معروف ہے۔ اور درس نظامی میں داخل درس ہے۔

اس حاشیہ میں آپ نے اس قدر ایجاز و اختصار سے کام لیا ہے، کہ اگر مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی نے اس کے معضلات اور مشکل مقامات کو حل نہ کیا ہوتا تو شاید اس کا سمجھنا سمجھانا ممکن نہ ہوتا۔ لیکن مولانا سیالکوٹی نے ایسے عمدہ طریقہ پر مغلقات کو حل کیا ہے کہ صحیح معنوں میں حاشیہ لکھنے کا حق ادا کر دیا ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

خیالات خیالی بس عظیم است
برائے حل او عبد الحکیم است

صاحب کشف الظنون فرماتے ہیں کہ علامہ خیالی نے شرح تجرید پر بھی حاشیہ لکھا ہے۔ نیز اپنے استاذ مولی خضر بیگ کی نظم العقائد کی شرح تصنیف فرمائی ہے۔

آپ نے تھوڑی سی مدت یعنی ۳۳ برس کی عمر میں ۸۶۰ھ ہجری میں وفات پائی۔

(الفوائد البہیہ ص ۲۲)

صاحب تحفہ اثنا عشریہ

شاہ عبدالعزیز دہلوی

سنہ ۱۱۵۹ھ ۔ سنہ ۱۲۳۹ھ

شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم عمری دہلوی۔ ہندوستان کے مایہ ناز اور چوٹی کے عالم گزرے ہیں۔ سنہ ۱۱۵۹ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تاریخی نام غلام حلیم بتایا جاتا ہے۔ آپ نے اپنے والد ماجد اور اُن کے خلفاء سے علوم حاصل کئے۔ اور اپنے وقت میں مرجع علماء و مشائخ ہوئے۔

(حدائق الحنفیہ ص۴)

آپ قوت حافظہ، تعبیر خواب، وعظ گوئی۔ انشاء۔ نفائس علوم کی تحقیقات اور مناظرہ میں اپنی آپ نظیر تھے۔ تفسیر و حدیث اور فقہ میں اس قدر ملکہ تھا کہ آجتک آپ کی کوئی مثال نظر نہ آئی۔ اسی لئے آپ کو خاتم المفسرین والمحدثین کہا جاتا ہے۔ غرض ہندوستان میں علوم عقلیہ اور علوم نقلیہ ہر دو علوم کی ریاست آپ پر منتہی ہوئی۔ علم کیا تھ ساتھ عمل میں بھی یکتائے روزگار تھے۔ (")

ہندوستان میں علم حدیث اور فقہ حنفی کی خدمت کرکے آپ نے اور آپ کے خاندان نے جو احسان عظیم اُمت محمّدیہ پر کیا ہے۔ اُسے کبھی فراموش نہیں کیا

جاسکتا۔ آپ نے اپنی ساری عمر تدریس، افتار خصومات کے فیصلے، وعظ، مریدوں کی اصلاح وتربیت، اور طلبہ کی تکمیل میں صرف کی۔ (۲)

آپ کی زندگی بھی عجیب وغریب زندگی تھی۔ چونکہ آپ روافض کے سخت خلاف تھے۔ اسلئے آپ کو بڑی ایذائیں پہونچائی گئیں۔ اور آپ کے ظلم وستم میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا گیا۔ حتیٰ کہ آپ کے دشمنوں نے (اللہ انہیں اوندھا جہنم میں ڈالے) آپ کے دونوں ہاتھ پہونچوں تک کاٹ ڈالے۔ چھپکلی کا ابٹن آپ کے جسم پر ملا جس سے آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ اور بدن مبروص ہو گیا۔

(ارواح ثلثہ)

آپ نے کئی کتابیں تصنیف کیں، جن میں تفسیر فتح العزیز جو تفسیر عزیزی کے نام سے مشہور ہے، بہت عمدہ اور معلومات افزا تفسیر ہے۔ صرف سوا تین پارے کی تفسیر ہے۔ پہلے آپ نے قرآن کے آخری دو پارے یعنی ۲۹۔ اور ۳۰ کی تفسیر کی۔ پھر سورہ بقرہ سے تفسیر کرنا شروع کیا۔ اور سوا پارے تک پہونچ سکے۔ علاوہ ازیں آپ کی بے نظیر تصنیف تحفۂ اثنا عشریہ ہے، جو روافض کی رد میں لکھی ہے۔ اور فارسی زبان میں ہے۔

اس کتاب میں آپ نے شیعوں کے تمام فرقے اور ان کے عقائد بیان کئے ہیں۔ اور ان کی عیاریوں اور مکاریوں کا پردہ چاک کیا ہے۔ اور مذہب اسلام پر اور حضرات صحابہ پر بالخصوص خلفائے ثلاثہ پر ان کے جتنے اعتراضات اور خیالات فاسدہ ہیں، ان سب کو ظاہر کرکے ان کا نہایت معقول الزامی اور تحقیقی جواب دیا ہے۔ اور ہر جواب اپنی جگہ اتنا ٹھوس اور جاندار ہے کہ تقریباً

ہر مجتہد شیعہ اسکا جواب لکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن ہر موقع پر ان کی ناکامی ان کے سامنے آجاتی ہے۔

یہ کتاب بہت مقبول و متداول ہے۔ اور بعض مدارس میں داخل درس ہے۔ آجکل اسکا ترجمہ اردو میں ہوگیا ہے۔

نیز آپ کے تصنیفات میں بستان المحدثین، سر الشہادتین۔ عجالۂ نافعہ اور فتاویٰ عزیزی آپ کی علمی یادگار رہ گئیں۔

آپ نے ۸۰ سال کی عمر پا کر ۱۲۳۹ھ میں وفات پائی۔ اور اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

(حدائق الحنفیہ ص ۴۶۲)

صاحب رشیدیہ

شیخ عبد الرشید

(م ۱۰۵۵ھ)

مخدوم شیخ عبد الرشید بن شیخ مصطفیٰ عبد الحمید عثمان نام اور شمس الدین لقب تھا پہلا نام آپ کا محمد رشید تھا۔ چنانچہ آپ خط و کتابت میں یہی اپنا پرانا نام لکھا کرتے تھے۔ آپ اپنے زمانہ کے مشہور علماء اور اکابر مشائخ میں سے تھے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے درس و تدریس کا مشغلہ اختیار کیا۔ (حدائق الحنفیہ ص۴۰۲)

آپ بڑے خاموش طبیعت اور بے لوث واقع ہوئے تھے۔ زیادہ تعلقات کو ناپسند فرماتے تھے۔ اکثر و بیشتر حقائق و معارف سے متعلق کتابوں کا مطالعہ کرتے، ایسی کتابوں سے خصوصی انسیت تھی۔ اور مطالعہ میں بڑے صاحب ذوق تھے۔ آپ اپنے والد ماجد کے مرید تھے۔ (")

آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ چنانچہ مناظرہ رشیدیہ آپ کی بہت مقبول و متداول کتاب ہے۔ آج مدارس عربیہ میں شامل نصاب ہے۔ شیخ محی الدین کی کتاب اسرار المخلوقات کی عمدہ شرح لکھی۔ علاوہ ازیں زاد السالکین، مقصود الطالبین اور دیوان اشعار آپ کی یادگار رہیں۔

آپ نے ۱۰۵۵ھ میں وفات پائی۔ اور صاحب معجم المطبوعات نے ۱۰۸۳ھ بتائی ہے۔ واللہ اعلم (حدائق الحنفیہ ص۴۰۲)

صاحب رسالہ قشیریہ

علامہ قشیری

۳۷۶ھ / ۹۸۶ء · ۴۶۵ھ / ۱۰۷۰ء

نام عبدالکریم بن ہوازن بن عبدالملک بن طلحہ۔ کنیت ابوالقاسم اور لقب زین الاسلام تھا۔ آپ قشیر بن کعب کے خاندان سے تھے۔ اسلئے قشیری کہلاتے ہیں۔ اپنے دور میں علم و زہد کے لحاظ سے خراسان کے شیخ کہلاتے تھے۔ نیشاپور میں آپ قیام فرمایا کرتے تھے۔ اس لئے نیشاپوری نسبت بھی کیجاتی ہے۔ سلطان الپ ارسلان آپ کی بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا۔

آپ کی تصنیفات میں الرسالۃ القشیریہ بہت مشہور و مقبول و متداول ہے بعض مدارس میں شامل نصاب ہے۔ یہ رسالہ تصوف میں بے نظیر رسالہ ہے۔ اسکے علاوہ التیسیر فی التفسیر اور لطائف الاشارات بھی آپ ہی کی ذہنی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

(الاعلام ج ۴ ص ۱۸۰)

صاحب تمہید:

ابو شکور سالمی

(م ۴۶۰ھ کے بعد)

نام محمد بن عبدالسعید بن شعیب کیشی تھا۔ آپ شیخ ابو بکر محمد بن حمزہ خطیب سمرقندی کے شاگرد تھے۔ آپ کے مزید حالات معلوم نہ ہو سکے۔ آپ نے سنہ ۴۶۰ھ کے بعد وفات پائی۔

(تمہید ابو شکور سالمی)

صاحب تعلیم المتعلم

برہان الدین زرنوجی

آپ (رح) کتاب تعلیم المتعلم کے مصنف ہیں۔ زرنوج کے رہنے والے ہیں۔ اسلئے زرنوجی کہلاتے ہیں۔ آپ صاحب ہدایہ کے تلامذہ میں گزرے ہیں۔

آپ کی کتاب تعلیم المتعلم کے نام ہی سے پتہ چلتا ہے کہ اس کتاب میں پڑھنے کے متعلق ضروری مفید باتیں بتائی گئی ہیں۔ یہ کتاب مختصر سی ہے لیکن نفع کے لحاظ سے بہت بڑی ہے۔

مولانا عبدالحئی فرنگی محلی لکھتے ہیں۔

هو كتاب نفيس مفيد مشتمل على فصول قليل الحجم كثير المنافع (الفوائد البہیہ طبع مصر ص۲۵)

یہ عمدہ اور مفید کتاب ہے اور چند فصلوں پر مشتمل ہے۔ صفحات کے لحاظ سے کم بہت نفع بخش ہے۔

وہ فصلیں جو اس مختصر سی کتاب میں ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) علم کی تعریف اور حقیقت کے بیان میں (۲) نیت کے بارے میں (۳) علم کے اختیار کرنے کے بیان میں (۴) علم کی تعظیم میں (۵) محنت و کوشش کرنے کے بیان میں۔ (۶) توکل میں (۷) پڑھنے کے اوقات میں (۸) شفقت کے بیان میں (۹) استفادہ کے بیان میں (۱۰) زہد و تقوے میں (۱۱) ان چیزوں کے بیان میں جن سے قوت حافظہ بڑھتی ہے۔

ابن اسماعیل نے سنہ ۹۹۶ھ میں اسکی ایک شرح بھی لکھی ہے۔ اور شیخ عبدالمجید بن نصوح بن اسمٰعیل نے ترکی زبان میں اسکا ترجمہ کیا ہے جسکا نام ارشاد الطالبین فی تعلیم المتعلمین ہے۔ (کشف الظنون ج۱ ص۲۹۶)

حسب
صفا عوارف المعارف!

شیخ شہاب الدین سہروردی

سنہ ۵۴۲ھ ۔ سنہ ۶۳۲ھ

نام عمر بن محمد عبداللہ کنیت ابوحفص اور لقب شہاب الدین تھا آپ قریشی اور صدیقی تھے۔ بارھویں پشت پر آپ کا سلسلہ نسب سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رض کے ساتھ مل جاتا ہے۔ آپ مدینۃ السلام بغداد میں سنہ ۵۴۲ھ میں پیدا ہوئے جب سن شعور کو پہونچے تو پڑھنا شروع کیا۔ اور ۱۶ سال کی عمر میں علم صرف، نحو، منطق، معانی، فقہ، حدیث وغیرہ سے فراغت حاصل کر لی۔

فراغت کے بعد کتب بینی کا بےحد شوق رہا۔ بالخصوص علم کلام سے ایسا شغف تھا کہ دن رات اس کے مطالعہ میں مستغرق رہتے۔ آپ کے چچا شیخ ابوالنجیب ضیاء الدین عبدالقادر سہروردی جو آپ کے مربی و مرشد تھے بار بار نصیحت کرتے کہ تم نے علوم ظاہری حاصل کر لئے اب تمہیں علم طریقت کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ لیکن آپ پر یہ نصیحت کارگر نہ ہوتی۔

آخرکار ایک روز شیخ ابوالنجیب آپ کو لے کر حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رح کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اُن سے کہا حضرت! یہ میرا بھتیجہ علم

کلام کا اس درجہ شائق ہے کہ پڑھ لینے کے باوجود ہر وقت اسی کے مطالعہ میں لگا رہتا ہے۔ اور ایسا گرویدہ ہے کہ کسی کام کے لئے کبھی توقطعاً دھیان نہیں دیتا ہے۔ یہ سنکر حضرت غوث الاعظم نے اپنا ہاتھ آپ کے سینہ پر رکھا۔ اور پوچھا بیٹے بتاؤ! علم کلام میں تم نے کس کس کتاب کا مطالعہ کیا ہے۔ ہاتھ رکھنے کے بعد دفعتہً آپ کا یہ حال ہوگیا کہ علم کلام کا جو کچھ حصّہ اپنے سینہ میں محفوظ کیا تھا۔ سب یکلخت محو ہوگیا۔ یہاں تک کہ کتابوں کے نام بھی ذہن سے نکل گئے۔ چنانچہ آپ نے کچھ جواب نہیں دیا۔ اور چارونا چار خاموش رہے۔

حضرت غوث الاعظمؒ نے مسکراتے ہوئے فرمایا جاؤ ہم نے علم کلام کا سارا حصّہ تمھارے سینہ سے محو کردیا۔ اور اسکی جگہ خدا کی معرفت کا علم دیدیا پس اُسی روز سے علوم ظاہری کو چھوڑکر دل وجان کے ساتھ علوم باطنی کے حاصل کرنے میں مصروف ہوگئے۔

ایک مرتبہ خلیفۂ بغداد کے پاس ایک فلسفی آیا۔ اور اُس نے چاہا کہ فلسفیانہ بحث کے ذریعہ خلیفہ کو راہ حق سے پھیردے۔ خلیفہ کو بھی فلسفیانہ بحث کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ بڑی رغبت اور خواہش کے ساتھ اس فلسفی سے بات چیت کرنے لگا۔ جب آپ کو معلوم ہوا تو یہ سوچ کر کہ خلیفہ کہیں اس فلسفی کی طرف مائل نہ ہوجائے اُٹھے اور خلیفہ کے محل میں پہونچے۔ اور دیکھا کہ خلیفہ اور فلسفی دونوں تنہائی میں بیٹھکر باتیں کررہے تھے۔

آپ نے پہونچتے ہی پوچھا کس مسئلہ پر گفتگو ہورہی ہے؟ فلسفی نے کہا مسئلہ یہ ہے کہ فلک کی حرکت طبعی ہے۔ یعنی یہ خود بخود حرکت کررہا ہے کسی دوسرے کے حرکت

دینے سے حرکت نہیں ہو رہی ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں یہ خود بخود حرکت نہیں کرتا ہے۔ بلکہ اس شکل و صورت کا ایک فرشتہ ہے جو اس کو حرکت دے رہا ہے فلسفی یہ سن کر تمسخرانہ انداز میں مسکرانے لگا۔ آپ کو غصہ آیا اور فلسفی اور خلیفہ دونوں کا ہاتھ پکڑ کر صحن میں لے آئے۔ اور یہ دعا کی "الٰہی جو کچھ تو اپنے خاص بندوں کو دکھاتا ہے ان دونوں کو بھی دکھا دے"۔ دعا کے بعد دونوں سے کہا آسمان کی طرف نگاہ اٹھاؤ۔ نگاہ اٹھائی تو دونوں نے اپنی آنکھوں سے اس فرشتہ کو دیکھ لیا۔ جو فلک کو حرکت دے رہا ہے۔ آپ کی یہ کرامت دیکھ کر دونوں باطل عقیدے سے تائب ہو گئے۔

آپ بہت قناعت پسند تھے۔ کثرت سے تحفے تحائف اور عطیات آتے تھے۔ لیکن آپ تمام کا تمام فقراء اور مساکین پر صرف فرما دیتے تھے۔ یہاں تک کہ جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کے پاس صرف اتنی مقدار میں پیسے بچے تھے، جو آپ کی تجہیز و تکفین میں پورے ہو گئے۔

آپ نے ۳۲۰ھ میں وفات پائی اور رو میں مدفون ہوئے۔

(خزینۃ الاصفیاء ص ۱۰۱ جلد ۲)

———————

صاحب فصوص الحکم :

شیخ محی الدین ابن العربی

۵۶۰ - ۶۳۸ھ

نام محمد بن علی بن محمد عربی۔ لقب محی الدین۔ اور ابن العربی کے ساتھ مشہور ہوئے شہر مرسیہ (اندلس) میں دوشنبہ کی شب میں ۱۷ رمضان المبارک سنہ ۵۶۰ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ بڑے عارف باللہ اور قطب ممتاز گزرے ہیں۔ آپ وحدۃ الوجود کے مسئلہ میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپکی تصنیفات صوفیا اور مشائخ کے یہاں اپنی آپ نظیر ہیں۔ (خزینۃ الاصفیاء ۱۲ جلد ۱)

مناقب غوثیہ میں ہے کہ شیخ محی الدین ابن العربی کے والد پہلے لاولد تھے جس وقت انکی عمر ۶۰ سال کی ہوئی اور اُسوقت تک کوئی اولاد نہ ہوئی تو آپ حضرت غوث الاعظم کی خدمت میں آئے۔ ان سے حصول اولاد کیلئے دعا کی درخواست کی حضرت غوث الاعظمؒ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو غیب سے یہ آواز آئی کہ اس سائل کی قسمت میں اولاد نہیں ہے لیکن اگر کوئی شخص اپنی اولاد کا حصہ اسکو عطا کرے تو اسکی پشت سے بھی اولاد ہو سکتی ہے۔

ہاتف کی اس آواز کو سن کر حضرت غوث الاعظمؒ نے اپنی پشت علی بن محمد کی پشت سے ملائی اور فرمایا کہ ابھی میری پشت میں ایک لڑکا باقی ہے وہ میں تم کو بخشتا ہوں اب وہ تمہارے گھر میں پیدا ہوگا اُس کا نام محمد رکھنا اور لقب محی الدین۔ یہ لڑکا اُمت میں اولیاء کبار میں سے ہوگا۔ شیخ علی اس عطیہ عظمیٰ کی بشارت پاکر اپنے گھر تشریف لے گئے اور

شب میں بیوی سے ہم بستری کی اور وہ حاملہ ہوگئی۔ اور اسکے ٹھیک نو ماہ بعد شیخ محی الدین ابن العربی پیدا ہوئے۔

والد بزرگوار آپ کو حضرت غوث الاعظمؒ کے پاس لائے۔ آپ نے اس بچہ کی طرف محبت کی نظر سے دیکھا اور فرمایا یہ لڑکا ہمارا لڑکا ہے" اللہ نے چاہا تو یہ ولی زمانہ اور قطب یگانہ ہوگا۔ اور اسرار توحید الہٰی میں صاحب تصانیف عالیہ ہوگا۔

ایک مرتبہ شیخ محی الدین کی ملاقات شیخ شہاب الدین سہروردی سے ہوئی۔ دونوں بڑے پایہ کے ولی اور علم کلام کے ماہر تھے لیکن ملاقات کے وقت کوئی بات چیت نہ ہوئی۔ دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کو دیکھا اور علیحدہ ہوگئے۔ شیخ شہاب الدین سے اُن کے خدام نے اسکی وجہ دریافت کی، تو فرمایا محی الدین العربی دریائے دقائق است و کان دقائق سخن یا او در چشم است نہ بزبان و بدل است نہ بیان (خزینۃ الاصفیا ص۱۱۳ جلد ۲)

مولانا جامیؒ نے نفحات الانس میں لکھا ہے کہ آپ نے ۵۰۰ سے زائد کتابیں تصنیف کی ہیں۔ جنمیں سب سے مشہور "فتوحات مکیہ" اور فصوص الحکم ہے۔ جو عربی مدارس میں شامل نصاب رہ چکی ہے۔

آپ نے جمعہ کی شب میں ۲۲ ربیع الآخر ۶۳۸ھ کو دمشق میں وفات پائی۔ اور جبل قاسیون جو صالحیہ کے ساتھ مشہور ہے مدفون ہوئے۔

(خزینۃ الاصفیا ص۱۱۳ جلد ۱)

صاحب معرفۃ التجوید بمعرفۃ الرسوم
وجامع الوقف

قاری محب الدین الٰہ آبادی

(ولادت ۱۹۰۲ء)

نام نامی محب الدین احمد، کنیت ابن ضیا ہے۔ آپ شیخ القرآء مجود اعظم حضرت مولانا قاری ضیاء الدین صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ آپ اپنے وطن قصبہ ناراضلع الٰہ آباد میں ۱۹۰۲ء میں پیدا ہوئے۔ قرأت کی مکمل تعلیم والد ماجد صاحب سے ہوئی۔ چنانچہ حفص، قرأت سبعہ، قرأت ثلثہ، اور قرأۃ عشرہ کاملہ میں فراغت حاصل کی۔

پہلے آپ اپنے والد کی جگہ ۱۳۲۸ھ میں مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد میں مدرس ہوئے زمانہ تدریس میں درس نظامی کی کچھ کتابیں بانی مدرسہ سبحانیہ مولانا عبدالکافی صاحب سے پڑھیں۔ مولانا کے وصال کے بعد آپ جامع مسجد الٰہ آباد کے خطیب بھی ہو گئے۔ آپ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ اسی مدرسہ سبحانیہ میں علم تجوید و قرأت کی خدمت میں صرف کیا۔ پھر ۱۹۶۱ء میں مدرسہ تجوید الفرقان لکھنؤ یعنی حاجی فقیر محمد صاحب کے مدرسہ میں شیخ التجوید ہو کر آ گئے۔ اور اب تک وہیں کام کر رہے ہیں۔

آپ خوش الحان اور سادہ پڑھنے والے قاری ہیں اور اپنے فن کے ماہر ہیں آپ خاندانی قاری ہیں۔ آپ کے پڑھنے میں بہت سادگی ہے۔ مگر پھر بھی اس درجہ کشش ہے

کو سننے والوں کو مسحور کر لیتی ہے

آپ سے بھی بیشمار قاریوں نے قرأت کی سند حاصل کی جو آج مختلف علاقوں میں قرآن پاک کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ مشہور شاگردوں میں قاری محمد حسین صاحب مالیگانوی، قاری محمد عثمان صاحب اعظمی، قاری ظہیر الدین صاحب پورہ معروفی صاحب انیس المعانی سابق مدرس مدرسہ احیاء العلوم مبارکپور، قاری حامد فقیہ بھیرڑوی، قاری علی محمد صاحب بھاگلپوری، قاری محمد شفیق صاحب الٰہ آبادی، قاری عبد الرشید صاحب بنگلوری، قاری جلال الدین صاحب امام جامع مسجد رائے پور وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

آپ نے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں جامع الوقف اور معرفۃ التجوید بہت مقبول ہوئیں۔ چنانچہ بہت سے مدارس میں یہ دونوں داخل درس ہیں۔ معرفۃ الرسوم کے نام سے رسم قرآن پر ایک کتاب لکھی۔ شرح ضیاء القرأۃ تنویر القرأۃ کے نام سے شرح تالیف کی۔ علاوہ ازیں حاشیہ فوائد مکیہ، فوائد مرضیہ کے نام سے حاشیہ جمال القرآن، حاشیہ نزہۃ القاری، حاشیہ ضیاء القرأۃ، حاشیہ تجوید القرآن منظوم، کاشف الابہام، ضیاء البرہان، قاعدہ تعلیم القرآن آپ کی علمی خدمات ہیں۔

والد محترم کی طرح آپ کو بھی اللہ تعالیٰ نے علم تجوید و قرأت کی خدمت کے لئے قبول فرما لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور بھی زیادہ آپ کو اپنی کتاب عزیز کی خدمت کا موقع دے اور آپ کی گرانقدر خدمات سے تشنگان فن کو سیراب کرے۔ آمین۔

صاحب خلاصۃ البیان و
ضیاء القرأۃ

قاری ضیاء الدین الہ آبادی

سنہ ۱۲۹۰ھ - سنہ ۱۳۷۱ھ
۱۹۵۲ء

نام ضیاء الدین احمد بن شیخ عبد الرزاق تھا۔ سنہ ۱۲۹۰ھ میں اپنے وطن قصبہ
اراپر گنہ کڑا ضلع الہ آباد میں پیدا ہوئے۔ سن شعور کو پہونچے تو سب سے پہلے قرآن مجید
حفظ کیا اور مدرسہ اسلامیہ قرآنیہ دائرہ شاہ محب اللہ الہ آباد میں داخل ہو کر حافظ
اجر الدین صاحب کے یہاں حفظ کی تکمیل کی۔ پھر اپنے وطن ہی میں مولوی محمد مہدی
صاحب سے فارسی پڑھی۔ پھر الہ آباد آئے تو مولانا سید مسیح الدین صاحب سجادہ نشین
دائرہ شاہ رفیع الزماں الہ آباد نے آپ کی خوش آوازی کو دیکھ کر قرأت حاصل کرنے
کا مشورہ دیا۔ اور آپ کو کانپور قاری عبد الرحمن صاحب مکیؒ کے پاس بھیج دیا۔ یہ وہ زمانہ
تھا جبکہ حضرت قاری عبد الرحمن صاحب تدریسی خدمات کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ
عربی کتابیں مولانا احمد حسن صاحب کانپوریؒ سے پڑھ بھی رہے تھے۔ بہرحال آپ
بھی ان سے مشق کرنے لگے۔ آپ کی غیر معمولی ذہانت و ذکاوت اور خوش آوازی
کو دیکھ کر حضرت قاری صاحب آپ پر خصوصی توجہ فرماتے۔ چنانچہ آپ حضرت قاری صاحب
کے اول اور قابل فخر شاگرد نکلے۔

عربی کی ابتدائی کتابیں مولانا فاروق صاحب چریا کوٹی اور اپنے عم محترم

مولانا منیرالدین صاحب سے اور بتوسط حضرت مولانا احمد حسین صاحبؒ سے کانپور میں پڑھیں۔ پھر امروہہ میں مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد میں تجوید و قرأت کے مدرس مقرر ہوئے۔ وہیں بزمانۂ ملازمت حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہویؒ سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ امروہہ میں چند سال گزار کر سہارنپور مدرسہ تجوید القرآن چلے گئے۔ چند سال کے بعد جب مولانا ابوبکر صاحب نے آپ کو مدرسہ فاروقیہ جونپور میں طلب کیا تو آپ جونپور تشریف لے گئے۔ اور سہارنپور میں اپنی جگہ اپنے لائق شاگرد قاری عبدالخالق صاحب کو چھوڑ گئے۔ پھر مولانا معین القضاۃ رح نے آپ کی غیر معمولی شہرت کی وجہ سے آپ کو مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں طلب لیا۔ وہاں آپ نے خوب جم کر کام کیا۔ چنانچہ آپ کی خصوصی توجہ اور جدوجہد سے مدرسہ فرقانیہ میں جان پڑ گئی۔ اور ایسی ترقی پیدا کی کہ ہندوستان میں تجوید و قرأت کے لحاظ سے اس کو مرکزیت سی حاصل ہو گئی۔ اور کام کی وسعت کی بنا پر آپ نے متعدد حضرات کو اس شعبہ میں رکھا۔

اس طرح آپ کی صدارت اور نگرانی میں آٹھ نو سال تک کام ہوتا رہا۔ پھر دوبارہ آپ جونپور گئے اور دو سال رہ کر مدرسۂ قرأۃ القرآن کانپور آ گئے وہ دو سال رہ کر حضرت مولانا عبدالکافی کی طلبی پر مدرسہ سبحانیہ الہ آباد چلے گئے قرب وطن کی وجہ سے آپ نے یہ جگہ بہت پسند کی چنانچہ ایک عرصۂ دراز تک رہے اور کثیر تعداد میں قرار نے آپ سے قرأت پڑھی۔ اور سند فراغ حاصل کی۔ الہ آباد سے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ آپ کو بلا لیا گیا۔ وہاں مغرب بعد ایک گھنٹہ تعلیم ہوتی تھی۔ یہیں پر مولوی قاری غلام مصطفیٰ خانصاحب جبلپوری (پروفیسر سندھ یونیورسٹی پاکستان) نے قرأت پڑھی اور سند فراغ حاصل کی۔ یہ آپ کے سب سے آخری شاگرد ہیں۔

آپ کی شخصیت عجیب و غریب تھی۔ آپ جس مدرسہ میں بھی گئے۔ اُس کو چار چاند لگ گئے۔ اور آپ کی بے نظیر تدریسی خدمات اور آپ کے حسن اخلاق لوگوں لوگوں کو مسحور کئے بغیر نہ رہتے۔ آپ اپنے فن میں ایسے کامل تھے کہ اپنی آپ نظیر تھے۔ ہندوستان و پاکستان میں آج جہاں اور جس قدر بھی علم تجوید و قرأت کا جو چرچا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب آپ ہی کا رہین منت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی قبر کو نور سے بھر دے۔ آمین۔

علم تجوید و قرأت کے ساتھ درس نظامی کی عربی کتابیں منقولات و معقولات بھی بلا تکلف پڑھاتے تھے۔ آپ ایک جید قاری ہونے کے ساتھ ساتھ متبحر عالم بھی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے علم قرأت کو اس درجہ آسان اور سہل بنا یا کہ قلیل مدت میں لوگوں کو حفص اور سبعہ پڑھا کر دکھا دیا۔ اور اس کا رواج ڈالا۔ چنانچہ تاریخ میں آپ کی یہ پہلی مثال ہے۔

آپ کے شاگرد بکثرت ملک اور بیرون ملک میں پھیلے ہوئے ہیں، اور بہت سے حضرات مرحوم ہو گئے ہیں۔ مشہور شاگردوں میں قاری محمد نظر صاحب امروہوی مرحوم۔ قاری عبدالخالق صاحب مرحوم۔ قاری عبدالمالک صاحب مرحوم قاری عبدالمعبود صاحب مرحوم۔ قاری محمد صدیق صاحب بنگالی۔ قاری عنایت اللہ صاحب اعظمی۔ قاری عبداللہ مراد آبادی۔ قاری محمد سلیمان صاحب مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔ قاری عبدالرحیم صاحب امروہوی حال مقیم کراچی۔ قاری سراج احمد صاحب مظفر نگری ناظم مدرسہ اسلامیہ جامعہ تجوید و قرأت لاہور۔ قاری محمد اظہر صاحب امروہوی مؤلف اشعۃ الضیاء۔ قاری غلام مصطفےٰ خاں پروفیسر

سندھ یونیورسٹی۔ قاری ریاست علی صاحب صدر مدرس مدرسہ دار العلوم مئو ضلع اعظم گڑھ ہیں۔

آپ نہایت پاکیزہ نفس، منکسر المزاج اور خلیق واقع ہوئے تھے۔ طلبہ پر بےحد شفقت فرماتے۔ وضعداری اور مہمان نوازی کے وصف میں حظ وافر ملا تھا۔ اکل حلال اور صدق مقال پر شدت کے ساتھ عمل کرتے۔ بڑے حق گو تھے۔ آپ کی مجلس میں زیادہ تر علمی مذاکرہ ہوتا۔ اور آپ اپنے خصائل حمیدہ سے لوگوں کی اصلاح فرمایا کرتے۔ علم سلوک سے بھی ذوق رکھتے۔ تصوف کے مسائل کو بلاتکلف حل فرما دیا کرتے تھے۔ آپ نے علم تصوف حضرت شاہ عبدالرزاق صاحب گورکھپوری سے حاصل کیا تھا۔ اور نقشبندیہ سلسلہ میں آپ انہیں سے مرید بھی تھے۔ نیز آپ کو ایک خصوصی نسبت یہ بھی حاصل ہے کہ آپ حضرت مولانا شاہ محمد عادل صاحب کانپوری کے حقیقی نواسے تھے۔ جو اپنے وقت کے زبردست عالم گزرے ہیں۔

آپ کی تصنیفات میں ایک خلاصۃ البیان ہے۔ جو عربی زبان میں ہے اور آج دار العلوم دیوبند اور دیگر بہت سے مدارس میں داخل درس ہے۔ اس کتاب میں علم تجوید کے مسائل نہایت عمدگی کے ساتھ آپ نے جمع فرمائے ہیں۔ اور مختصر مگر ایسی جامعیت کے ساتھ لکھا ہے کہ اس کتاب کو بعض علماء نے دیکھ کر کہا کہ یہ تو چھوٹی "کافیہ" ہے۔ بعد میں آپ نے اسکی شرح بھی عربی میں لکھی۔ لیکن افسوس کہ وہ ناتمام رہ گئی۔

علاوہ ازیں شاطبیہ کی کتاب رائیہ جو بہت ادق سمجھی جاتی ہے اسکی نہایت بہترین شرح لکھی ہے۔ مگر افسوس کہ یہ بھی نامکمل رہ گئی۔ یہ دونوں شرحیں آپ کے کتب خانہ میں محفوظ ہیں۔ چوتھی تصنیف آپ کی ضیاء القراۃ ہے۔ جو اردو زبان میں ہے۔ اور

آج تمام مدارس میں داخل درس ہے۔

آپ نے ۷ ربیع الثانی سنہ ۱۳۷۱ھ مطابق ۵ جنوری سنہ ۱۹۵۲ء کو شنبہ کے دن قبل مغرب وفات پائی۔ اور دوسرے دن یعنی یکشنبہ کو تجہیز و تکفین ہوئی۔ آپ کے جنازہ میں اس قدر لوگوں کا ہجوم تھا کہ چارپائی میں خوب لمبے لمبے بانس باندھ دیے گئے تاکہ سب لوگوں کو کاندھا دینے کی سعادت حاصل ہو سکے۔

آپ کی نماز جنازہ حکیم سید محمد احسن صاحب سجادہ نشین دائرہ شاہ رفیع الزماں نے پڑھائی۔ غرض بصد اندوہ و الم اس آفتاب تجوید و قرأت کو سپرد خاک کیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

صاحب جمال القرآن

مولانا اشرف علی تھانوی

سنہ ۱۲۸۰ھ ۔ سنہ ۱۳۶۲ھ

نام اشرف علی والد کا نام عبد الحق تھا۔ آپ حکیم الامت کے لقب کے ساتھ ملقب ہوئے۔ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر کے باشندے تھے۔ اسی طرف نسبت کر کے تھانوی کہلاتے ہیں۔ آپ کی شخصیت ہندوستان میں اس درجہ مشہور و معروف ہے کہ کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ ۵ ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۰ھ میں بدھ کے دن صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے۔ ابھی آپ کی عمر ۱۴ ماہ کی تھی کہ آپ کے چھوٹے بھائی اکبر علی مرحوم کی ولادت ہوئی چنانچہ آپ کو دودھ پلانے کے لئے انا رکھی گئی۔ پانچ برس کی عمر میں والدہ ماجدہ کے سایۂ شفقت سے محروم ہو گئے۔ پھر والد صاحب نے آپ کی تربیت کی۔

آپ نے پہلے میرٹھ میں حافظ حسین علی صاحب مرحوم سے قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر وطن آکر عربی کی ابتدائی کتابیں مولانا فتح محمد صاحب سے پڑھیں۔ فارسی اپنے ماموں سے پڑھی۔ پھر ذوقعدہ سنہ ۱۲۹۵ھ میں دار العلوم دیوبند آئے اور سنہ ۱۳۰۱ھ تک رہ کر تعلیم مکمل کی۔ اور اسی مادر علمی سے فراغ حاصل کیا۔ اور آپ کی دستار بندی قطب عالم مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے مقدس ہاتھوں سے ہوئی تھی

آپ نہایت ذہین و ذکی تھے۔ چنانچہ زمانۂ تعلیم میں اپنے ساتھیوں میں سب سے ممتاز تھے۔ آپ کی حاضر جوابی، ذہانت و ذکاوت اور معقولات میں کمال مہارت کا

یہ عالم تھا کہ دیوبند میں جہاں کوئی غیر مذہب والا مناظرہ کرنے آتا۔ آپ فوراً پہونچ جاتے۔ اور اُسے مغلوب کر دیتے۔

ایک مرتبہ آپ کے اُستاد مولانا سید احمد صاحب دہلویؒ نے سکندر نامہ میں آپ کا امتحان لیا۔ اس میں ایک شعر کا مطلب پوچھا چونکہ اُستاد کا بتایا ہوا مطلب یاد نہ تھا۔ اسلئے اپنی طرف سے ایک مطلب بیان کیا۔ مولانا نے پوچھا کہ اس کا اور کوئی مطلب ہو سکتا ہے؟ آپ نے دوسرا مطلب بیان کر دیا۔ پھر پوچھا گیا اور بھی مطالب ہو سکتے ہے۔ آپ نے ایک تیسرا مطلب بیان کر دیا۔ تو مولانا نے کہا کہ ان تینوں میں سے ایک بھی مطلب صحیح نہیں۔ مگر میں تمہاری ذہانت پر خوش ہو رہا ہوں۔

آپ کے اساتذہ میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہٗ۔ حضرت مولانا سید احمد صاحب دہلویؒ۔ حضرت مولانا شیخ محمد صاحب تھانویؒ۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ قابل ذکر ہیں۔ ان میں سے ہر ایک علم کا ناپیدا کنار دریا تھا۔

فراغت کے بعد سب سے پہلے "مدرسہ فیض عام" شہر کانپور میں پچیس[۲۵] روپے ماہوار پر مدرس ہوئے۔ وہاں جب آپ نے پڑھانا شروع کیا تو آپ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ پھر جامع العلوم محلہ ٹپکاپور جامع مسجد میں صدر مدرس ہوئے۔ اور وہاں ۱۴ سال تک آپ نے تدریسی خدمات انجام دیں۔

آپ کو بزرگان دین سے بڑی محبت اور عقیدت تھی۔ چنانچہ اُن سے ملتے اور ہر ایک سے دعا توجہ اور لطف و عنایت کے ذریعہ استفادہ کرتے۔ آپ کو مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کے حلقۂ توجہ میں بھی شرکت کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ چنانچہ آپ خود

فرماتے ہیں کہ:

"ان کے حلقہ میں اسقدر اثر محسوس ہوتا تھا کہ بالکل پاک و صاف ہو گیا ہوں"

علاوہ ازیں شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ، شاہ ابو حامد صاحب بھوپالیؒ، صوفی شاہ سلیمان صاحب لاجپوریؒ، حضرت شیخ مولانا فتح محمد صاحب تھانویؒ، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ، حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ کی زیارت و ملاقات سے مشرف ہوئے۔

طالب علمی کے زمانہ میں ایک مرتبہ جب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ دیوبند تشریف لائے تو آپ نے اُن سے بیعت کے لئے درخواست کی۔ حضرت گنگوہیؒ نے طالب علمی میں مناسب نہ سمجھا اور انکار فرمادیا۔ پھر ان ہی کے ذریعہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کی خدمت میں عریضہ گزارا۔ کہ آپ مولانا سے فرمادیں کہ مجھے بیعت کرلیں۔ پھر دونوں میں نہ جانے کیا راز و نیاز رہا غرض ہوا یہ کہ حاجی صاحبؒ نے خود کو بیعت فرمالیا۔

کانپور میں ۱۴ برس درس و تدریس کا کام کرنے کے بعد ۱۳۱۵ھ میں مستقل طور پر تھانہ بھون آکر مسند ارشاد پر بیٹھے۔ چنانچہ آپ نے تھانہ بھون کے ایک گوشہ میں بیٹھ کر اپنے نور معرفت کی ایسی ضیا پاشیاں کیں کہ ہندوستان کے کونہ کونہ سے لوگ پروانہ وار آنے لگے۔ اور اپنی اپنی استطاعت کے مطابق روشنی حاصل کرنے لگے۔

آپ کی ذات سے دور آخر میں رشد و ہدایت، اور اصلاح و تبلیغ کا کام بہت اونچے پیمانہ پر ہوا۔ قوموں کی حقیقت سے لوگ ناآشنا تھے۔ نہ جانے تصوف اور تصوف و دنیا کے بارے میں لوگ کیسے کیسے غلط اور فرسودہ خیالات رکھتے تھے اور اسلامی

تعلیمات اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے معمولات سے بالکل الگ سمجھتے تھے۔ آپ نے آکر تصوف کی اصل حقیقت سے لوگوں کو آشنا کیا۔ اور بہت سے غلط اور فرسودہ خیالات نیز رسوم و بدعات سے لوگوں کو نکالا۔ اور اہل سنت و جماعت کے صحیح مسلک پر مسلمانوں کو چلایا۔ آج آپ کے نور ہدایت سے سارا ہندوستان و پاکستان منور ہے۔ آپ نے شریعت و طریقت کی ہم آہنگی نہایت خوبصورتی کیساتھ پیش کی۔ آپ کی خانقاہ امدادیہ میں تشنگان علوم معرفت کی آمد کا یہ عالم تھا کہ قصبہ تھانہ بھون کے لئے مستقل ایک ریلوے اسٹیشن بنانا پڑا۔ دن و رات لوگوں کا ہجوم رہتا۔ آپ کی مجالس میں بڑے بڑے علماء جاکر بیٹھتے۔ اور آپ کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے۔ آپ کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ اپنی مجالس میں علم معرفت کی جس قدر باتیں کہتے سب کچھ نوٹ کرلی جاتیں۔ آج بھی وہ مطبوعہ شکل میں ملتی ہیں اور تشنگان علم معرفت اسے دیکھ کر اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ اور اپنے بہت سے پیچیدہ مسائل حل کرتے ہیں۔

آپ نے علم و عمل کے ایسے مجسم نمونے چھوڑے جنہوں نے آپ کی خواہش کے مطابق آپ کے بعد بھی چشمہ فیض کو جاری رکھا۔ اور ہزارہا افراد ان سے سیراب ہوتے رہے ہیں۔ اس نمونے سے ہماری مراد آپ کے خلفاء و مجازین ہیں۔ ان خلفاء کی فہرست بہت لمبی چوڑی ہے۔ ہم ذیل میں چند حضرات کا نام درج کر رہے ہیں۔

حضرت مولانا وصی اللہ صاحب فتحپوری تال نرجا ضلع اعظم گڑھ۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مہتمم دارالعلوم کراچی۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند۔ حضرت مولانا عبدالغنی صاحب مرحوم پھولپور ضلع اعظم گڑھ۔ حضرت مولانا

مفتی محمد حسن صاحب امرتسری مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور. حضرت مولانا اظہر علی صاحب مہتمم جامعہ امدادیہ کشور گنج مشرقی پاکستان. حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری مہتمم خیر المدارس ملتان۔ مولانا عبدالباری صاحب ندوی لکھنؤ۔ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب صاحب اشرف السوانح. حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب الہ آبادی. حضرت مولانا سید سلیمان صاحب ندوی. حضرت مولانا حکیم محمد مصطفےٰ صاحب بجنوری قدس سرہٗ

آپ بڑے کثیر التصانیف ہیں۔ آپ کے تصنیفات کی مجموعی تعداد آٹھ سو کے قریب ہے۔ ان میں چھوٹے چھوٹے رسائل بھی شامل ہیں۔ لیکن آپ کے چھوٹے چھوٹے رسائل بھی اپنے موضوع پر ایسی جامعیت رکھتے ہیں جو باتیں ان میں آپ نے لکھی ہیں وہ ضخیم تصانیف میں بھی مشکل سے ملتی ہیں۔

مشہور تصانیف میں بہشتی زیور۔ تفسیر بیان القرآن۔ امداد الفتاوےٰ۔ اعلاء السنن۔ التشرف بمعرفۃ احادیث تصوف وغیرہ ہیں۔ اور تقریباً ہر فن اور ہر موضوع پر آپ نے قلم اٹھایا ہے حتی کہ فن تجوید وقرأت میں بھی آپ کی جمال القرآن چھوٹی سی کتاب ہے۔ لیکن بہت عظیم النفع ہے۔

آپ نے ۱۶ رجب ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹ جولائی ۱۹۴۳ء کو دن گزار کر شب میں انتقال فرمایا۔ آخر وقت میں لوگوں نے دیکھا کہ آپ کی شہادت کی انگلی کے بیچ میں ہتھیلی کی پشت سے ایک ایسی تیز روشنی نکلی کہ اسکے سامنے برقی قمقمہ کی روشنی بھی ہیچ تھی بتایا جاتا ہے کہ یہ اس نور حقیقی کی شکل رہی ہوگی جو آپ کی انگلیوں کے ذریعہ تصانیف کی شکل میں ظاہر ہوا۔ (ماخوذ از اشرف السوانح)

صاحب ہدیۃ الوحید

قاری عبدالوحید الہ آبادی

۱۲۹۶ھ ۔ ۱۳۶۶ھ

اصل نام عبدالوحید اور تاریخی نام سعادت علی تھا۔ صوبہ یو۔پی کے مشہور ترین شہر الٰہ آباد کے رہنے والے تھے۔ اسلئے الٰہ آبادی کہلاتے ہیں۔ ۷ ربیع الاول ۱۲۹۶ھ مطابق یکم مارچ ۱۸۷۹ء دو شنبہ کے دن پیدا ہوئے۔ جب سن شعور کو پہونچے تو اپنے وطن الٰہ آباد محلہ بہاری پور میں قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر اردو اور فارسی کی کتابیں پڑھیں۔ پھر جب ۱۳۱۴ھ میں مدرسہ احیاء العلوم متصل کلاں اسٹیشن الٰہ آباد قائم ہوا اور استاذ الاساتذہ حضرت مولانا قاری عبدالرحمن صاحب کی آمیں شیخ التجوید ہوکر تشریف لائے تو آپ نے مدرسہ احیاء العلوم میں حضرت قاری صاحب سے تجوید و قرأت کی چھ سال تک تعلیم حاصل کی اور روایت حفصؒ اور سبعہ متواترہ کی سند اور اجازت بھی حاصل کی۔

قرأت کی تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے توسط سے مدرسہ دارالعلوم دیوبند میں تجوید کے مدرس رکھے گئے۔ اور ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۱ھ میں آپ کا تقرر ہوا۔ چونکہ ابھی تک درس نظامی کے کورس کی تکمیل نہیں ہوئی تھی۔ اسلئے آپ دیوبند میں تعلیم کے ساتھ ساتھ دو گھنٹے اپنی کتب درسیہ کے پڑھنے میں صرف کرتے۔ اس طرح

سنہ ۱۳۲۰ھ میں آپ کو مدرسہ سے سند فراغت اور دستار فضیلت عطا ہوئی۔ پھر سنہ ۱۳۲۹ھ میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ وہاں مکہ معظمہ میں مدرسہ صولتیہ میں استاذ الاساتذہ شیخ القراء حضرت قاری عبداللہ صاحب مکی سے بھی بلاواسطہ شرف تلمذ حاصل ہوا۔ اور ان سے بھی سبعہ کی سند واجازت حاصل ہوئی۔ پھر حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی کے توسط سے قرأت عشرہ کی سند واجازت بھی حاصل ہوئی۔

آپ کو شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ اور حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ جیسے بزرگ اور صاحب نسبت علماء کی شاگردی کا شرف بھی حاصل ہوا۔ آپ اہل طریقت کے کوچہ سے بھی آشنا تھے۔ چنانچہ پہلے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے بعدہٗ حضرت مولانا تھانویؒ سے بیعت ہوئے۔

آپ کے تصنیفات میں ہدیۃ الوحید فن تجوید میں بے حد مقبول ہوئی۔ علاوہ ازیں آپ نے فوائد التجوید عربی بطریق سوال وجواب۔ ادب القرآن اور مسائل تجوید وغیرہ تصنیف کی ہیں۔ آپ اپنے فن کے زبردست استاد تھے۔ آپ کی علوئے شان اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ آپ کے تلامذہ میں مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند۔ ان کے بھائی مولانا محمد طاہر صاحب مرحوم حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمہ۔ قاری عتیق احمد صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند۔ مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی۔ قاری محمد شفیع صاحب تھانوی ثم الکوہاٹی جیسے بلند پایہ حضرات نے آپ سے مشق تجوید کی ہے۔

آپ کے کل تین صاحبزادے تھے۔ قاری عبد الرشید۔ حافظ مولوی عبد اللطیف اور مولوی محمد عبد الحفیظ۔ ثانی الذکر کا انتقال آپ کی حیات ہی میں ہوا۔ جبکہ آپ دار العلوم دیوبند میں مدرس تھے۔ ثالث الذکر کا انتقال حضرت قاری صاحب کے بعد سنہ ۲۷ء میں ہوا۔ اب صرف ایک صاحبزادے قاری عبد الرشید صاحب بقید حیات ہیں۔

آپ نے دار العلوم دیوبند میں سنہ ۱۳۶۷ھ یا سنہ ۶۸ء میں وفات پائی۔ اور وہیں کے قبرستان میں مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کے جوار میں مدفون ہوئے۔

صاحب فوائد مکیہ

قاری عبدالرحمٰن مکی

(م ۱۳۴۹ھ)

نام عبدالرحمٰن بن محمد بشیر خاں تھا۔ آپ کا اصل وطن قائم گنج ضلع فرخ آباد تھا۔ آپ کے والد صاحب ہجرت کر کے مکہ معظمہ گئے تو اُن کے ساتھ آپ اور آپ کے بڑے بھائی قاری عبداللہ صاحب بھی گئے۔ وہاں ایک عرصہ تک رہے اور اپنے بھائی قاری عبداللہ سے تجوید و قرأت کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہیں حفص اور قرأت سبعہ کی تکمیل کی۔ اس کے بعد ہندوستان تشریف لائے اور یہاں گولڑہ شریف (پنجاب) میں قاری محمد عماری صاحب سے پڑھ کر عشرہ کی سند بھی حاصل کی۔

قرأت و تجوید کی تکمیل کے بعد کانپور تشریف لے گئے۔ اور وہاں مولانا احمد حسن صاحبؒ کے مدرسہ میں داخل ہو کر درس نظامی کا کورس پڑھنا شروع کیا۔ اور علوم عربیہ کی تمام کتابیں از اول تا آخر وہیں پڑھیں۔ اور وہیں سے سند فراغ حاصل کی۔ اور فراغت کے بعد وہیں مدرس ہو گئے۔ اور کئی سال تدریسی خدمات انجام دیں۔ پھر شیخ عبداللہ رئیس الٰہ آباد نے آپ کو الٰہ آباد بلا لیا۔ وہاں آپ مدرسہ احیاء العلوم میں ایک عرصہ دراز تک درس و تدریس کا کام کرتے رہے۔ چنانچہ آپ کی توجہات اور غیر معمولی کوششوں کا

نتیجہ یہ ہوا کہ یہ مدرسہ مدت دراز تک علم قرأت کا مرکز بنا رہا۔ اور آپ سے کثیر تعداد نے استفادہ کیا۔ جو آج بھی ہند و پاک کے بہت سے مدارس میں علم تجوید اور قرأت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

پھر الہ آباد سے حضرت مولانا معین القضاۃ صاحبؒ کی طلبی پر آپ مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ تشریف لائے۔ یہاں تقریباً دو سال تک رہے۔ رجب ۱۳۴۹ھ میں ایک ہفتہ علیل رہ کر آپ نے وفات پائی۔

آپ نے کل دو کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جن میں سے فوائد مکیہ نہایت مشہور و معروف اور متداول ہے۔ اور ہر جگہ پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔ اور تجوید کے کورس میں شامل نصاب ہے۔ اس پر متعدد حضرات نے مفید حواشی بھی لکھے۔ دوسری کتاب فضل الدور ہے۔ یہ علامہ شاطبیؒ کے قصیدہ رائیہ کی نہایت نفیس اور محققانہ شرح ہے۔

صاحب مقدمۃ الجزریہ والنشر فی قراءۃ العشر
وطیبۃ النشر

علامہ جزری

۷۵۱ھ - ۸۳۳ھ

نام محمد بن محمد بن علی بن یوسف الجزری کنیت ابو الخیر تھا۔ شنبہ کی رات بماہ ۲۵ رمضان کو ۷۵۱ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے۔ جزیرہ (الجزائر) کے رہنے والے تھے۔ اسلئے جزری کہلانے لگے۔ تعلیم کی ابتدا حفظ قرآن سے کے ساتھ ہوئی۔ چنانچہ ۷۶۴ھ میں حفظ سے فارغ ہوئے۔ اور حدیث کو ایک جماعت سے سنا۔ پھر فن قرأت حاصل کیا۔ اور ۷۶۹ھ میں قرأت سبعہ پڑھ کر مصر گئے۔ وہاں قرأت عشرہ اور اثنا عشرہ اور ثلث عشر پڑھی پھر دمشق آئے اور اصحاب دمیاطی اور ابرقوہی سے حدیث کی سماعت کی۔ اور علامہ اسنوی وغیرہ سے فقہ پڑھی۔ دوبارہ مصر گئے۔ اور وہاں اصول معانی بیان پڑھا۔ مصر سے اسکندریہ گئے۔ اور ابن عبد السلام کے اصحاب اور دیگر حضرات سے سماعت کی۔ اور علامہ ابن کثیر، علامہ بلقینی، شیخ ضیاء الدین نے آپ کو افتاء کی باقاعدہ اجازت دی (مفتاح السعادۃ ج ۱ ص ۲۹۴)۔

آپ کچھ دنوں تک شام کے قاضی رہے پھر تیمور خاں کی غارت گری کے دور میں وہاں سے روم تشریف لے گئے۔ وہاں پہونچ کر مدینہ برصہ گیا جو سلطان بایزید

بن عثمان کا دار السلطنت تھا، قیام کیا۔ وہاں بہت سے مقامی و بیرونی حضرات نے آپ سے قرأت عشرہ وغیرہ پڑھی۔ جب فتنہ کا سلسلہ دراز ہو کر اسکندریہ کی طرف پہونچا تو آپ گرفتار کر لئے گئے۔ اور ماوراء النہر کی طرف لائے گئے اور وہاں سے شہر کش پھر سمرقند آئے۔ ان دونوں مقامات میں لوگوں نے بہ کثرت آپ سے قرأت پڑھی (مفتاح السعادۃ ج ۱ ص ۳۹۴)

پھر جب تیمور ۸۰۷ھ میں مرگیا تو آپ بلاد ماوراء النہر سے نکل کر خراسان آئے۔ اور ہرات کی طرف شہر یزد میں داخل ہوئے وہاں سے اصبہان پھر شیراز آئے۔ ان تمام جگہوں پر بھی بڑی تعداد میں لوگوں نے آپ سے قرأت پڑھی۔ پھر شیراز سے بصرہ اور بصرہ سے مکہ کرمہ اور مدینہ منورہ آئے۔ مدینہ میں شیخ الحرم نے بھی آپ سے قرأت پڑھی۔ اور اس مبارک سرزمین میں آپ نے "النشر فی قرأت العشر" لکھی جو بہت ہی مفید اور معلومات افزا کتاب ہے۔ یہ کتاب مدارس عربیہ میں قرأت عشرہ پڑھنے والوں کے نصاب میں داخل ہے۔ (مفتاح السعادۃ ج ۲ ص ۳۹۴)

النشر کے علاوہ آپ نے اور بھی بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ جن میں سے ایک مختصر سا رسالہ "المقدمہ فیما علی قاریٔ القرآن ان یعلمہا" کے نام سے لکھا۔ جو آج کل مقدمۃ الجزریہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ بھی بہت مقبول اور متداول ہے اور تقریباً تمام مدارس عربیہ میں داخل درس ہے۔

علاوہ ازیں آپ کی تصنیفات میں التقریب جو النشر کا اختصار ہے۔ تحبیر التیسیر (قرأت عشرہ) میں طبقات القراء۔ تاریخ القراء جو طویل اور مختصر دونوں قسم کی ہے۔ اور صغریٰ اور کبریٰ کے ساتھ معروف ہے۔ شرح المصابیح

غایۃ المہرۃ فی الزیادۃ علی العشرہ کو منظوم کیا۔ اور "طیبۃ النشر فی القرآت العشر" کو بھی منظوم کیا۔ غرض آپ نے فن قرآت کی بہت بڑی خدمت کی ہے۔ آپ کی تصنیفات درحقیقت امت محمدیہ پر بہت بڑا احسان ہے۔ آپ ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج بھی بہت سی جگہوں پر قرآت سبعہ پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔ اور کہیں کہیں عشرہ بھی لوگ پڑھتے ہیں۔

آپ نے جمعہ کے دن صبح کے وقت ۵ ربیع الاول ۸۳۳ھ کو شہر شیراز میں وفات پائی۔ اور دارالقرآن میں مدفون ہوئے۔ آپ کے جنازہ کو بہت سے اشراف نے برکت کے خیال سے بوسہ دیا۔ اور کاندھا دیا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی وفات سے امت کو ناقابل تلافی نقصان پہونچا۔ یہی نہیں بلکہ لوگوں سے اسلام کی بہت سی اہم چیزیں بھی جاتی رہیں۔

(مفتاح السعادۃ ص ۳۹۴ ج ۱)

صاحب قصیدہ لامیہ (شاطبیہ)

امام شاطبی

سنہ ۵۳۸ھ ۱۱۴۴ء — سنہ ۵۹۰ھ ۱۱۹۴ء

نام قاسم بن فیرہ بن خلف بن احمد کنیت ابوالقاسم اور ابو محمد لقب ولی اللہ تھا۔ شاطبہ جو جزیرہ اندلس میں ایک گاؤں ہے۔ وہیں ۵۳۸ھ کے آخر میں پیدا ہوئے۔ اسی لئے شاطبی کہلاتے ہیں۔ قرأت آپ نے اپنے ہی قریہ میں رہ کر ابوعبداللہ محمد ابن ابی العاص نفزی سے پڑھی۔ پھر اپنے وطن کے قریب بلنسیہ نامی ایک شہر میں جاکر ابن ہذیل سے پڑھی۔ قرأت کے علاوہ ان سے حدیث کی بھی سماعت کی۔ اور روایت کی۔ اور ابن ہذیل کے علاوہ ابوعبداللہ محمد بن حمید سے بھی پڑھا۔ غرض وہاں بہت سے فضلاء سے آپ نے مختلف علوم وفنون حاصل کئے۔ اور کتاب سیبویہ۔ الکامل للمبرد اور ادب الکاتب لابن قتیبہ وغیرہ پڑھی۔

آپ شافعی المسلک تھے۔ اور پیدائشی اعمیٰ تھے۔ لیکن اسکے باوجود اپنے دور کے لغت۔ حدیث، تفسیر وغیرہ کے زبردست امام تھے۔ اور بڑے عابد وزاہد، متقی و پرہیزگار اور متواضع وصاحب کرامت تھے۔ بضرورت سے زائد نہ خود کہتے۔ نہ دوسروں کو کہنے دیتے۔ سنت نبوی کے نہایت سختی سے پابند تھے۔ آپ کا حافظہ ایسا غضب کا تھا کہ بخاری ومسلم دونوں کتابیں بالکل ازبر تھیں۔

طاشکبری زادہ لکھتے ہیں

کان اماما فی علوم القراءات ناصحا لکتاب اللہ متقنا لاصول العربیۃ اماما فی اللغۃ رأسًا فی الادب رحلۃ فی الحدیث وحافظا لہ	آپ علوم قرآن میں امام، کتاب اللہ سے نصیحت کرنے والے عربی زبان کے اصول وقواعد میں بڑے ٹھوس. لغت کے امام فن ادب کے سرخیل. حافظ حدیث اور حدیث کے لئے بہت سفر کرنے والے تھے.

(مفتاح السعادۃ صفحہ ۱۲۸ جز ۱)

ایک جگہ یوں فرماتے ہیں.

وکان عجیبۃ فی النظم آیۃ من آیات اللہ تعالیٰ غایۃ فی القراءات مع الزہد والولایۃ والعبادۃ والانقطاع والکشف متواضعا للہ تعالیٰ	آپ بہت عمدہ نظم کہنے والے، اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے. قراءت میں انتہا تک پہونچنے والے تھے ساتھ ہی ساتھ زہد وتقویٰ. ولایت وعبادت. دنیا سے بے تعلقی اور کشف وکرامات میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے، اور متواضع صفت تھے.

(مفتاح السعادۃ ص۳۰۳ ج ۱)

آپ کے زہد وتقویٰ اور کشف وکرامات سے بہت سے عجیب وغریب واقعات کتابوں میں مذکور ہیں. لیکن طوالت کے باعث ہم ترک کر رہے ہیں

جس وقت آپ مصر تشریف لے گئے تو قاضی فاضل نے آپ کی بہت تعظیم کی. اور آپ کی قدر ومنزلت کو پہچان کر آپ کے شایان شان اعزاز واکرام کیا. اور قاہرہ کے مدرسہ میں آپ کو تدریسی خدمات کی انجام دہی پر مامور کیا. وہیں آپ نے قصیدہ لامیہ

تر شاطبیہ کیساتھ مشہور و معروف ہے اور آج مدارس عربیہ میں قرارت کے نصاب میں داخل درس ہے منظوم کیا۔

قصیدۂ لامیہ ایسی مشہور و متداول کتاب ہے کہ اس کے تعارف کی ضرورت نہیں یہ کتاب اپنی فصاحت و بلاغت اور گوناگوں محاسن میں اپنی آپ نظیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسکو ساری دنیا میں مقبولیت حاصل ہوئی۔ چنانچہ طاشکبری زادہ لکھتے ہیں۔

وھی القصیدۃ التی سارت فی الامصار وطارت فی الاقطار وصار الی قبولھا علماء الاعصار

یہ وہ قصیدہ ہے جو تمام ملکوں اور شہروں میں پھیلا اور ہر زمانہ کے علماء نے اس کو قبول کیا۔

(مفتاح السعادۃ ص ۳۰۹ ج ۱)

قصیدۂ لامیہ کے ساتھ ساتھ آپ کا قصیدۂ رائیہ بھی اس درجہ مقبول ہوا۔ علامہ جزری فرماتے ہیں کہ جس شخص نے آپکے دونوں قصیدے پڑھے اُسنے آپکے دہبی علوم سے غیر معمولی فائدہ اُٹھایا۔ بالخصوص قصیدۂ لامیہ جو ایسا قصیدہ ہے جسکے سامنے فصحاء و بلغاء نے بھی گھٹنے ٹیک دیے اور اب تک اس جیسا قصیدہ کسی نے بھی نہیں کہا۔ اور میرا خیال ہے کہ فن قرأت میں اور کوئی کتاب اسدرجہ مشہور نہیں ہوئی۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ بلاد اسلامیہ میں ہر ہر گھر میں یہ کتاب پائی جاتی ہے۔ (مفتاح السعادۃ ص ۳۱۹ ج ۱) آپ سے کثیر تعداد میں لوگوں نے قرأت حاصل کی اور آپ کا قصیدہ لامیہ پڑھا۔ انہیں قابل ذکر شیخ ابو الحسن علی بن محمد سخاوی اور علامہ ابن حاجب صاحب کافیہ ہیں۔ اور آپ سے جن لوگوں نے علوم حاصل کئے وہ لوگ نہایت اعلیٰ درجہ کے عالم و قاری بنے یہ آپ کے فیوض و برکات کا اثر تھا۔

آپ نے ۲۸ جمادی الثانیہ سنہ ۵۹۰ھ میں بمقام قاہرہ میں وفات پائی اور مصر و قاہرہ کے درمیان قرافہ میں مدفون ہوئے آپکی قبر کی زیارت کیلئے لوگ بکثرت آتے ہیں۔ علامہ جزری کا بیان ہے کہ وہاں

صاحب تیسیر

ابُوعمرِو دَانی

۳۷۱ھ ۔ ۴۴۴ھ

نام عثمان بن سعید بن عثمان بن سعید بن عمر۔ کنیت ابوعمرو۔ مقام دانیہ کے باشندے تھے۔ اسی کی طرف منسوب ہو کر دانی کہلاتے ہیں۔ آپ فن قرأت میں اُستاذ الاساتذہ اور شیخ المشائخ تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے ۳۸۶ھ میں علم حاصل کرنا شروع کیا اور مشرق کی طرف ۳۹۷ھ میں گیا۔ پھر اسی سال شوال کے مہینہ میں مصر گیا۔ وہاں ایک سال قیام کیا۔ پھر حج کی دولت سے بہرہ ور ہوا۔ اسکے بعد ماہ ذی قعدہ ۳۹۹ھ میں اندلس آیا۔ پھر ۴۰۳ھ میں سرحد کی طرف نکلا۔ اور سرقسطہ میں سات برس تک قیام کیا۔ پھر وہاں سے قرطبہ آیا اور قرطبہ سے اپنے وطن دانیہ میں ۴۱۷ھ میں آیا۔ اور یہیں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ (مفتاح السعادۃ صفحہ ۳۸۶ ج ۱)

آپ قرأت کے مشہور اور زبردست امام تھے۔ بہت سے قراء سے آپ نے قرأت حاصل کی۔ اور آپ سے بھی ایک جماعت نے قرأت سیکھی۔ طاشکبری زادہ بایں الفاظ آپ کا تبحر علمی بیان فرماتے ہیں۔

کان احد الائمۃ فی علم القرآن ورِوایاتہ وتفسیرہ ومعانیہ وطرقہ واعرابہ	آپ علم قرآن، اُسکی روایت، تفسیر، اسکے معانی طرق اور اعراب کے امام تھے۔ (مفتاح السعادۃ صفحہ ۳۹ ج ۲)

دوسری جگہ رقمطراز ہیں :

لم یکن فی عصرہ ولا بعد عصرہ بمدۃ احد یضاھیہ فی حفظہ وتحقیقہ (؎) — آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد میں کوئی شخص بھی حفظ وتحقیق میں آپ کے ہم پلہ نہ ہو سکا۔

علاوہ ازیں آپ حدیث، طرق حدیث، اسماء الرجال میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے نیز آپ ائمہ حفاظ جید الحفظ ذکی وذہین، متقی وپرہیزگار اور مستجاب الدعوات تھے آپ فرماتے تھے میں نے جو چیز بھی دیکھی اُسے لکھ لیا۔ اور جو کچھ لکھا اُسے حفظ کر لیا۔ اور جو کچھ حفظ کیا اُسے کبھی نہ بھولا۔ جب آپ سے کوئی شخص آثار کے متعلق کوئی سوال کرتا تو آپ تمام اسناد کے ساتھ اُسے فر فر بیان کر جاتے (؎)

آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں سب سے مشہور کتاب "التیسیر" ہے جو قرارت سبعہ میں ہے۔ اور آج مدارس عربیہ میں داخل درس ہے۔ اور اسی فن میں آپ کی نسبت سے عمدہ کتاب جامع البیان ہے۔ ان کے علاوہ آپ کی تصنیفات میں سے ارجوزہ۔ الاقتصاد۔ المقنع۔ فی رسم المصحف۔ المحکم فی النقط۔ المحتوی۔ طبقات القراء۔ الفتن والملاحم۔ شرح قصیدۃ الخاقانی۔ آپ کی یادگار ہیں (؎)

آپ نے دوشنبہ کے روز ۱۵ شوال ۴۴۴ھ کو مقام دانیہ میں وفات پائی۔ اور آپ کے جنازہ میں بکثرت آدمی شریک ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(مفتاح السعادۃ ج ۱ ص ۳۰۶)

صاحب المنار وکنز الدقائق
ومدارک التنزیل

ابو البرکات نسفی

(متوفی ۷۱۰ھ)

نام امی عبداللہ بن احمد بن محمود۔ لقب حافظ الدین اور کنیت ابو البرکات ہے۔ ماوراء النہر میں بلاد سغد کا ایک شہر جس کا نام نسف ہے۔ اسی کی طرف منسوب کرکے آپ کو نسفی کہا جاتا ہے۔ آپ اپنے زمانہ میں فقہ اصول فقہ، حدیث اور تفسیر میں امام سمجھے جاتے تھے۔ مولانا عبدالحئی فرنگی محلی لکھتے ہیں

کان اماما کاملا عدیم النظیر فی زمانہ رأسا فی الفقہ والاصول بارعا فی الحدیث ومعانیہ (الفوائد البہیہ ص۱۰۲)

علامہ نسفی اپنے دور میں امام کامل اور یکتا تھے۔ فقہ اور اصول فقہ میں سب سے بڑے اور حدیث اور اس کے معانی سمجھنے میں ید طولےٰ رکھتے تھے۔

عبدالقادر مصری فرماتے ہیں۔

احد الزہاد المتاخرین صاحب التصانیف المفیدۃ فی الفقہ والاصول (الجواہر المضیئۃ ج۱ ص۲۷۰)

آپ متاخرین اہل زہد وتقویٰ میں سے ہیں اور اصول فقہ میں آپ نے نہایت مفید کتابیں تصنیف کی ہیں۔

علامہ اتقانی اپنی کتاب غایۃ البیان میں ان الفاظ آپ کی توصیف فرماتے ہیں

وھو امامٌ کاملٌ فاضلٌ محررٌ مدققٌ (الفوائد البھیۃ ص۱۰۲) آپ امام کامل۔ فاضل۔ محرر۔ اور مدقق تھے۔

آپ نے فقہ شمس الائمۃ بن محمد بن عبدالستار الکردری حمید اللہ الضریر۔ اور بدرالدین خواہر زادہ سے پڑھی۔ اور امام محمد کی زیادات کو احمد بن محمد العتابی سے روایت کی۔ آپ سے سغناقی نے سماعت بھی کی ہے۔ ابن کمال پاشا نے آپ کو فقہا کے چھٹے طبقہ میں شمار کیا ہے۔ جو قوی اور ضعیف روایات کی تمیز کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ (حدائق الحنفیہ ص۲۷۳)

آپ بڑے کثیر التصانیف ہیں۔ آپ کی ہر تصنیف نہایت معتبر و مستند کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کی تصانیف میں کنز الدقائق فقہ میں نہایت عمدہ کتاب ہے آج وہ مدارس عربیہ میں ہر جگہ پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔ علامہ ابن نجیم مصری نے اسکی شرح البحر الرائق لکھی ہے۔ جو کتب فتاوٰی میں بہت مقبول ہے۔ اور علامہ بدرالدین عینی نے رمز الحقائق کے نام سے اسکی شرح لکھی ہے۔ عام طور پر اساتذہ کنز کے پڑھانے میں اسی سے مدد لیتے ہیں۔

علاوہ ازیں آپ نے المصفی۔ المنظومۃ النسفیہ کی شرح۔ المستصفی۔ الفقہ النافع کی شرح۔ المنار جسکی شرح نور الانوار کے نام سے ملا جیون نے لکھی ہے۔ خود آپ نے بھی اسکی ایک شرح کشف الاسرار کے نام سے لکھی ہے۔ عقائد میں بھی ایک کتاب المنار کے نام سے لکھی ہے اور العمدۃ پھر اسکی شرح الاعتماد لکھی اور الوافی اور الکافی تصنیف کی۔

علامہ اتقانی فرماتے ہیں کہ علامہ نسفی نے جب ہدایہ کی شرح لکھنے کا ارادہ کیا اور تاج الشریعۃ کو خبر ہوئی تو انہوں نے فرمایا تھا کہ آپ کی شان کے خلاف ہے کہ آپ

اس جیسے چھوٹے سے کام میں اپنا وقت صرف کریں۔ لہٰذا آپ نے ارادہ فسخ کر دیا۔ پھر ہدایہ جیسی مستقل تصنیف کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ الوافی لکھی۔ اسکے بعد اسکی شرح الکافی لکھی۔ اور ایسی شرح لکھی گویا ہدایہ ہی کی شرح تصنیف کی (الفوائد البہیہ)

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ آپ نے تفسیر مدارک التنزیل لکھی جو نہایت عمدہ اور معتبر کتاب ہے۔ اور مدارس میں داخل درس ہے۔ اور اخسیکثی کی کتاب المنتخب کی دو شرحیں لکھیں اور اسی طرح المنار کی دو شرحیں لکھیں۔ ایک کشف الاسرار جس کا ذکر اوپر ہوا۔ اور دوسری شرح اس سے بھی عمدہ ہے۔

آپ کے سن وفات میں بڑا اختلاف ہے۔ ملا علی قاری اور عبد القادر مصری صاحب جواہر المضیہ لکھتے ہیں کہ آپ نے سنہ ۷۰۱ھ میں وفات پائی اور صاحب کشف الظنون فرماتے ہیں کہ سنہ ۷۱۰ھ میں وفات پائی۔ مولانا فرنگی محلی نے بھی اسی کو اختیار فرمایا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں

ودخل بغداد سنة عشر وسبع مائة وفات فی هذه السنة

سنہ ۷۱۰ھ میں آپ بغداد آئے اور اسی سال وفات پائی۔

قاسم بن قطلوبغا اپنے رسالہ الاصل فی بیان الوصل والفصل میں لکھتے ہیں کہ علامہ نسفی کی وفات سنہ ۷۱۰ھ کے بعد ہوئی۔

بہرحال آپ نے بغداد میں شب جمعہ کو ماہ ربیع الاول سنہ ۷۱۰ھ میں وفات پائی اور علامہ مقریزی کا بیان ہے کہ شہر ایذج میں دفن کئے گئے۔

(الجواہر المضیہ ص ۲۷۱ ج ۱)

صاحب اصول بزدوی

فخر الاسلام بزدوی

۴۰۰ھ تا ۴۸۲ھ

نام نامی علی بن محمد بن حسین بن عبد الکریم بن موسیٰ. کنیت ابو الحسن اور ابو العسر اور لقب فخر الاسلام تھا. قلعہ بزدہ جو نسف سے چھ فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ہے. اُسی کی طرف منسوب کر کے بزدوی کہلاتے ہیں۔ (حدائق الحنفیہ ص۲۰)

آپ ۴۰۰ھ میں پیدا ہوئے. فروع و اُصول میں اپنے دور کے امام الائمہ تھے. مشائخ حنفیہ میں رئیس اور سردار کی حیثیت رکھتے تھے. فقہ. حدیث اور دیگر علوم میں ید طولیٰ رکھتے تھے. حفظ مذاہب میں ضرب المثل تھے. غرض آپ کا علمی پایہ اس درجہ بلند تھا کہ آپ اپنے زمانہ میں مرجع خلائق بنے ہوئے تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شافعی المذہب عالم آپ کی ولایت میں آئے۔ وہ ایسے متبحر عالم تھے کہ جس عالم سے بھی مناظرہ کرتے اُس پر غالب آجاتے حتیٰ کہ اُنہوں نے بہت سے احناف کو شافعی بنالیا۔ لوگوں نے یہ صورت حال دیکھ کر امام بزدوی سے درخواست کی کہ وہ ان کی طرف توجہ کریں ورنہ ہم سب لوگ حنفی المسلک سے شافعی المسلک ہو جائیں گے. امام بزدوی نے کہا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ میں ایک گوشہ نشین آدمی ہوں مجھے مناظرہ سے کیا کام. لیکن جب لوگوں کا اصرار کیا تو آپ اس عالم کے پاس تشریف لے گئے. پہلے شافعی عالم نے حضرت امام شافعیؒ کے فضائل و مناقب بیان کرنا شروع کئے کہ

ہمارے امام صاحب نے ایک ماہ میں قرآن حفظ کیا ۔ اور ہر روز ایک ختم کرتے تھے اور رات کو تراویح میں سارا قرآن پڑھا کرتے تھے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا یہ تو آسان کام ہے ۔کیونکہ قرآن شریف تمامہ علم ہے اور ہم اس کو یاد کر لیا کرتے ہیں ۔ پھر حساب و کتاب کا سرکاری دفتر طلب کیا ۔ اور فرمایا مجھ کو دو سال کا حساب و کتاب آمدنی و خرچ کا سناؤ چنانچہ آپ کو سنایا گیا ۔ پھر آپ نے دفتر کو مقفل کمرے میں بند کر دیا ۔ اور حج کیلئے تشریف لے گئے ۔ چھ ماہ بعد واپس ہوئے تو دو سال کا حساب زبانی بلا کسی تغیر و تبدل کے سنا دیا ۔ آپ کی یہ غیر معمولی قوت حافظہ دیکھ کر وہ شافعی عالم شرم سے پانی پانی ہو گیا ۔ (" ص ۲۰۳)

آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں ۔ جن میں سے اصول فقہ میں ایک نہایت معتبر و مستند کتاب لکھی ہے جو اصول بزدوی کے نام سے موسوم ہے ۔ اور بعض مدارس عربیہ میں پڑھائی جاتی ہے ۔ اس کے علاوہ کتاب مبسوط گیارہ جلدوں میں ۔ جامع کبیر اور جامع صغیر کی شرح اور قرآن پاک کی ایک نہایت ضخیم تفسیر لکھی ۔ جو ۱۲۰ اجزاء پر مشتمل ہے ۔ اور ہر جزو کی ضخامت قرآن مجید کے حجم کے مانند ہے ۔ (" ص ۲۰۲)

آپ نے ۵ رجب ۴۸۲ھ میں مقام کش میں وفات پائی ۔ اور سمرقند میں دفن کئے گئے

(حدائق الحنفیہ ص ۲۰۲)

صاحب حصول المامول
من علم الاصول

نواب صدیق حسن خان

سنہ ۱۲۴۰ھ - سنہ ۱۳۰۷ھ
۱۸۳۲ء - ۱۸۸۹ء

نام محمد صدیق خان۔ بن حسن بن علی بن لطف اللہ قنوج میں سنہ ۱۲۴۸ھ مطابق سنہ ۱۸۳۲ء میں پیدا ہوئے۔ اسی نسبت سے قنوجی کہلاتے ہیں۔ آپ نے دلی میں تعلیم پائی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد روزی کی طلب میں بھوپال آئے یہاں حسن تقدیر سے بڑی دولت و ثروت کے ساتھ نوازے گئے۔ پھر آپ نے یہیں مستقل قیام کرنے کا ارادہ کرلیا۔ چنانچہ یہیں اپنا وطن بنالیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ملکۂ بھوپال کے ساتھ آپ کا نکاح ہوگیا۔ پھر آپ کو نواب عالی جاہ امیر الملک بہادر کا لقب دیا گیا۔

آپ بڑے کثیر التصانیف تھے۔ آپ کی تمام تصانیف کی تعداد ساٹھ سے کچھ زائد بتائی گئی ہے۔ جن میں مشہور اور قابل ذکر حسب ذیل کتب ہیں۔

حسن الاسوۃ فی ما ثبت عن اللہ و رسولہ فی النبوۃ۔ ابجد العلوم۔ فتح البیان فی مقاصد القرآن۔ لقطۃ العجلان۔ عون الباری۔ العلم الخفاق

من علم الاشتقاق ۔ العبرۃ مما جاء فی الغزو والشہادۃ والہجرۃ ۔ الطریقۃ المثلی فی ترک التقلید ۔ نیل المرام من تفسیر آیات الاحکام ۔ خلاف الکشاف فی اعراب القرآن ۔ البلغۃ الی اصول اللغۃ ۔ غصن البان المورق ۔ رسالۃ فی الادب ۔ نشوۃ السکران ۔ الروضۃ الندیہ ۔ اور حصول المامول

آخر الذکر کتاب علم اصول میں ہے جو بعض مدارس عربیہ میں داخل درس ہے۔ آپ کی جس قدر کتابیں ہیں دیکھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ کو عربی فارسی اردو اور ہر ایک زبان میں یکساں مہارت تھی۔

آپ نے ۱۳۰۷ھ مطابق ۱۸۸۹ء میں وفات پائی۔

(الاعلام ج ۶ ص ۳۹)

صاحب اصول الشاشی

نظام الدین شاشی

آپ کتب درسیہ کی مشہور و معروف اور متداول کتاب "اصول الشاشی" کے مصنف ہیں۔ شہر شاش جو نہر سیحون سے آگے ہے، وہیں کے باشندے ہیں اسی لئے آپ کو شاشی کہا جاتا ہے۔ (الجواہر المضیئۃ ۲۲ ج ۲)

شاشی نسبت کے ساتھ بہت سے علماء مشہور ہیں۔ علماء احناف میں ایک جلیل القدر عالم ابو علی احمد بن محمد بن اسحٰق (م ۳۴۴ھ) ہیں، جو نہایت زبردست فقیہ گزرے ہیں، وہ بھی شاشی کہلاتے ہیں۔ اسی طرح شوافع میں ایک مشہور عالم ابو بکر محمد بن اسمٰعیل عرف قفال بھی علامہ شاشی کہلاتے ہیں۔
(الفوائد البہیہ ص ۱۱)

لیکن اصول فقہ میں جو اصول الشاشی درس نظامیہ میں پڑھائی جاتی ہے صاحب کشف الظنون فرماتے ہیں کہ وہ شیخ نظام الدین شاشی کی تصنیف کردہ ہے اور اس کتاب کا اصل نام خمسین ہے۔ چونکہ جس وقت یہ اصول علامہ نظام الدین شاشی نے تصنیف کئے تھے اُس وقت آپ کی عمر پچاس برس کی تھی۔ لہذا اپنی اسی یادگار کو باقی رکھنے کے لئے آپ نے اسکا نام خمسین رکھا۔ (ح)

فقہ اور اصول فقہ میں آپ یکتائے روزگار تھے۔ چنانچہ اصول فقہ میں آپ کے

مرتب کردہ اُصول ایسے خاص و عام میں مقبول ہوئے کہ لوگوں نے اسے داخل درس بنا لیا ۔ سنہ ۸۹۶ھ میں مولوی محمد بن حسن خوارزمی جو شمس الدین شاشی کے نام کے ساتھ مشہور ہیں انھوں نے اسکی شرح بھی لکھی ہے ۔ (حدائق الحنفیہ صفحہ ۲۷ و الفوائد البہیہ صفحہ ۱۰۲)

اکتفاء القنوع بما ہو مطبوع میں اُصول فقہ کے تحت لکھا ہوا ہے کہ الشاشی الملقب بالقفال المتوفی سنہ ۵۰۲ھ مطابق سنہ ۱۱۱۴ء مگر یہ اور شخص ہیں ۔ کیونکہ قفال شافعی المذہب گزرے ہیں اور اُصول الشاشی حنفی المسلک مصنف کی لکھی ہوئی ہے اور فہرست خدیو مصر میں اُصول الشاشی مطبوعہ ہند سنہ ۱۱۸۹ھ کے تحت اس کے مصنف کا نام اسحاق بن ابراہیم شاشی سمرقندی م سنہ ۳۲۵ھ لکھا ہوا ہے ۔

فہرست کتب کتبخانہ آصفیہ ریاست حیدر آباد دکن میں اُصول الشاشی کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے ۔ لیکن سوء اتفاق سے اسمیں مصنف کا خانہ خالی چھوٹا ہوا ہے ۔ بہرحال تلاش و جستجو کے بعد اور اکثر کتب تاریخ کی ورق گردانی کے بعد اُصول الشاشی کے مصنف کا صحیح نام اور مفصل حالات دستیاب نہ ہو سکے ہم نے اپنے خیال کے مطابق صاحب کشف الظنون کی تحریر راجح سمجھی اسلئے مصنف کا نام نظام الدین شاشی تحریر کیا ہے ۔ مگر یہ غیر مشہور علماء میں معلوم ہوتے ہیں ۔ اسی لئے ان کا تذکرہ تاریخ و تراجم کی کسی کتاب میں نہیں مل سکا ۔

صاحب نور الانوار

مُلّا جیون

(متوفی سنہ ۱۱۳۰ھ)

نام شیخ احمد اور مُلّا جیون کیساتھ مشہور و معروف تھے۔ آپ مضافات لکھنؤ قصبہ امیٹھی میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نسب سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ اس بنا پر آپ صدیقی کہلاتے ہیں۔

آپ اپنے دور میں زبردست فقیہ، اصولی جامع المعقول والمنقول اور علامہ دہر سمجھے جاتے تھے اور صاحب فتوی بھی تھے۔ آپ اورنگ زیب عالمگیرؒ کے اُستاد تھے۔

سات برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر اطراف واکناف کے علماء وفضلاء سے دیگر علوم کی تکمیل کی۔ آپ کا حافظہ بڑا قوی تھا۔ کتابوں کی عبارتیں ورق کے ورق آپ کو یاد تھیں۔ آخر میں آپ نے مولانا لطف اللہ صاحب جہان آبادی سے بھی شرف تلمذ حاصل کیا۔ غرضیکہ آپ نے سولہ برس کی عمر میں تمام علوم وفنون کی تکمیل کر لی تھی (حدائق الحنفیہ ۴۳۲)

۲۱ برس کی عمر میں آپ نے سنہ ۱۰۹۹ھ میں تفسیر احمدی کی تصنیف کی۔ اس کتاب میں آپ نے ان آیات کو جمع کیا ہے۔ جن سے فقہی احکام مستنبط ہوتے ہیں۔

پھر ۲۵ برس کی عمر میں جبکہ آپ حج کے لئے گئے تھے تو مدینہ منورہ میں بعض طلبہ کے اصرار پر اصول منار کی شرح نور الانوار تصنیف کی اور تقریباً سوا دو ماہ کے تھوڑے سے عرصہ میں پوری کتاب کی تسوید مکمل کر لی تھی (")

یہ دونوں کتابیں تمام خاص و عام میں مقبول ہوئیں اور علماء نے ان دونوں کتابوں سے بہت فائدہ اٹھایا۔ اور اب بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ بالخصوص نور الانوار حنفی اصول فقہ میں بڑی معرکۃ الآراء کتاب سمجھی جاتی ہے۔ اور چنانچہ اس نے بڑا اشرف قبولیت حاصل کیا۔ آج تمام حنفی مدارس عربیہ میں یہ کتاب داخل درس ہے۔ حتیٰ کہ غیر مقلدین حضرات بھی اس کے مرہون منت ہیں۔ یعنی اصولی مسائل ان کے اصول کے خلاف ہیں مگر پھر بھی اسکو پڑھتے اور پڑھاتے ہیں۔

آپ نہایت بھولے بھالے آدمی تھے۔ آپ کے بھولے پن کے بہت سے واقعات کتب تاریخ میں مذکور ہیں۔ ہم یہاں طوالت کے خیال سے ترک کرتے ہیں۔

پھر بھی عالمگیر بادشاہ آپ کی علمی استعداد پر آپ کی بڑی عزت کرتا تھا۔ اور اپنی استادی کیلئے آپ ہی کا انتخاب کیا۔ اور عالمگیر کا بیٹا عالم شاہ آپ کی نہایت تعظیم و تکریم کرتا تھا۔

نور الانوار کی تصنیف کے بعد آپ پچیس[۲۵] برس زندہ رہے اور ۱۱۳۰ھ میں دہلی میں وفات پائی اور اپنے وطن قصبہ امیٹھی میں دفن کئے گئے۔

(حدائق الحنفیہ ص ۴۳۶)

صاحب حسامی

حسام الدین اخسیکثی

(متوفی ۶۴۴ھ)

نام محمد بن محمد بن عمر، کنیت ابو عبد اللہ، اور لقب حسام الدین تھا۔ اخسیکث جو فرغانہ کا ایک شہر ہے۔ وہاں کے رہنے والے تھے۔ اسلئے آپ کو اخسیکثی کہا جاتا ہے۔
(الجواہر المضیئۃ ج ۲ ص ۱۲۱)

آپ کتب درسیہ کی مشہور کتاب حسامی کے مصنف ہیں۔ اپنے وقت کے بڑے زبردست امام تھے۔ علامہ فرنگی محلی فرماتے ہیں۔

کان شیخا فاضلا اماما فی الفروع والاصول — آپ استاذ فاضل اور فروع و اصول میں امام تھے۔

(الفوائد البہیۃ)

آپ کی علمی جلالت شان کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ آپ سے محمد بن عمر نوحا باذی اور محمد بن محمود بخاری جیسے بلند پایہ فقیہ نے آپ سے فقہ پڑھی اور آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا ہے (" ")

امام غزالیؒ کی کتاب "المنخول" جو حضرت امام ابو حنیفہ رح کی تشنیع پر مشتمل ہے۔ آپ نے اسکی تردید میں ایک نہایت عمدہ رسالہ چھ فصلوں میں لکھا اور اسمیں امام غزالی کے ہر ایک قول کی تردید کرتے ہوئے حضرت امام ابو حنیفہ کے مناقب کو بیان کیا ہے

(حوالہ۔ الجنۃ ۲۰۵)

اُصول فقہ میں حسامی آپ کی معرکۃ الآرا تصنیف ہے۔ اور بہت مقبول ہے۔ بہت سے فقہاء نے اسکی شرحیں لکھی ہیں۔ چنانچہ اس میں سے امیر کاتب اتقانی کی "التبیین" اور عبد العزیز بخاری کی "التحقیق" مشہور و معروف ہے۔ (الفوائد البھیۃ ص ۱۸۸)

کتاب کا پورا نام "المنتخب الحسامی" ہے۔ چونکہ آپ کا نام حسام الدین تھا۔ اسلئے اسی طرف منسوب کرکے آپ نے اسکا نام حسامی رکھا۔

آپ نے پیر کے دن ۲۳ ذی قعدہ ۶۴۴ھ میں وفات پائی۔ اور مقبرۃ القضاۃ السبعۃ میں محمد بن محمد بن محمد العبدری کے اُستاد قاضی خاں کے متصل مدفون ہوئے۔ (الجواہر المضیۃ ج ۲ ص ۱۲۲)

صاحب التنقیح، التوضیح و شرح الوقایہ النقایہ

صدر الشریعۃ

(متوفی ۷۴۷ھ)

نام عبید اللہ، لقب صدر الشریعۃ الاصغر ہے۔ آپ تاج الشریعۃ محمود بن صدر الشریعۃ الاکبر کے پوتے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت عبادہ بن صامت صحابی رض تک پہنچتا ہے۔ چنانچہ نسب نامہ یہ ہے۔

عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعۃ محمود بن صدر الشریعۃ الاکبر احمد بن جمال الدین ابو المکارم عبید اللہ بن ابراہیم بن احمد بن عبد الملک بن عمیر بن عبد العزیز بن محمد بن جعفر بن خلف بن ہارون بن محمد بن محمد بن محبوب بن الولید بن عبادۃ بن الصامت الانصاری رض

(الفوائد البہیہ صـ ۱۰۹)

آپ کتب درسیہ کی مشہور و متداول کتاب شرح الوقایہ کے مصنف ہیں۔ علم اور مجد و شرافت میں اپنے باپ سے میراث پائی۔ اپنے زمانہ کے زبردست امام تھے تفسیر حدیث، فقہ، اصول فقہ، علم کلام، ادب، لغت، نحو، مناظرہ و جدل ہر چیز میں دسترس رکھتے تھے (")

آپ کی تعلیم اپنے دادا امام تاج الشریعۃ محمود بن صدر الشریعۃ سے ہوئی اور انہوں نے اپنے والد صدر الشریعۃ سے پڑھا۔ انہوں نے اپنے والد جمال الدین محبوبی سے اور انہوں نے شیخ الامام مفتی امام زادہ سے۔ انہوں نے عماد الدین سے۔ انہوں نے اپنے والد

شمس الائمہ الزرنجری سے، انہوں نے امام سرخسی سے، انہوں نے امام حلوائی سے، انہوں نے ابو علی نسفی سے، انہوں نے محمد بن الفضل سے، انہوں نے سید سونی سے۔ انہوں نے ابو عبداللہ بن ابی حفص الکبیر سے، انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے امام محمدؒ سے پڑھا (-)

علامہ فرنگی محلی آپ کی تعریف میں رقمطراز ہیں۔

عظیم القدر جلیل المحل غذی با لعلم والادب	آپ بڑے ذی رتبت اور عالی مقام تھے۔ علم و ادب ہی میں آپ نے پرورش پائی

آپ کو اپنے دادا تاج الشریعہ کے فوائد اور عمدہ باتوں کو جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔ اور بڑے اہتمام کے ساتھ انہیں نوٹ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اسی شوق میں آپ نے ان کی کتاب "الوقایہ" کی شرح لکھی اور نہایت عمدہ شرح تصنیف کی، جو آج ہر خاص و عام کے ہاتھ میں پائی جاتی ہے۔ پھر آپ نے "وقایہ" کو مختصر کیا اور اس کا نام نقایہ رکھا (-)

اصول فقہ میں ایک بہترین متن "التنقیح" کے نام سے لکھا۔ پھر اس کی شرح "التوضیح" تالیف کی۔ پھر اس پر سعد الدین تفتازانی نے "التلویح" کے نام سے حاشیہ لکھا۔ یہ بھی عربی مدارس میں داخل درس ہے۔ اور تعدیل العلوم فی اقسام العلوم العقلیہ۔ کتاب الشروط۔ کتاب المحاضر، کتاب الوشاح فی علم المعانی تصنیف کی۔

(الفوائد البہیہ ۲۶ حدائق الحنفیہ ص ۲۰۴)

آپ کی تصانیف کو بڑی قبولیت حاصل ہوئی۔ اور علماء و فقہاء نے کثرت سے آپکی

کیساتھ لوگوں نے حواشی لکھے۔ مثلاً یوسف بن جنید کا حاشیہ جو چلپی کے ساتھ مشہور ہے۔ اور عصام الدین اسفرائینی۔ وجیہ الدین علوی۔ علامہ تفتازانی کے پوتے شیخ الاسلام سید ہادی۔ ملا الہداد اللہ۔ عبداللہ بن صدیق ہروی۔ مولانا عبد الحلیم لکھنوی۔ مولانا محمد یوسف لکھنوی نے حواشی لکھے اور مولانا عبد الحئی فرنگی محلی نے عمدۃ الرعایہ کے نام سے ایک شرح لکھی ہے، جو نہایت مفصل ہے۔ اس میں مسائل کی تحقیق دلائل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور مختلف مذاہب بھی مع ادلہ بیان کئے ہیں۔ اور جگہ جگہ نفیس اور عمدہ فوائد بھی لکھے ہیں۔

اسی طرح نقایہ کی شرح علامہ قہستانی، برجندی۔ ابو المکارم محمود بن الیاس الرومی، ملا علی قاری اور علامہ شمنی وغیرہ جیسے مشائخ نے کی ہے۔

توضیح شرح تنقیح پر بھی بہت سے حواشی لکھے گئے ہیں۔ چنانچہ علامہ سعد الدین تفتازانی نے التلویح کے نام سے حاشیہ لکھا۔ اسی طرح چلپی۔ مولی محمد بن فراموز۔ عبد اللہ بن عبد الحکیم سیالکوٹی۔ علامہ سعد الدین کے پوتے، شیخ الاسلام اور وجیہ الدین علوی نے بھی عمدہ قسم کے حاشیے لکھے۔

غرض آپ کی تمام تصنیفات کو قبولیت حاصل ہوئی۔ چنانچہ علامہ فرنگی محلی لکھتے ہیں:

وکل تصانیف صدر الشریعۃ مقبولۃ عند العلماء معتبرۃ عند الفقہاء	صدر الشریعۃ کی تمام تصانیف علماء اور فقہاء کے یہاں مقبول و معتبر ہیں۔

آپ کے سن وفات میں اختلاف ہے۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں سنہ ۹۰ھ سے کچھ اوپر

میں وفات پائی۔ لیکن شاید کتابت کی غلطی ہے۔

صاحب کشف الظنون نے جہاں آپ کی کتاب "تعدیل العلوم" کا ذکر کیا ہے۔ اس جگہ آپ کا سن وفات ۷۴۷ھ لکھا ہے۔ اور کتاب الوشاح، وقایہ۔ نقایہ، کے ذکر کے وقت ۷۴۵ھ لکھا ہے۔

لیکن صحیح اور فیصلہ کن یہ ہے کہ آپ نے ۷۴۷ھ میں وفات پائی۔ جیسا کہ اکثر لوگوں نے اس کو ترجیح دی ہے۔ اور بخارا میں شارع آباد میں دفن کئے گئے۔ وہیں آپ کے والدین اور اُن کی اولاد اور والدین کے اجداد بھی مدفون ہیں۔ البتہ آپ کے دادا تاج الشریعۃ اور نانا برہان الدین نے چونکہ کرمان میں وفات پائی تھی اسلئے وہ وہیں کرمان ہی میں دفن کئے گئے۔

(الفوائد البہیۃ صفحہ ۴۶)

مؤلف مالابدمنہ

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ

(متوفی ۱۲۲۵ھ)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی، شیخ جلال الدین کبیر اولیاء چشتی کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے۔

(حدائق الحنفیہ ص ۴۶۵)

آپ تفسیر و حدیث و فقہ، اصول فقہ اور تمام علوم عقلیہ اور نقلیہ میں پوری دسترس رکھتے تھے۔ ذہانت و ذکاوت، قوت فکر، سلامتی عقل، اور منصف مزاجی میں قدرت نے آپ کو غیر معمولی حصہ ودیعت فرمایا تھا۔ حدیث شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح سے پڑھی۔ اور روایت کی۔ اٹھارہ برس کی عمر میں تمام علوم ظاہری کی تکمیل کر لی تھی۔

(حدائق الحنفیہ صفحہ ۴۶۵)

طالب علمی کے زمانہ میں کتب درسیہ کے علاوہ ساڑھے تین سو خارجی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ آپ کا علمی پایہ اتنا بلند تھا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رح جیسے امام وقت آپ کو بیہقی وقت کہا کرتے تھے۔ (")

ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد باطنی علوم حاصل کرنے کے لئے شیخ محمد عابد کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ انہوں نے جلد ہی سلوک کے تمام مراحل بجا پاس توجہ میں طے کرا دیئے پھر اُن کی اجازت سے میرزا مظہر جانجاناں رح کی خدمت میں پہونچے۔ انہوں نے آپ کو "علم الہدیٰ"

کا لقب دیا۔ (حدائق الحنفیہ ص۴۶۶)

میرزا صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میرے دل میں ثناء اللہ کی بڑی ہیبت ہے۔ اسمیں ملکوتی صفات ہیں، فرشتے اسکی تعظیم کرتے ہیں۔ قیامت کے دن اگر خدا مجھ سے پوچھے گا کہ دنیا سے کیا تحفہ لایا تو میں ثناء اللہ کو پیش کر دوں گا۔

(حدائق الحنفیہ ص۴۶۶)

بیشتر وقت آپ کا طاعت و عبادت میں گزرتا۔ روزانہ سو رکعت نماز اور ایک منزل تہجد میں قرآن مجید کی تلاوت کرنے کا معمول تھا۔ کچھ دنوں تک آپ قاضی بھی رہے اور جیسا چاہیئے تھا قضا کا حق ادا کیا۔

(حدائق الحنفیہ ص۴۶۶)

مدت تک ظاہری و باطنی کمالات سے لوگوں کو فیض پہونچاتے رہے۔ چنانچہ پیر محمد سید محمد اور گھسیٹا نے سلوک و طریقت میں آپ سے تکمیل کی۔ ساتھ ہی دینی علوم کی اشاعت، خصومات کے فیصلے، افتاء اور دیگر مشکلات کے حل کرنے کا کام انجام دیتے رہے۔

(حدائق الحنفیہ ص۴۶۶)

آپ نے کثرت سے کتابیں بھی تصنیف کیں۔ چنانچہ آپ کی تصنیفات تیس۳۰ سے زائد شمار کی گئی ہیں۔ فقہ میں فارسی زبان میں آپ نے مالا بد منہ کے نام سے ایک کتاب لکھی جو اس درجہ مقبول ہے کہ آج تمام مدارس میں پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے فقہ میں ایک نہایت مفصل کتاب بھی لکھی ہے، جس میں ماخذ دلائل اور ہر مسئلہ میں ائمہ اربعہ کے مختارات بیان کئے ہیں۔ اور جو مسئلہ آپ کے نزدیک زیادہ قوی ہوا۔ اس کو علٰحدہ سے ایک رسالہ میں "ماخذ الاقوی" کے نام سے جمع کر دیا ہے (")

اصول میں منارات اور تفسیر میں تفسیر مظہری کے نام سے سات جلدوں میں نہایت عمدہ کتاب تصنیف کی۔ جسمیں قدیم مفسرین کے اقوال اور جدید تاویلات ذکر کی ہیں۔ تہور اور حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے معارف کی تحقیق میں کئی رسالے لکھے (حدائق الحنفیہ ص ۴۶۶)

علاوہ ازیں تذکرۃ الموتیٰ والقبور۔ تذکرۃ المعاد۔ حقیقۃ الاسلام۔ ارشاد الطالبین۔ شہاب ثاقب۔ رسالہ حرمت متعہ۔ رسالہ حرمت سرود۔ وصیت نامہ وغیرہ نفیس اور مقبول خلائق کتابیں تصنیف کیں۔ اور یکم رجب ۱۲۲۵ھ میں وفات پائی۔

(حدائق الحنفیہ ص ۴۶۶)

صاحب نورالایضاح:

حسن شرنبلالی

سنہ ۹۹۴ھ - سنہ ۱۰۶۹ھ

نام نامی حسن بن عمار اور کنیت ابوالاخلاص ہے۔ مصر کے نواح میں شبرا بلولہ (۱ تاجروں کا ایک شہر ہے) کے باشندے تھے۔ اسی طرف آپ کو منسوب کرکے خلاف قیاس شرنبلالی کہا جاتا ہے۔ (التعلیقات السنیہ ص۲۷)

آپ نے شیخ محمد حموی۔ عبدالرحمٰن مسیری۔ عبداللہ نحریری۔ محمد محبی۔ اور علی بن غانم مقدسی جیسے بلند پایہ حضرات سے علم حاصل کیا۔ اور آپ سے علامہ احمد عجمی۔ سید السید حموی۔ شیخ شاہین، علامہ اسمٰعیل نابلسی وغیرہ نے پڑھا۔ آپ نے مختلف علوم و فنون میں ایسی غیرمعمولی صلاحیت و استعداد پیدا کی کہ اپنے زمانہ کے زبردست امام ہوگئے۔ اور لوگوں میں بڑی شہرت حاصل کرلی۔ (طرب الاماثل ص۲۱۲)

علامہ فرنگی محلی لکھتے ہیں

کان من اعیان الفقہاء وفضلاء عصرہ (التعلیقات ص۲۷)	اپنے زمانہ کے فقہاء و فضلاء کے سرکردہ تھے۔

آگے چلکر تحریر فرماتے ہیں۔

وکان ممن سار ذکرہ فانتشر امرہ وکان المعول علیہ فی الفتاویٰ (التعلیقات ص۲)	آپ بڑے مشہور و معروف لوگوں میں سے تھے فتاویٰ میں آپ پر اعتماد کیا جاتا تھا۔

طرب الاماثل میں ہے۔

ملکۃ فی الفقہ واعرفہم بنصوصہ وقواعدہ (۲۱۱) آپکو فقہ میں کمال تھا اور فقہ کے نصوص و قواعد کے ماہر تھے۔

آپ بڑے کثیر التصانیف ہیں۔ جن میں سے نور الایضاح فقہ میں بہت عمدہ کتاب ہے جو مدارس عربیہ میں ہر جگہ پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔ پھر اسکی شرح امداد الفتاح ۱۰۴۰ھ میں لکھی۔ جو نہایت مفید و نفع بخش ہے۔ پھر اسکا اختصار ۱۰۴۵ھ میں مراقی الفلاح کے نام سے لکھا جس پر طحطاوی نے حاشیہ لکھا۔ اور کتب فتاوی میں ایک مستند کتاب شمار کیجاتی ہے (۲)

آپ کی اہم تصانیف میں الدرر والغرر کا حاشیہ اور شرح منظومہ ابن وہبان ہے۔ اس کے علاوہ چھوٹے چھوٹے رسالے تقریباً ساٹھ کی تعداد میں تصنیف کئے۔ جن میں اسعاد آل عثمان المکرم ببناء بیت اللہ المحرم۔ اکرام اولی الالباب بشریف الخطاب۔ الزہر النضیر فی الحوض المستدیر۔ الاحکام الملخصہ فی حکم ماء الحمصۃ۔ العقد الفرید لبیان الراجح من الخلاف فی جواز التقلید۔ درر الکنوز۔ المسائل البہیۃ الزاکیۃ علی الاثنی عشریۃ۔ حداول الزلال الجاریۃ۔ النظم المستطاب لحکم القراۃ فی صلوۃ الجنازۃ بام الکتاب۔ اتحاف الادیب لجواز استنابۃ الخطیب۔ تحفۃ الغنا لصحۃ الحکم فی الغنا۔ النفحۃ القدسیۃ فی حکم قراۃ الفاتحہ وکتابتہا بالفارسیہ۔ تحفۃ التحریر۔ اسعاف الناذر الغنی والفقیر۔ بلوغ الادب لذوی القرب۔ مرابعۃ الہدایہ۔ تجدید المسرات بالقسم بین الزوجات ارشاد الاعلام۔ الدرۃ الفریدۃ۔ کشف القناع الرفیع۔ ایقاظ ذوی الدرایۃ۔ اصابۃ الغرض۔ احسن الاقوال۔ انقاد الاوامر الالہیۃ۔ الدر الثمینہ۔ الاثر المحمود۔ اورنہایۃ القریقین وغیرہ ہیں۔

(طرب الاماثل ص۲۱۲)

صاحب مختصر القدوری

عَلّامَہ قُدُوری

۳۶۲ھ ، ۴۲۸ھ

نام احمد بن محمد بن احمد بن جعفر بن حمدان۔ کنیت ابو الحسین اور قدوری کے ساتھ مشہور ہوئے۔ آپ کتب درسیہ کی مشہور و متداول کتاب مختصر القدوری کے مصنف ہیں۔ بغداد میں ۳۶۲ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی نسبت میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں چونکہ آپ قدورہ (جو بغداد میں ایک گاؤں کا نام ہے) کے باشندے تھے، اسلئے قدوری کہا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کے یہاں ہانڈی بنانے اور بیچنے کا کام ہوتا تھا اور ہانڈی کو عربی میں قِدر کہتے ہیں، جس کی جمع قدور آتی ہے۔ اسی طرف منسوب کرکے قدوری کہا جاتا ہے۔

علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں۔

ولا اعلم سبب نسبتہ الیہا بل ہکذا ذکرہ السمعانی فی کتاب الانساب

(وفیات ط۹ ج۱)

میں نہیں کہہ سکتا ہوں کہ ان کی نسبت قدوری کیوں ہے۔ علامہ سمعانی نے بھی کتاب الانساب میں اسی شک کا اظہار فرمایا ہے۔

آپ فقیہ اور محدث تھے۔ فقہ ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ جرجانی سے پڑھی۔ انہوں نے احمد جصاص سے۔ انہوں نے عبید اللہ ابو الحسن کرخی سے۔ انہوں نے بردعی سے۔ انہوں نے موسیٰ رازی سے۔ اور انہوں نے امام محمد سے پڑھی۔ یعنی امام محمد پانچ واسطے سے آپ کے

استاذ ہونے ہیں اور حدیث محمد بن علی بن سوید المودب اور عبید اللہ بن محمد الجوشنی سے روایت کی۔ چنانچہ علامہ عبد القادر مصری م ۷۷۵ھ نے اپنی کتاب "الجواہر المضیئۃ" میں ایک روایت باین اسناد نقل کی ہے۔

علامہ دامغانی فرماتے ہیں کہ ہمیں امام قدوری نے خبر دی اور انہیں ابو بکر بن محمد بن علی نے خبر دی، وہ ابو عثمان سعید ضبیبی سے وہ عبد السلام بن عبید سے، وہ سفیان بن عیینہ سے وہ زہری سے وہ حضرت انس بن مالک سے، وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (الجواہر المضیئۃ ج ۱ ص ۹۳)

آپ نہایت ثقہ اور علماء احناف میں سرخیل سمجھے جاتے ہیں۔ آپ کی علمی جلالت شان کیلئے اتنا کافی ہے کہ خطیب بغدادی اور قاضی القضاۃ ابو عبد اللہ دامغانی جیسے بلند پایہ لوگوں نے آپ سے روایت کی ہے۔ (الفوائد البہیہ ص ۱۷)

ابن خلکان فرماتے ہیں۔

انتهت اليه رياسة الحنفية بالعراق (وفیات ج ۱ ص ۱) — عراق میں حنفیہ کی ریاست آپ ہی پر ختم تھی۔

علامہ سمعانی آپ کے فضل و کمال میں یوں رقمطراز ہیں۔

كان فقيها صدوقا انتهت اليه رياسة اصحاب ابي حنيفة بالعراق وعز عندهم قدره وارتفع جاهه (الفوائد ص ۱) — علامہ قدوری زبردست فقیہ اور ثقہ تھے۔ امام ابو حنیفہ کے اصحاب کی ریاست عراق میں آپ ہی پر ختم تھی اور آپ اہل عراق کے یہاں بڑی باعزت ذی مرتبت اور جاہ والے تھے۔

ابو محمد القاضی نے طبقات الفقہاء میں آپ کا تذکرہ کیا ہے اور اسمیں آپ کی بڑی تعریف و توصیف بیان کی ہے۔ آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں جس میں مختصر القدوری بہت زیادہ متداول و مقبول ہے۔ اور آج تمام مدارس عربیہ میں داخل درس ہے۔ اس کے علاوہ شرح مختصر الکرخی، کتاب التجرید جس میں دلائل سے قطع نظر کرتے ہوئے حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام شافعیؒ کے درمیان اختلافات کو ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب آپ نے سات جلدوں میں لکھی ہے اور کتاب التقریب جس میں حضرت امام ابوحنیفہ اور اُن کے اصحاب کے مابین اختلافات کو ذکر کیا ہے۔ اور پہلے آپ نے اختلافی مسائل کو بغیر دلائل کے ذکر کیا ہے، پھر دوسری کتاب اسی نام سے لکھی، اور تمام اختلافی مسائل کو دلائل کے ساتھ تحریر فرمایا (الفوائد البہیۃ)

آپ عبارت بہت عمدہ لکھتے تھے۔ اور زبان بھی آپ کی بہت رواں تھی۔ تلاوت قرآن کے بہت عادی تھے اور بلاناغہ ہر روز تلاوت کیا کرتے تھے۔ بغداد میں یک شنبہ کو ۵ / ۱۵ رجب ۴۲۸ھ کو وفات پائی۔ اور اسی دن درب ابی خلف میں دفن کئے گئے۔ علامہ سمعانی خطیب بغدادی اور ابن خلکان وغیرہ لکھتے ہیں کہ پھر آپ کو وہاں سے نکال کر شارع منصور میں ابوبکر خوارزمی حنفی کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

(الجواہر المضیئۃ ص۹۳ جلد۱)

صاحب منیۃ المصلی

امام سدید الدین کاشغری

متوفی ۷۰۵ھ / ۱۳۰۵ء

نام شیخ امام محمد بن محمد بن علی اور لقب سدید الدین تھا۔ اپنے وقت کے زبردست فقیہ تھے۔ آپ کا آبائی وطن کاشغر تھا۔ اسلئے آپ کاشغری کہلاتے ہیں۔ بہت دنوں تک آپ مکہ معظمہ میں رہے۔ اور علم تصوف حاصل کیا۔ پھر یمن گئے۔ اور وہاں تعز نامی ایک گاؤں میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔

آپ کے تصنیفات میں سے کتاب مجمع الغرائب ومنبع العجائب ۴ جلدوں میں اور منیۃ المصلی وغنیۃ المبتدی آپ کی علمی یادگار ہیں۔ جن میں آخرالذکر کتاب بہت مقبول ومتداول ہے۔ اور مدارس عربیہ میں داخل درس ہے۔ یہ کتاب صرف ابواب الصلوٰۃ پر مشتمل ہے۔ علامہ شیخ ابراہیم حلبی کبیر نے غنیۃ المستملی کے نام سے اسکی بہت عمدہ شرح لکھی ہے جو کبیری کے نام سے معروف ومشہور ہے۔ ابن امیر حاج نے بھی اسکی ایک نہایت بہترین شرح لکھی ہے جسکا نسخہ حیدرآباد میں موجود ہے۔

آپ نے ۷۰۵ھ مطابق ۱۳۰۵ء میں وفات پائی۔

(اعلام ص ۲۹۱ جلد ۷)

صاحب شرح نقایہ

مُلّا علی قاری

(متوفی سنہ ۱۰۱۴ھ)

نام علی بن سلطان بن محمد۔ لقب نور الدین اور قاری کے ساتھ مشہور تھے۔ ہرات میں قارہ نامی ایک گاؤں میں پیدا ہوئے اسلئے قاری اور ہروی کہے جاتے ہیں (التعلیقات السنیہ صفحہ ۱)

طلب علم کے لئے ہرات سے مکہ معظمہ کا سفر کیا اور وہاں اُستاد ابو الحسن بکری۔ احمد بن حجر مکی۔ عبد اللہ سندی اور قطب الدین مکی سے علم حاصل کیا۔ اور علم وفضل میں بڑی شہرت حاصل کی۔ حتیٰ کہ اپنے وقت کے امام ہو گئے۔ (")

علامہ فرنگی محلی آپ کی علمی جلالت شان ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔

احد صدور العلم فرد عصرہ الباھر السمت فی التحقیق	رؤسائے علم میں سے ایک رئیس اپنے دور میں یکتا اور تحقیق وتفتیش میں بڑے نمایاں تھے۔

(التعلیقات السنیہ صفحہ ۱)

تفسیر۔ حدیث۔ فقہ۔ کلام۔ منطق وفلسفہ غرض ہر فن میں آپ مہارت رکھتے تھے۔ اور تحقیق وتدقیق میں بڑا اونچا مقام رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت امام مالکؒ پر مسئلہ ارسال میں اور حضرت امام شافعیؒ اور اُن کے اصحاب پر بہت سے مسائل میں بہت سے معقول اعتراضات کئے ہیں۔ جو دلائل کے اعتبار سے نہایت قوی ہیں (الحدائق الحنفیہ صفحہ ۴۰۳)

آپ بڑے کثیر التصانیف ہیں۔ یوں کہئے کہ آپ نے قلم توڑ دیا ہے۔
اور ایسی عمدہ اور مفید تصنیفیں کی ہیں۔ جسکی وجہ سے آپ کو ہزاروں صدی کا مجدد
کہا جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ فرنگی محلی فرماتے ہیں۔
کلہا مفیدۃ بلغت الی مرتبۃ المجددیۃ علی راس الف (التعلیقات السنیہ)
آپ کی تصنیفات کل کی کل مفید ہیں۔ اور آپ کو دسویں صدی کے مجدد ہونے کے درجہ تک پہونچا دیا ہے۔
آپ کی تصنیفات میں سے شرح نقایہ فقہ میں بہت مفید اور عمدہ کتاب ہے
جو مدارس عربیہ میں عام طور پر پڑھائی جاتی ہے۔
علاوہ ازیں آپ نے حسب ذیل کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔
تفسیر قرآن۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔ نور القاری شرح صحیح بخاری۔ شرح
صحیح مسلم۔ جمالین حاشیہ جلالین۔ شرح شفاء قاضی عیاض۔ جمع الوسائل۔
شرح شمائل ترمذی۔ شرح جامع الصغیر فی حدیث البشیر النذیر للسیوطی۔ حرز الثمین
شرح حصن حصین۔ شرح اربعین نووی۔ شرح الوتریہ والجزریہ۔ شرح الشرح
علی نخبۃ الفکر۔ شرح فقہ اکبر۔ شرح شاطبیہ۔ شرح ثلاثیات بخاری۔ شرح موطا امام محمد۔ مسند الانام
شرح مسند الامام۔ شرح مناسک الحج۔ اثمار الجنیہ فی اسمار الحنفیہ۔ نزہۃ الخاطر الفاتر
فی مناقب شیخ عبد القادر۔ تزیین العبادۃ لتحسین الاشارۃ۔ التدھین للتزیین
(یہ دونوں رسالے تشہد میں انگلی اٹھانے کے سلسلہ میں لکھے گئے ہیں۔) الحظ الاوفر
فی الحج الاکبر۔ الناموس فی تلخیص القاموس۔ تذکرۃ الموضوعات۔ الاہتدار فی
الاقتدار۔ فرائد القلائد فی تخریج احادیث شرح العقائد۔ المصنوع فی معرفۃ الموضوع

کشف الحذر عن امر الخضر۔ ضوء المعانی شرح بدء الامالی۔ معدن العدنی فی فضائل اویس قرنی۔ احادیث القدسیہ والکلمات الانسیہ۔ اعراب القاری۔ تبعید العلماء عن تقریب الأمراء۔ حزب الاعظم۔ حاشیہ مواہب اللدنیہ۔ حاشیہ بدء الامالی بیات البنات۔ بہجۃ الانسان فی منحۃ الحیوان۔ شرح عین العلم

اسکے علاوہ مختلف موضوع پر چھوٹے چھوٹے بشیمار رسالے تصنیف کئے ہیں۔ طوالت کے خیال سے ہم اُن کے نام ترک کرتے ہیں۔

(التعلیقات ص۱ وحدائق الحنفیہ ص۴۰۴)

آپ نے مکہ معظمہ میں ماہ شوال ۱۰۱۴ھ میں وفات پائی۔

(خلاصۃ الاثر بحوالہ تعلیقات ص۱)

صاحب ہدایہ

علی مرغینانی

۵۱۱ھ - ۵۹۳ھ

نام علی بن ابی بکر. کنیت ابوالحسن اور لقب برہان الدین تھا. نہر جیحوں و سیحوں سے آگے شاش سے قریب فرغانہ مقام میں مرغینان شہر کے باشندے تھے. یہ علاقہ کاشغر اور سمرقند کے درمیان واقع ہے. آپ کا سلسلہ نسب سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضہ تک پہونچتا ہے.

آپ دوشنبہ کے دن ۸ رجب کو ۵۱۱ھ میں عصر کے بعد پیدا ہوئے. اپنے زمانہ کے امام. فقیہ. محدث. مفسر. جامع العلوم. محقق. مدقق. اصولی. ادیب. شاعر اور فاضل ماہر تھے. علم وادب کے ساتھ ساتھ زہد وورع میں بھی یکتائے روزگار تھے.

آپ نے فقہ مفتی الثقلین نجم الدین ابوحفص عمر نسفی رح سے پڑھی. اور صدر الشہید حسام الدین عمر بن عبد العزیز بن عمر بن مازہ اور صدر السعید تاج الدین احمد بن عبد العزیز سے پڑھی. اور ان دونوں نے اپنے والد صدر الکبیر برہان الدین عبد العزیز سے. انہوں نے امام سرخسی رح سے. انہوں نے امام حلوائی سے. انہوں نے ابوعلی نسفی سے انہوں نے ابوبکر محمد بن الفضل سے انہوں نے سبذمونی سے. انہوں نے ابوعبداللہ سے انہوں نے اپنے باپ سے. اور انہوں نے امام محمد رح سے پڑھی.

نیز آپ نے ضیاء الدین محمد بن الحسین البندنیجی (شاگرد صاحب تحفہ) ابوعمرو

عثمان بن علی البیکندی (تلمیذ شمس الائمہ سرخسی) اور قوام الدین احمد بن عبد الرشید بخاری صاحب خلاصۃ الفتاوی کے والد سے فقہ پڑھی۔

آپ کے شاگرد بیشمار ہیں۔ خود آپ کی اولاد میں سے شیخ الاسلام جلال الدین محمد۔ نظام الدین عمر۔ اور شیخ الاسلام عماد الدین ابی بکر نے آپ سے پڑھا۔ اور شمس الائمہ کردری۔ جلال الدین محمود بن الحسین الاستروشنی۔ اور برہان الاسلام الزرنوجی جیسے عالی مقام حضرات نے بھی آپ کے آگے زانوئے تلمذ تہ کیا ہے۔
(الفوائد البہیہ ص۵۷)

آپ کے فضل و شرف کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ امام فخر الدین قاضیخان محمود بن احمد بن عبد العزیز صاحب محیط و ذخیرہ۔ شیخ زین الدین ابو نصر احمد بن محمد بن عمر العتابی اور ظہیر الدین بن محمد بن احمد بخاری صاحب فتاوی ظہیریہ جیسے بلند پایہ حضرات آپ کی مدح و ستایش میں رطب اللساں ہیں۔

ابن کمال پاشا نے آپ کو اصحاب ترجیح کے طبقہ میں شمار کیا ہے۔ لیکن ان کی رائے پر تعاقب کیا گیا اور کہا گیا ہے کہ صاحب ہدایہ کی شان قاضی خان سے کم نہیں ہے۔ بلکہ اگر ان کے نقد دلائل اور استخراج مسائل کی جانب نظر کی جائے تو وہ مجتہد فی المذہب کے مستحق ہیں۔ (حدائق الحنفیہ ص۲۴۲)

عبد القادر قرشی لکھتے ہیں:

اقرلہ اھل مصرہ بالفضل والتقدم — آپ کے شہر والوں نے آپ کے فضل و تقدم کا اقرار کیا ہے۔
(الجواھر المضیئۃ ص۳۸۳ ج۱)

علامہ فرنگی محلی فرماتے ہیں۔

له اليد الباسطة في الخلاف
والباع الممتد في المذهب

مناظرہ میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا اور مذاہب کی معلومات میں کامل دستگاہ رکھتے تھے

ایک جگہ فرماتے ہیں:

لم تر العيون مثله في العلم والادب (الفوائد البهية ص۵۵)

علم و ادب میں آپ جیسا نہیں دیکھا گیا۔

عبد القادر قرشی فرماتے ہیں:

فاق شيوخه واقرانه وأذعنوا له كلهم ولا سيما بعد تصنيفه الكتاب الهداية وكفاية المنتهى (الجواهر المضيئة ص۳۸۳ ج۱)

آپ اپنے اساتذہ اور ہم عصروں پر فوقیت لے گئے اور سب نے آپ کی فضیلت کا اعتراف کیا ہے۔ بالخصوص کفایۃ المنتہی اور ہدایہ کی تصنیف کے بعد اور بھی لوگ آپ کے قائل ہو گئے۔

آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں ہدایہ آپ کی شہرۂ آفاق تصنیف ہے۔ اور یہ مدارس عربیہ میں ہر جگہ پڑھائی جاتی ہے۔ اور علماء احناف کے فتاویٰ کا دار و مدار اسی پر ہے۔

اسکی تصنیف کی وجہ یہ ہوئی کہ پہلے آپ نے سوچا کہ فقہ میں کوئی مختصر اور جامع کتاب ہو جاتی تو بہت اچھا ہوتا۔ چنانچہ قدوری کو آپ نے بہت پسند کیا۔ لیکن لوگوں کو دیکھا کہ وہ محض جامع صغیر کی طرف راغب ہیں تو آپ نے ان دونوں کو سامنے رکھ کر جامع صغیر کی ترتیب کے مطابق بدایۃ المبتدی کے نام سے ایک متن لکھا۔ پھر اسکی شرح کفایۃ المنتہی اسی جلدوں میں تصنیف کی۔ پھر یہ اندیشہ ہوا کہ یہ شرح بڑی ضخیم ہو گئی، شاید اتنی طویل کتاب دیکھنے سے لوگ اکتائیں۔ لہذا اسکی دوسری

شرح مختصر اور نہایت جامع و مفید ہدایہ کے نام سے چار جلدوں میں لکھی۔
(الفوائد البہیہ ۵ و حدائق الحنفیہ ۲۳)

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے ماہ ذی قعدہ ۵۷۳ھ میں چہارشنبہ کو ظہر کی نماز کے بعد ہدایہ کی تالیف شروع کی اور تیرہ سال کے عرصہ میں پایۂ تکمیل کو پہونچی اس مدت میں آپ ہمیشہ روزے رکھتے۔ اور کسی کو اطلاع نہ ہوتی جب خادم کھانا لاتا اور رکھ کر چلا جاتا تو آپ کسی طالب علم کو بلا کر کھلا دیتے۔
(حدائق الحنفیہ ۲۳۲)

ہدایہ کے علاوہ آپ نے کتاب المنتقیٰ۔ نشر المذہب۔ کتاب التجنیس والمزید۔ کتاب مناسک الحج۔ مختارات النوازل۔ اور کتاب الفرائض تصنیف کیں۔ یہ سب کتابیں مشہور و معروف ہیں اور علماء کی مرکز نظر بنی ہوئی ہیں۔

علامہ فرنگی محلی فرماتے ہیں۔

کل تصانیفہ مقبولۃ معتمدۃ لاسیما الهدایۃ فانہ لم یزل مرجعًا للفضلاء ومنظرًا للفقہاء	آپ کی تمام تصانیف مقبول اور معتمد علیہ ہیں بالخصوص ہدایہ کیونکہ یہ تمام فضلاء و فقہاء کا مرجع اور مرکز نظر بنی ہوئی ہے۔

(الفوائد البہیہ ۵)

اسمیں کوئی شک نہیں کہ ہدایہ جن خصوصیات کی حامل ہے اور اسکو جو مقبولیت حاصل ہوئی ہے حقیقت یہ ہے کہ اسکی توصیف کا حق ادا نہیں ہو سکتا ہے۔ آپکے بعد علماء کے ایک جم غفیر نے اسکی شرحیں لکھیں اور احادیث کی تخریج کی وکفی بہ نزاہۃ وشرفا۔

آپ کی عادت تھی کہ تحصیل علوم میں کبھی ناغہ نہیں کرتے اور طالبعلم کے حق میں

اسے ستم قاتل سمجھتے۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ساتھیوں پر محض اسلئے فوقیت حاصل کی کہ میں نے کبھی ناغہ نہیں کیا۔ نیز فرماتے کہ طالب علم کو چاہیئے کہ وہ "کتاب الوصیۃ" کا ضرور مطالعہ کرے جو حضرت امام ابوحنیفہؒ نے یوسف بن خالد کیلئے لکھی تھی۔

آپ کا معمول یہ بھی تھا کہ ہمیشہ سبق بدھ کے روز شروع کراتے۔ اسی طرح تصنیف "تالیف کا اہم کام بھی اُسی روز شروع کرتے۔ اور اس سلسلہ میں ایک حدیث بھی بیان کیا کرتے تھے۔ وہ حدیث یہ ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من شیئ بُدِیَ یوم الاربعاء الا تَمَّ۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو کام بُدھ کے روز شروع کیا جاتا ہے وہ کامل و مکمل ہوتا ہے۔

اور فرماتے کہ والد محترم بھی ایسا ہی کرتے اور وہ اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ شیخ قوام الدین احمد بن عبد الرشید سے روایت کرتے تھے۔

اس حدیث کی صحت پر اگرچہ علماء نے کلام کیا ہے لیکن دوسری روایات اس کے مثل یا قریب المعنی ملتی ہیں۔ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی معمول ملتا ہے آپ نے سمرقند میں ۵۹۳ھ میں وفات پائی۔

(الفوائد البہیہ ص۵۰)

صاحب جوہرنیرہ

الحدّاد

(م سنہ ۸۰۰ھ)

نام ابوبکر بن علی بن محمد تھا۔ حدّاد زبیری کے ساتھ مشہور ہوئے۔ وادئی زبید نامی ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ فقہ حنفیہ کے زبردست فقیہ تھے۔

(الاعلام للزرکلی) ج۲ ص۴۲

علامہ ضموی فرماتے ہیں کہ حنفی مسلک میں آپ نے بہت عمدہ اور جلیل القدر کتابیں تصنیف کی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ علماء احناف میں سے کسی نے بھی ایسی تصنیف نہیں کی ہے۔ آپ کی تصنیفات کل ۲۰ جلدوں میں بتائی جاتی ہیں جن میں سے قابل ذکر کتابیں یہ ہیں۔

السراج الوہاج یہ کتاب قدوری کی شرح ہے اور ۸ جلدوں میں ہے اسی شرح قدوری کی شرح جوہرنیرہ کے نام سے بھی لکھی جو آج بعض جگہ کورس میں شامل ہے۔ اور منظومۃ الہامالی کی شرح "سراج الکلام" کے نام سے لکھی اور ایک کتاب تفسیر میں لکھی۔ علامہ شوکانی رح فرماتے ہیں کہ شیخ ابوبکر کی تصنیف بہت عمدہ ہے اور لوگوں میں بہت مشہور ہے۔ آجکل یہ تفسیر تفسیر حدّاد کے ساتھ مشہور و معروف ہے۔

(کتاب الاعلام للزرکلی ج۲ ص۴۲)

صاحب درمختار

علّامہ حصکفی

سنہ ۱۰۲۵ھ ۔ م سنہ ۱۰۸۸ھ

نام نامی محمد بن علی اور حصکفی کے ساتھ مشہور ہوئے آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے:
محمد بن علی بن محمد بن علی بن عبدالرحمٰن بن محمد بن جمال الدین بن حسن بن زین العابدین۔
آپ حصن کیفا، جو دیار بکر میں ایک قلعہ کا نام ہے اور دریائے دجلہ کے کنارے پر جزیرہ ابن عمر و اور میافارقین کے درمیان میں واقع ہے وہاں کے رہنے والے تھے۔ اسلئے انکی طرف نسبت کرکے آپ حصکفی کہے جاتے ہیں۔ آپ بڑے ادیب اور فصیح و بلیغ تھے۔ تقریر و تحریر میں بہت ملکہ حاصل تھا۔ نحو و صرف۔ فقہ و حدیث اور حفظ حدیث میں آپ اپنی نظیر تھے۔ علوم نقلیہ کے ساتھ علوم عقلیہ میں بھی مہارت رکھتے تھے
(حدائق الحنفیہ ۴۲۱)

علمی فضل و کمال کا یہ حال تھا کہ خود آپ کے مشائخ اور ہمعصروں نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ آپ کے استاذ خیرالدین رملی نے جب آپ کو سند اجازت دی تھی تو ان الفاظ میں آپ کی تعریف و توصیف بیان کی ہے۔
محمد بن علی نے پہلے مجھ سے ایسے پاکیزہ اور لطیف سوالات کئے جن سے میں نے ان کے کمال روایت اور اسمیں ملکہ ہونے کا اندازہ کیا۔ میں نے جب مختصر جوابات دیے تو پھر انہوں نے اعلیٰ درجہ کے نکات پوچھے جب ان کے جوابات دیئے تو پھر ان سے بھی اعلیٰ

درجہ کے سوالات کئے۔ چنانچہ جب میں نے علم وفضل کے میدان کمال میں اسے دیکھا تو میں نے ان سے اور انہوں نے مجھ سے حدیث کی روایت کی۔ اس کے بعد آپ کی منقبت میں ہم نے اشعار بھی لکھے ہیں۔

(حدائق الحنفیہ ص۴۲۲)

آپ نے بہ کثرت کتابیں تصنیف کی ہیں، جن میں سے فقہ میں "درمختار" بہت مشہور و معروف اور مستند اول کتاب ہے۔ یہ کتاب فتاویٰ میں بہترین اور ٹھوس کتاب ہے مدارس عربیہ میں فتاویٰ نویسی سیکھنے والوں کو پڑھائی جاتی ہے۔

علاوہ ازیں آپ کی تصنیفات میں سے فقہ میں شرح ملتقی الابحر۔ اصول فقہ میں شرح منار، نحو میں شرح قطر اور مختصر فتاویٰ صوفیہ۔ تعلیقات بخاری تیس اجزاء میں۔ حاشیہ تفسیر بیضاوی۔ اور حاشیہ درر وغیرہ ہے۔ فتاویٰ ابن نجیم کو آپ نے ترتیب دیا۔

آپ نے ۶۳ برس کی عمر میں دس شوال ۱۰۸۸ھ میں وفات پائی۔ اور باب صغیر کے مقبرہ میں دفن کئے گئے۔

(حدائق الحنفیہ ص۴۲۲)

صاحب رسم المفتی

ابن عابدین

(م ۱۲۶۰ھ)

نام سید محمد امین بن عمر تھا اور ابن عابدین کیساتھ مشہور ہوئے۔ اپنے دور کے زبردست عالم، فقیہ، محدث، محقق و مدقق تھے۔ علوم عقلیہ و نقلیہ دونوں میں گہری نظر رکھتے تھے۔ آپ نے سید شیخ سعید حلبی اور شیخ ابراہیم حلبی سے علوم حاصل کئے اور انہیں حضرات سے حدیث و فقہ کی سند بھی حاصل کی۔

(حدائق الحنفیہ ص۴۷۴)

آپ فتاوی کی مشہور و معروف کتاب رد المحتار یعنی شامی کے مصنف ہیں۔ یہ کتاب علمائے احناف میں اس درجہ متداول ہے کہ اس کتاب کا اور صاحب کتاب کا تعارف کرانے کی ضرورت نہیں۔ یہ کتاب اپنے مصنف کے دقیق النظر اور فقہی جزئیات پر حاوی ہونے پر خود ہی دلالت کرتی ہے جیساکہ اس کتاب سے استفادہ کرنے والے علماء حضرات سے مخفی نہیں

شامی کے علاوہ آپ نے اور بھی بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں جنہیں سے ایک کتاب "رسائل ابن عابدین" کے نام سے ہے۔ جسمیں مختلف موضوع پر بہت سے رسالے آپ نے لکھے ہیں۔ ان ہی میں سے ایک رسالہ رسم المفتی کے نام سے ہے جس میں آپ نے فقہاء کے طبقات، فقہی کتابوں کے مراتب و درجات، فتاوی کے اصول،

وقواعد۔ مسائل وحوادث کے اسباب وعلل اور اُن پر فقہی محققانہ مباحث، طریقہ استنباط واستخراج۔ مسائل کی تقسیم۔ غرض ہر چیز پر آپ نے روشنی ڈالی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کے پڑھنے سے فقہی بصیرت حاصل ہوتی ہے۔ اور پڑھنے والا ہر قسم کے مسائل کو بخوبی سمجھنے لگتا ہے۔ اور پھر فقہی اُصول وقواعد کے مطابق کتب فتاویٰ سے مسائل نکال کر فتاویٰ نویسی کرنے لگتا ہے۔ اور اسے بڑی حد تک مناسبت پیدا ہوجاتی ہے۔ یہ کتاب بھی مدارس عربیہ میں داخل درس ہے۔

نیز آپ نے رسالہ الحسام الهندی لنصرہ مولانا خالد النقشبندی۔ شفاء العلیل فی حکم الوصیت بالختمات والتہالیل اور شامی کا تکملہ تصنیف فرمایا۔ آپ کے رسالہ شفاء العلیل پر علامہ طحطاوی وغیرہ نے تقریظیں بھی لکھی ہیں۔ جنہیں اس کی بہت تعریف وتوصیف کی ہے۔

آپ نے ۱۲۶۰ھ میں یا اس سے کچھ پہلے وفات پائی

(حدائق الحنفیہ ص ۴۷۴)

صاحب بدایۃ المجتہد (فقہ)

ابنِ رُشد

۵۲۰ھ ۔ ۵۹۵ھ

نام محمد بن احمد کنیت ابوالولید ہے۔ ابن رشد کے ساتھ مشہور ہوئے۔ آپ کے خاندان میں پانچویں پشت میں رُشد نامی ایک شخص ہیں۔ اُنھیں کی طرف منسوب ہوکر ابن رشد کہلاتے ہیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔

قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن رشد

(معجم المطبوعات ج۱ ص۱۰۰)

آپ اندلس میں قرطبہ نامی مشہور جگہ کے باشندے تھے اسی لئے اندلسی کہلاتے ہیں۔ اور مسلک کے لحاظ سے حضرت امام مالک رح کے ماننے والے تھے۔ اسی لئے آپ کو مالکی کہا جاتا ہے (〃)

آپ علم فقہ مناظرہ اور فلسفہ اور حکمت میں اپنے وقت کے زبردست امام تھے۔ فن طب میں بھی ید طولے رکھتے تھے۔ اور ممتاز اطباء میں آپ کا شمار تھا۔ ابو مروان بن جریول یا جریول بلنسی اور دیگر حکماء اور مشہور فلاسفہ سے علم حاصل کیا بڑے صاحب فضل وکمال تھے۔

صاحب المعجم لکھتا ہے۔

أوحد زمانہ فی علم الفقہ والخلاف (معجم المطبوعات ق ۱ ج ۱) علم فقہ اور مناظرہ میں اپنے دور کے یکتا تھے۔

دوسری جگہ بایں الفاظ ستائش کرتا ہے:

لم ینشاء بالاندلس مثلہ کمالا وعلما وفضلا (") علم وفضل وکمال میں آپ جیسا کوئی شخص اندلس میں پیدا نہیں ہوا۔

ان تمام علمی فضائل وکمالات کے باوجود بہت متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ آپ منصور بادشاہ کے یہاں رہتے تھے۔ اور اسکی خدمت میں آپ صاحب حیثیت اور مقرب تھے۔ پھر سلطان یعقوب نے آپ کو مراکش بلایا۔ وہیں تاحیات قیام فرمایا۔

آپ کثیر التصانیف ہیں۔ جن میں سے اکثر کتابوں میں فلسفہ کا رنگ غالب ہے۔ بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد فقہ میں آپ کی مشہور ومعروف کتاب ہے، جو مذاہب اربعہ میں لکھی ہے۔ یہ کتاب مختصر اور نہایت نفع بخش کتاب ہے۔ نفح الطیب میں ہے کہ ابن رشد نے اپنی اس کتاب کے بارے میں خود یہ الفاظ لکھے ہیں

کتاب جلیل معظم معتمد عند المالکیۃ یہ اہم اور زبردست کتاب ہے۔ مالکیہ کے یہاں قابل اعتماد ہے۔

علامہ شبلیؒ نے اپنے مقالات میں اس کتاب کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ ابن رشدؒ نے اپنی کتاب بدایۃ المجتہد میں ہر مسئلہ کے دلائل اور وجوہ لکھے ہیں اور ابو جعفر ذہبی کا قول ہے کہ فقہ میں اس سے بہتر کتاب میں نے نہیں دیکھی۔

(مقالات شبلی ص ۲۱۴)

ان ہی محاسن اور خوبیوں کے پیش نظر یہ کتاب بعض مدارس میں داخل

درس ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے سے ہر مسئلہ میں ائمہ اربعہ کے مذاہب کا پتہ چلتا ہے۔ جو لوگ حنفیت میں غلو سے کام لیتے ہیں اور اس کتاب کو یا دیگر مذاہب کی کتابوں کو نہیں پڑھتے ہیں وہ ائمہ اربعہ کے مذاہب سے ناواقف ہونے کے ساتھ حنفی مسائل کی خوبیوں سے بھی بے بہرہ ہوتے ہیں۔

بدایۃ المجتہد کے علاوہ آپ کی مشہور تصانیف میں "تلخیص المقالۃ الاولیٰ من کتاب الخطابۃ۔ تہافت الفلاسفہ۔ رسالۃ التوحید والفلسفہ۔ فلسفہ ابن رشد۔ المقدمات الممہدات وغیرہ ہیں۔

(معجم المطبوعات العربیہ والمعربۃ
صفحہ ۱۰۹ جلد ۱)

صاحب سراجی

علاّمہ سجاوندی

نام محمد بن محمد بن عبدالرشید ۔ کنیت ابوطاہر اور لقب سراج الدین تھا ۔ سجاوند کے رہنے والے تھے اسلئے سجاوندی کہلاتے ہیں ۔

صاحب المعجم لکھتا ہے کہ :

آپ ساتویں صدی ہجری کے علماء میں سے ہیں آپ کی تصنیف السراجیہ یا الفرائض السراجیہ فرائض یعنی میراث کی تقسیم میں بہت مشہور، معروف اور متداول ہے ۔

اس کتاب کی بہ کثرت شرحیں لکھی گئی ہیں ، جن میں سب سے عمدہ شرح سید شریف جرجانی کی شریفیہ ہے ۔

(الجواہر المضیئۃ ج ۱ ص ۱۹)

صاحب مقدمہ مشکوٰۃ

شیخ عبدالحق محدّث دہلوی

۹۵۸ھ - ۱۰۵۲ھ

نام عبدالحق بن سیف الدین بن سعد اللہ ترک. کنیت ابو المجد، آپ کے آباؤ اجداد اصل میں بخارا کے رہنے والے تھے جو دہلی میں آکر سکونت پذیر ہوئے وہیں آپ ماہ محرم ۹۵۸ھ میں پیدا ہوئے۔ (حدائق الحنفیہ ص ۴۰۹)

ماثر الکرام تاریخ بلگرام میں ہے کہ ابتدائی شعور کے وقت سے تحصیل علم میں لگ گئے۔ اور بائیس سال کی عمر میں تمام علوم و فنون حتیٰ کہ حفظ قرآن سے فارغ ہوکر سند درس و تدریس پر جلوہ افروز ہوئے۔ پھر اسی عنفوان شباب میں حرمین شریفین چلے گئے۔ وہاں شیخ عبدالوہاب متقی خلیفہ حضرت شیخ علی متقی اور دیگر حضرات سے فن حدیث کی تکمیل کی۔ اور وہیں مدت تک قیام کیا۔ پھر اپنے وطن مالوف تشریف لائے۔ اور باون سال کی عمر میں تمام ظاہری، باطنی کمالات سے آراستہ ہوکر نشر علوم تصنیف و تالیف اور ارشاد و ہدایت میں مصروف ہو گئے۔

(ماثر الکرام بحوالہ حدائق ص ۴۰۹)

اخبار الاخیار کے خاتمہ میں آپ نے خود اپنے مختصر حالات یوں لکھے ہیں۔

"فقیر کو دودھ چھڑانے کی حالت جبکہ میری عمر ڈھائی سال کی تھی، اس طرح یاد ہے جیسے کل کی بات ہے۔ والد ماجد قرآن پاک سبق سبق لکھتے

تھے اور میں پڑھتا تھا۔ اور دو تین ماہ میں پورا قرآن ختم کیا۔ ایک ماہ میں کتابت پر قدرت اور انشاء کا سلیقہ حاصل ہوگیا۔ ابتداء میں گلستان، بوستان، اور دیوان حافظ کے کچھ حصے پڑھائے گئے۔ پھر میزان، مصباح اور کافیہ پڑھائی۔ بارہ سال کی عمر میں شرح شمسیہ (قطبی) اور شرح عقائد پڑھی۔ پندرھویں سال میں مختصر و مطول وغیرہ پڑھی۔ پھر قرآن پاک حفظ کیا۔ ساتھ آٹھ برس تک فقہا رما ورا والنہر کے درس میں رہا۔ وہ مجھ کو ہمیشہ کہا کرتے تھے۔ ہم نے تم سے فائدہ اٹھایا ہے۔ ہمارا تم پر کوئی احسان نہیں کھیل کود کا شوق بچپن ہی سے نہیں۔ تحصیل علم میں کبھی وقت پر کھانے کا خیال نہیں رہتا۔ جو کچھ مطالعہ کرتا۔ اس کو لکھ لیا کرتا۔ اور اس کتابت میں ایسا غیر معمولی انہماک ہوتا کہ چراغ سے کئی بار عمامہ اور سر کے بالوں میں آگ لگ گئی۔ اور مجھ کو اس وقت خبر ہوئی جب عمامہ وغیرہ جل کر دماغ کو گرمی پہونچی۔ ان تمام مصروفیات کے پیش نظر بچپن ہی سے نماز، اوراد و اذکار، شب خیزی اور مناجات میں ایسی جدوجہد کرتا تھا کہ تمام لوگ حیران تھے۔ طریقت میں سید موسیٰؒ کا مرید ہوں جو حضرت غوث الاعظمؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ اور طریقہ قادریہ رکھتا ہوں (اخبار الاخیار ص ۲۱۱-۲۱۲ الحدائق)

بہرحال آپ اپنے زمانہ کے بہت بڑے فقیہ، محدث، مورخ اور محقق تھے۔ ہندوستان میں سب سے پہلے آپ ہی نے حدیث کا علم، عرب سے لاکر ہندوستان میں پھیلایا اور سرزمین ہند کو علم حدیث کے نور سے منور کیا!

آپ نے تصنیف و تالیف میں قلم توڑ دیا۔ اور ایسی معتبر و مستند کتابیں تصنیف کیں

کی عمر میں تمام متقدمین و متاخرین میں ممتاز ہوئے۔ بالخصوص حدیث میں ایسی کتابیں لکھیں کہ ان پر علمائے زمانہ فخر کرتے ہیں۔ اور ان کو اپنا دستور العمل جانتے ہیں۔

آپ کی تصنیفات چھوٹی بڑی کل سو جلدوں میں ہیں۔ جن میں سے مشہور و معروف یہ ہیں لمعات شرح مشکوٰۃ۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ۔ شرح سفر السعادۃ۔ شرح فتوح الغیب۔ مدارج النبوۃ۔ شرح اسماء الرجال للبخاری۔ اخبار الاخیار۔ جذب القلوب الی دیار المحبوب۔ زبدۃ الآثار۔ جامع البرکات۔ مرج البحرین۔ زاد المتقین۔ فتح المنان فی مناقب النعمان۔ تاریخ۔ رسالہ ماثبت بالسنہ۔ حلیہ حلیہ سید المرسلین۔ چہل رسالہ وغیرہ (ص ۴۱۱)

آپ کی تصنیفات ہندوستان میں ہر خاص و عام میں مقبول ہیں۔ اور غیر معمولی شہرت رکھتی ہیں۔ ان میں مقدمہ مشکوٰۃ جسمیں آپ نے حدیث کے اصول اور اسکی اصطلاحیں ذکر کی ہیں۔ آج درس میں داخل ہے۔

آپ نے حضورؐ کی نعت میں ایک قصیدہ کہا ہے جو ساٹھ ابیات پر مشتمل ہے۔ مدینہ منورہ پہنچکر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اسکو پڑھا تھا۔ اسکا پہلا شعر یہ ہے۔

بیا اے دل دمے از ہستیٔ خود ترک دعوی کن
بیفگن چشم بر صورت نظر در عین معنی کن

آپ نے ۱۰۵۲ھ میں دہلی میں وفات پائی۔ اور وہیں قطب صاحب کے پاس حوض شمسی کے کنارے مدفون ہوئے۔

(حدائق الحنفیہ ص ۴۱۱)

صاحب شرح نخبۃ الفکر و بلوغ المرام

حافظ ابن حجر عسقلانی

۷۷۳ھ - ۸۵۲ھ

نام احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد۔ کنیت ابو الفضل، ابن حجر کے ساتھ مشہور ہوئے۔ شہر عسقلان جو مصر میں واقع ہے وہیں ۷۷۳ھ میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں والد ماجد کا انتقال ہوگیا۔ پہلے آپ نے قرآن مجید حفظ کیا۔ اور شعر و شاعری میں لگے رہے۔ چنانچہ آپ کا ایک دیوان بھی پایا جاتا ہے۔ پھر آپ حدیث کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور بلاد اسلامیہ کا سفر کیا۔ اور سراج بلقینی۔ حافظ ابن الملقن، حافظ عراقی۔ حافظ نور الدین ہیثمی اور دیگر علماء کرام سے علم حدیث حاصل کیا۔
(تذکرۃ المحدثین)

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ فطری شاعر، کسبی محدث، اور بے تکلف فقیہ تھے۔ آپ کو علم رجال اور علل احادیث میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ چنانچہ استاد محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب کاندھلوی ابتداء سبق میں فرمایا کرتے تھے کہ اگر حافظ ابن حجرؒ پیدا ہوئے ہوتے تو ہم لوگ حدیث پڑھانے کے لئے آج مسند تدریس پر بیٹھنے کے لائق نہ ہوتے۔

نیز آپ کی مدح میں استاد محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مئوی فرماتے ہیں کہ علم رجال اور علل احادیث میں آپ کا تحقیق پایہ اس قدر بلند ہے

کہ جس حدیث کو وہ صحیح لکھ دیں ۔ بس آنکھ بند کر کے اُسے صحیح تسلیم کر لینا چاہیئے ۔ پھر اُسمیں چھان بین کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ۔

غرض آپ کی علمی جلالت شان نہایت اعلیٰ وارفع ہے

علامہ فرنگی محلی لکھتے ہیں ۔

انتهت اليه الرحلة والرياسة في الحديث في الدنيا باسرها

حدیث میں ریاست اور اس کے لئے ساری دنیا میں سفر آپ ہی پر منتہی ہے ۔

(التعلیقات السنیہ ص۱۲)

ایک جگہ آپ کی تصنیفات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

وكل تصانيفه تشهد بانه امام الحفاظ محقق المحدثين نبيل النافلين لم يخلف بعده مثله

آپ کی تمام تصنیفات گواہ ہیں کہ آپ امام الحفاظ، محدثین کے محقق، نقد کرنے والوں کے سرتاج ہیں ۔ آپ کے بعد آپ جیسا کوئی پیدا نہیں ہوا ۔

(تعلیقات ص۱۲)

بلاشبہ آپ کے علم سے اُمت محمدیہ کو بے حد نفع ہوا ہے ۔ لیکن اگر آپ میں حنفی شافعی کا تعصب نہ ہوتا تو اس سے بھی زیادہ آپ کے علم سے لوگوں کو فیض ہوتا ۔ استاذ الاساتذہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ فرمایا کرتے تھے کہ حافظ ابن حجر سے جہاں اُمت کو اتنا فائدہ پہونچا ہے ۔ وہیں رجال حنفیہ محدثین و فقہاء کو بہت زیادہ نقصان بھی پہونچا ہے ۔

علامہ سخاویؒ جو شافعی المسلک ہیں اور حافظ ابن حجر کے مخصوص اصحاب میں سے ہیں ۔ انہوں نے آپ کی کتاب درر کامنہ پر تعلیقات لکھی ہیں ۔ اسمیں انہوں نے لکھا ہے

کہ حافظ ابن حجر جب کسی حنفی عالم کا ذکر کرتے ہیں تو اسکی حق تلفی اور شان گرائے بغیر نہیں کرتے۔ چنانچہ اس تعلیقات میں علامہ سخاوی رح نے اپنی جانب سے شیخ حسام الدین سغناقی (م ۷۱۱ھ) کا تذکرہ بڑھایا ہے اور لکھا ہے کہ ہمارے شیخ حافظ ابن حجر رح نے رجال احناف کے بارے میں اپنی (تعصبانہ) عادت کے مطابق عمل کرتے ہوئے آپ کا ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ شیخ سغناقی اپنے علم وفضل کے لحاظ سے پورے طور سے مستحق تھے کہ ان کا ذکر کیا جائے۔

اسی طرح محب بن شحنہ رح نے بھی حافظ ابن حجر کے بارے میں لکھا ہے، کہ رجال احناف میں سے کسی حنفی کے حق میں ان کے کلام پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ آپکا تعصب اُن کے حق میں انتہا کو پہونچا ہوا ہے۔ (تذکرۃ المحدثین ج ۲ ص ۴۴)

یہ عجیب بات ہے کہ حافظ ابن حجر رح کو فن حدیث میں جتنا ہی زیادہ بلند پایہ حاصل تھا۔ اسی قدر فقہ میں درک کی کمی تھی۔ اور تفقہ بہت کم تھا۔ عدم تفقہ کی بات تو یہ ہے کہ انہوں نے قوموا للسید کم کے حکم سے قیام میلاد کو مستحب لکھ دیا ہے یعنی ایک موہوم امر کو متیقن چیز پر قیاس کر لیا ہے۔ اور لطف یہ کہ علامہ سیوطی رح بھی اس امر میں آپ ہی کے دوش بدوش ہیں۔ (" ص ۱۴۷)

آپ کی تصنیفات بہ کثرت ہیں، جو انتہائی جامع مفید، مقبول اور علمی و تحقیقی لحاظ سے نہایت بلند پایہ ہیں۔ درحقیقت امت پر آپ نے بہت بڑا احسان کیا ہے۔ ان کتابوں میں شرح نخبۃ الفکر، اصول حدیث میں، عربی مدارس میں شامل نصاب ہے۔ یہ متن وشرح دونوں آپ ہی کی ہے۔ پہلے آپ نے اصل متن نخبۃ الفکر لکھا۔ پھر اسکی شرح کی جسکا نام نزہۃ النظر فی شرح نخبۃ الفکر رکھا۔

جو آج شرح نخبۃ کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ اس شرح کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ شرح کو متن کے ساتھ اس طرح ملا دیا ہے کہ متن اور شرح دونوں علٰحدہ علٰحدہ معلوم ہی نہیں ہوتے۔ بلکہ مسلسل ایک کتاب معلوم ہوتی ہے۔

اسکے علاوہ آپ نے بڑی اہم اہم اور ضخیم کتابیں تصنیف کی ہیں جن سے علماء کرام ہمہ وقت فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں۔ مثلاً تعلیق التعلیق۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری۔ تہذیب التہذیب۔ الدرر الکامنۃ۔ لسان المیزان۔ طبقات الحفاظ۔ تعجیل المنفعۃ بزوائد رجال الائمۃ الاربعۃ۔ اصابہ فی احوال الصحابہ۔ تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث شرح الوجیز الکبیر۔ تخریج احادیث الاذکار۔ الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ۔ الکاف الشاف فی تخریج الکشاف۔ القول المسدد فی الذب عن مسند الاحمد۔ مختصر البدایۃ والنہایۃ۔ الاحتفال فی بیان احوال الرجال۔ مقدمۃ الہدی الساری۔ الخصال المکفرہ للذنوب المقدمۃ والمؤخرہ بذل الماعون فی فضل الطاعون۔ تقریب المنہج ترتیب الدرج۔ تجرید التفسیر عن صحیح البخاری۔ تقریب الغریب۔ تقریب التہذیب۔ قضاۃ مصر۔ توالی التاسیس بمعالی ابن ادریس۔

علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ آپ نے ماہ ذی الحجہ ۸۵۲ھ میں وفات پائی۔
(حسن المحاضرہ۔ تذکرۂ ابن حجر)

صاحب مقدمہ

حافظ ابن الصلاح

سنہ ۵۷۷ھ ۔ سنہ ۶۴۳ھ

نام عثمان بن عبد الرحمن، صلاح کنیت ابو عمرو لقب تقی الدین تھا۔ ابن الصلاح کے ساتھ مشہور ہوئے۔ اپنے پردادا ابو النصر کی طرف منسوب ہو کر نصری کہلاتے ہیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے:

عثمان بن عبد الرحمن بن عثمان بن موسیٰ بن ابی النصر

(وفیات صہ ۳۱۲ ج ۱)

آپ شہر زور سے قریب اربل میں ایک گاؤں شرخان میں پیدا ہوئے تھے۔ اسی لئے شرخانی بھی کہے جاتے ہیں۔ (")

آپ بڑے مشہور و معروف محدث تھے۔ فن حدیث کے تمام علوم پر گہری نگاہ رکھتے تھے۔ بالخصوص اسماء رجال کے اندر کافی مہارت رکھتے تھے۔ حدیث کے علاوہ فن تفسیر۔ فقہ اور نقل لغات میں بھی غیر معمولی ملکہ حاصل تھا۔

ابن خلکان لکھتے ہیں:

کان احد علماء عصرہ فی التفسیر والحدیث والفقہ واسماء الرجال وما یتعلق بعلم الحدیث ونقل

آپ علم تفسیر، حدیث، فقہ، اسماء رجال اور علم حدیث اور نقل لغات سے متعلق تمام علوم میں اپنے دور کے یکتا تھے

اللغۃ وکانت لہ مشارکۃ فی فنون عدیدۃ (وفیات ج۱ ص۳۱۲) نیز آپ کو بہت سے فنون میں دسترس حاصل تھی۔

آپ مشہور مورخ علامہ ابن خلکان کے اُستاذ تھے۔ اور اُستاد بھی ایسے کہ ان کو آپ سے کافی فیض پہونچا۔ چنانچہ ابن خلکان نے خود اسکا اعتراف کیا ہے۔

وھو أحد اشیاخی الذین انتفعت بہم (وفیات ج۱ ص۳۱۲) آپ میرے اساتذہ میں سے ایک ہیں جن سے مجھے بہت نفع پہونچا۔

ابتداء میں اپنے والد محترم عبدالرحمٰن صلاح سے علم حاصل کیا۔ پھر خراسان میں جاکر علم حدیث کی تکمیل کی۔ وہاں سے شام آئے اور مدرسہ ناصریہ میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے۔ وہاں آپ مدت دراز تک رہے اور بہت کثرت سے لوگوں نے فائدہ اٹھایا۔

پھر شام سے دمشق مدرسہ رواحیہ میں منتقل ہوگئے۔ پھر جب ابن الملک العادل بن ایوب نے دمشق میں دارالحدیث کی تعمیر کی۔ تو تدریسی خدمات انجام دینے کے لئے اُس نے آپ کو منتخب کیا۔ چنانچہ آپ مدرسہ رواحیہ سے دارالحدیث میں آگئے۔ پھر مدرسۃ الشام میں گئے۔ غرض مختلف مدارس میں آپ نے درس حدیث کی عظیم الشان خدمات انجام دیں۔

آپ جس طرح علم کے دریا تھے۔ اسی طرح زہد و ورع کے لحاظ سے بھی اپنی نظیر آپ تھے۔ چنانچہ ابن خلکان لکھتے ہیں۔

وکان من العلم والدین علیٰ قدر عظیم (ج۱ ص۳۱۲) آپ علم اور دینداری کے اندر ایک بڑے رتبہ پر فائز تھے۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

ولم یزل أمرہ جاریًا علی السداد والصلاح والاجتہاد فی الاشتغال والنفع (")	آپ قوم کی اصلاح و سدھار اور اس کے نفع اور ذکر اشتغال خیر میں ہمیشہ سرگرداں رہتے۔

آپ نے علوم حدیث میں "مقدمہ" ایک بڑی زبردست کتاب لکھی بعض مدارس میں شرح نخبہ کی جگہ یہی پڑھائی جاتی ہے۔ مناسک حج میں بھی ایک کتاب تالیف فرمائی۔ فقہ میں کتاب الوسیط پر کچھ اشکالات اکٹھا کئے ہیں۔ آپ کے فتاوے بھی کتابی شکل میں جمع ہوگئے ہیں۔

آپ نے بدھ کے دن علی الصباح ۲۵ ربیع الآخر ۶۴۳ھ میں وفات پائی اور ظہر کے بعد نماز جنازہ پڑھی گئی۔ اور باب النصر سے باہر مقام صوفیہ میں دفن کئے گئے۔

(وفیات صفحہ ۳۱۲ ج۱)

صاحب زاد الطالبین

مولانا عاشق الٰہی بلند شہری

(ولادت ۱۳۴۴ھ - تقریباً)

نام نامی محمد عاشق الٰہی، والد کا نام صوفی محمد صدیق ہے۔ ضلع بلند شہر کی طرف نسبت کر کے برنی اور بلند شہری کہلاتے ہیں۔ آپ ۱۳۴۴ھ کے لگ بھگ ضلع بلند شہر میں بستی نامی ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ جب آپ کی عمر پانچ برس کی ہوئی تو وہیں اپنے وطن میں اردو کی تعلیم مولانا دوست محمد صاحب سے حاصل کی۔ پھر وہیں اپنے گاؤں میں مولانا محمد صادق صاحب سنبھلی جو مولوی ریل کے نام سے مشہور تھے اُن کے پاس قرآن مجید حفظ کیا۔ اور حفظ مکمل کرنے کے بعد انہیں سے عربی کی ابتدائی کتابیں بھی کافیہ وغیرہ تک پڑھیں۔

اس کے بعد تحصیل علم کے لئے آپ نے اپنا وطن مالوف چھوڑا۔ اور مراد آباد آئے اور مدرسہ امدادیہ میں حضرت مولانا محمد حیات صاحب اور دیگر اساتذہ سے پڑھا۔ دو سال رہ کر علی گڑھ چلے گئے۔ وہاں جامع مسجد میں داخل ہوئے اور مولوی طٰہٰ اور مولوی محمد یامین صاحب وغیرہ سے متعدد کتابیں پڑھیں یہاں بھی دو سال رہے پھر یہاں سے مرکز علمی سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم میں داخل ہوئے۔ اور تین سال رہ کر اپنی تعلیم مکمل کی اور سند فراغ حاصل کیا۔ اس مدت میں علوم عربیہ کے علاوہ آپ نے شیخ القراء حضرت مولانا حافظ

قاری محمد سلیمان صاحب سے علم تجوید و قرأت حاصل کیا۔ اور حفص کی روایت کے ساتھ ساتھ قرأت سبعہ متواترہ میں بھی فراغ حاصل کیا۔

قدرت کی طرف سے آپ کو ذہانت و ذکاوت اور حافظہ کا حصّہ وافر ملا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ایام طالب علمی میں اپنے ساتھیوں میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ پھر آپ کو اساتذہ بھی ایسے ملے جو علمی صلاحیت اور فن تدریس میں بہت کہنہ مشق اور اپنی نظیر آپ تھے، چنانچہ قابل ذکر اساتذہ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی۔ استاذ الاساتذہ حضرت مولانا حافظ عبداللطیف صاحب ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، حضرت مولانا صدیق احمد صاحب کشمیری، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رام پوری، حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیمل پوری، حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدوسی کا نام سرفہرست ہے،

فراغت کے بعد اپنے استاذ حضرت مولانا زکریا صاحب شیخ الحدیث سے بیعت ہوئے اور اپنے اساتذہ کے حکم سے نابالصوبہ پنجاب میں مدرس ہو کر تشریف لے گئے۔ وہاں ولی محمد صاحب کے مدرسہ میں ایک سال تک تدریس کا کام انجام دیا۔ پھر میوات کے علاقے میں فیروزپور جھرکا میں مدرس ہوئے وہاں بھی صرف ایک سال رہے۔ پھر بستی نظام الدین دہلی تشریف لائے اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی قائم کردہ تبلیغی جماعت میں حصّہ لے کر ۱۰۔ ۱۱ سال تک تبلیغی کام کرتے رہے اور ماشاءاللہ زبان، قلم و ذوق دینی کی تبلیغ کا کام کیا۔ بستی نظام الدین سے پھر آپ کلکتہ تشریف لے گئے۔ وہاں آٹھ سال رہے اور اپنے علمی ذوق کے پیش نظر دو عربی کے مدرسے قائم کیے۔ ایک مچھوا بازار میں کاشف العلوم کے نام سے دوسرا پارک سرکس میں جامع العلوم کے نام سے۔ یہ دونوں مدرسے آپ ہی کی نظامت میں چلتے رہے۔ ان دونوں مدرسوں کی نگرانی کے ساتھ ساتھ آپ نے خود

ذاتی طور پر ایک کتبخانہ (برائے کتب فروشی) قائم کیا۔ پھر آٹھ سال کے بعد بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ واپسی میں اپنے اساتذہ سے ملاقات کے لئے سہارنپور پھر مرادآباد تشریف لائے۔ مرادآباد میں جب اپنے استاذ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حیات صاحب مدظلہ سے ملاقات کے لئے گئے۔ تو انہوں نے باصرار اپنے مدرسہ حیات العلوم میں آپ کو نائب ناظم رکھ لیا۔ پھر اس کے بعد پاکستان چلے گئے اور وہاں مدرسہ دارالعلوم کراچی میں درجہ علیا کے مدرس ہو گئے۔ اور اسوقت وہیں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

آپ بڑے کثیر التصانیف ہیں۔ اللہ تعالی نے آپ کو علمی ذوق بہت عمدہ عطا فرمایا ہے۔ کہ ابھی ۴۰ برس کی قلیل عمر میں آپ کی تصنیفات ۴۰ سے زائد پہونچ چکی ہیں۔ آپ کی تصنیفات میں اکثر تصانیف تبلیغی لائن کی ہیں۔ جنھیں آپ نے بستی نظام الدین کے زمانہ قیام میں تالیف کیا تھا۔ اور اہم اور مشہور تصنیفات میں زاد الطالبین ہے جو آج مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہے۔ اس کتاب میں مراد الراغبین کے نام سے آپ نے حاشیہ بھی لکھا ہے۔

علاوہ ازیں۔ اخلاص نیت۔ اکرام مسلم۔ فضائل علم۔ آئینہ نماز۔ مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ حالات جہنم۔ چہل باتیں۔ بہشتی کیمیا۔ جانوروں کے حقوق۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویاں۔ اصحاب صفہ وغیرہ آپ کے علمی کارنامے ہیں۔ اور آج یہ کتابیں مقبول ہیں اور متداول ہیں تقریباً ہر جگہ پڑھی جاتی ہیں۔ اور مؤلف ممدوح کے حق میں ذخیرۂ آخرت بنتی جارہی ہیں اور اب بھی آپ کی تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری ہے۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

صاحب ریاض الصالحین

علامہ نووی

سنہ ۶۳۱ھ — سنہ ۶۷۶ھ

نام یحییٰ بن شرف بن حسن بن حسین، کنیت ابو زکریا اور لقب محی الدین تھا۔ علمی حلقے میں شارح مسلم کے ساتھ زیادہ مشہور و معروف ہیں۔ آپ سنہ ۶۳۱ھ میں نواۃ میں پیدا ہوئے اسلئے آپ نواوی یا نووی کہے جاتے ہیں۔ ابتدا میں اپنے شہر میں رہ کر قرآن حفظ کیا۔ پھر ۱۹ برس کی عمر میں اپنے والد کیساتھ مدرسہ رواحیہ دمشق میں آگئے۔ اور وہاں کمال الدین اسحٰق بن احمد حعفری۔ رضی بن البرہان۔ زین خالد عبد العزیز بن محمد انصاری۔ زین الدین بن عبد الدائم۔ عماد الدین بن عبد الکریم۔ زین الدین خلف بن یونس۔ تقی الدین بن ابی الیسر۔ جمال الدین بن الصیرفی سے علم حاصل کیا۔ سنہ ۶۵۱ھ میں اپنے والد کیساتھ حج کے لئے گئے اور مدینہ منورہ میں ڈیڑھ ماہ قیام کیا۔ (مقدمہ تدریب الراوی)

غرض آپ نے مختلف علوم وفنون میں غیر معمولی صلاحیت پیدا کی اور اپنے وقت کے بہت بڑے امام سمجھے جانے لگے۔ علامہ فرنگی محلی آپ کی تعریف میں حسب ذیل الفاظ تحریر فرماتے ہیں۔

برع فی العلوم وصار محققاً فی فنونہ مدققاً فی علمہ حافظاً للحدیث عارفاً بانواعہ (التعلیقات ص ۱۱)	علوم میں بہت نمایاں، فنون میں محقق۔ علم میں دقیق حدیث کے حافظ اور اس کے انواع سے باخبر تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ وقت کے بڑے پابند تھے۔ آپ کا کوئی وقت بیکار نہ ضائع ہوتا۔ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں مشغول رہتے۔ کھانا صرف ایک مرتبہ عشار بعد کھاتے۔ زندگی بھر آپ نے کبھی شادی نہیں کی۔

تصنیف و تالیف میں آپ نے قلم توڑ دیا ہے۔ اور کثرت سے کتابیں تصنیف کی ہیں جو نہایت عمدہ نفیس اور علمار و فضلا کے یہاں متداول ہیں۔ اور بے انتہا مقبول ہیں۔

علامہ فرنگی محلی فراتے ہیں۔

وکل تصانیفہ مقبولۃ مشتملۃ آپ کی تمام تصانیف مقبول ہیں گویا ان
علی درر منثورۃ (۱/۰) میں بکھرے ہوئے موتی ہیں۔

آپ کی تصانیف میں سے شرح مسلم اور ریاض الصالحین کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی۔ اول الذکر کتاب مسلم شریف پڑھنے اور پڑھانے والے شرح نووی سے عام طور پر فائدہ اُٹھاتے ہیں اور اپنے مغلقات کو حل کرتے ہیں۔ اور آخر الذکر کتاب کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ وہ مدارس عربیہ میں داخل درس ہے۔ وہ اصلاحی احادیث کا بہترین مجموعہ ہے۔

اس کے علاوہ تہذیب الاسمار واللغات آپ کی بڑی معرکۃ الآرا تصنیف ہے اہل تصنیف و تالیف تقریباً سب ہی اس کتاب سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اس کتاب میں آپ نے ان الفاظ کو جمع کیا ہے جو مختصر مزنی۔ مہذب۔ وسیط۔ تنبیہ۔ وجیز اور روضہ میں آئے ہوئے ہیں۔ پھر انکی شرح کی ہے۔ اور جو اسمار رجال عام طور پر متداول ہیں ان اسمار کا اضافہ کیا ہے اور کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک اسمار کے بیان میں۔

دوسرا حصہ لغات میں۔ اسی لئے یہ تہذیب الاسماء واللغات کہی جاتی ہے۔
مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ آپ نے حسب ذیل کتابیں تصنیف کیں۔
الروضہ۔ المنہاج۔ شرح المہذب۔ کتاب الاذکار۔ المناسک۔ الاربعین۔ التبیان فی آداب حملۃ القرآن۔ کتاب المبہمات۔ التحریر فی الفاظ التنبیہ۔ الخلاصہ الارشاد۔ التقریب۔ التیسیر۔ مختصر الارشاد۔ تحفۃ الطالب۔ التنبیہ۔ شرح التنبیہ نکت علی الوسیط۔ شرح الوسیط۔ شرح صحیح البخاری۔ (تھوڑا سا حصہ) طبقات الشافعیہ رؤس المسائل۔ استسقاء کے بیان میں ایک رسالہ۔ اور استحباب قیام لاہل الفضل کے بیان میں بھی ایک مستقل رسالہ لکھا۔ نیز تقسیم مال غنیمت اور اس کے اصول وضوابط پر ایک رسالہ اور الاشارات علی الروضہ کے نام سے ایک رسالہ تصنیف کیا۔
جب آپ بیت المقدس کی زیارت کر کے واپس ہوئے تو اپنے والدین کی موجودگی میں شب چہارشنبہ ۱۴ رجب ۶۷۶ھ میں وفات پائی اور وہیں دفن کئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

(مقدمہ تدریب الراوی وغیرہ)

صاحب مشارق الانوار

حسن صغانی

۵۷۷ھ - ۶۵۰ھ

نام نامی حسن بن محمد بن الحسن بن حیدر، کنیت ابو الفضل اور لقب رضی الدین تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے۔ صاغان جو ماوراء النہر میں شہر مرو کے پاس واقع ہے، جسکا اصل نام چاغان ہے، وہیں کے رہنے والے تھے۔ اسلئے صغانی اور صاغانی کہلاتے ہیں۔

لیکن آپ کی پیدائش جیسا کہ امام ذہبی نے بیان کیا ہے، شہر لاہور میں ۵۷۷ھ میں ہوئی اور غزنہ میں جاکر نشو و نما پائی۔ ابتداء میں والد محترم سے تعلیم حاصل کی اور مختلف علوم و فنون میں کامل استعداد پیدا کرنے کے بعد ۶۱۵ھ میں بغداد گئے۔ وہاں تقریباً دو سال تک تدریسی و تصنیفی کاموں میں مصروف رہے۔ پھر ۶۱۷ھ میں خلیفہ بغداد کی طرف سے سفیر ہو کر ہندوستان آئے اور یہاں کئی برس تک رہے۔ پھر حج بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اور ادھر ہی سے یمن گئے۔ پھر بغداد گئے۔ اسکے بعد دوبارہ پھر ہندوستان آئے۔ پھر تیسری مرتبہ بغداد گئے۔ اور وہیں آخر تک رہے۔ (الفوائد البہیۃ ۶۳ و حدائق الحنفیہ ص ۲۵۲)

آپ اپنے زمانہ کے زبردست فقیہ محدث اور عالم لغت تھے۔ مولانا فرنگی محلی لکھتے ہیں
کان فقیھا محدثا لغویا ذا مشارکۃ آپ فقیہ محدث عالم لغت اور دیگر تمام علوم

تامۃ فی جمیع العلوم (الفوائد ص۶۲) میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔

علامہ سیوطی بغیۃ الوعاۃ میں تحریر فرماتے ہیں

وھو حامل لواء اللغۃ فی زمانہ (ص) اپنے زمانہ میں لغت کا جھنڈا آپ ہی کے ہاتھوں بلند تھا۔

امام ذہبی کا بیان ہے:

وکان الیہ المنتھی فی اللغۃ (ص) لغت میں آپ ہی پر منتہی تھی۔

آپ بڑے کثیر التصانیف ہیں۔ آپکی سب سے مشہور کتاب "مشارق الانوار" ہے جو حدیث کے انتخاب میں بہترین مجموعہ ہے۔ اور مقبول و متداول ہے۔ بعض مدارس عربیہ میں داخل درس ہے۔ علاوہ ازیں حدیث میں مصباح الدجیٰ اور بخاری کی شرح تالیف فرمائی۔ نیز آپنے کتاب الشوارد و کتاب الانفعال۔ کتاب العروض۔ در السحابۃ فی وفیات الصحابۃ۔ کتاب العباب یہ لغت کی بہترین کتاب ہے۔ مگر افسوس کہ پوری نہ ہوسکی۔ النوادر فی اللغۃ والتراکیب۔ کتاب مجمع البحرین۔ یہ بھی لغت میں بہت بڑی کتاب ہے۔ اور تمام لغت عرب کو شامل ہے زبدۃ المناسک کتاب الفرائض۔ شمس المنیرۃ من الصحاح الماثورہ۔ درجات العلم والعلماء۔ کتاب اسماء الغارۃ۔ کتاب اسماء الاسد۔ کتاب اسماء الذئب۔ نخبۃ الصبیان۔ شرح ابیات المفصل وغیرہ کتابیں تصنیف کیں جو آپ کے کمال اور تبحر علمی کا پتہ دے رہی ہیں (حدائق الحنفیہ ص۲۵۲)

احادیث موضوعہ پر آپنے دو رسالے لکھے جنہیں موضوع احادیث کے ساتھ غیر موضوع احادیث کو بھی ذکر کر ڈالا ہے اسلئے حدیث میں آپ علامہ ابن الجوزی اور صاحب سفر السعادۃ جیسے متشددین میں شمار کیے جاتے ہیں (الفوائد ص۶۳ طبع مصر)

آپنے بغداد میں خلیفہ مستعصم باللہ کے عہد میں سنہ ۶۵۰ھ میں وفات پائی اور چونکہ مکہ مکرمہ میں دفن کئے جانیکی وصیت فرمائی تھی اسلئے آپ کو وہیں لیجا کر سپرد خاک کیا گیا (الفوائد البہیہ ص۶۳ طبع مصر)

صاحب مشکوٰۃ المصابیح

خطیب عُمری تبریزی

سنہ ۷۴۰ھ

نام ابی محمد بن عبداللہ کنیت ابو عبداللہ۔ لقب ولی الدین تھا بعضوں نے ولی اللہ بھی بتایا ہے۔ بہت تتبع اور تلاش کے باوجود آپ کے حالات نہ مل سکے۔ جہاں تک کتب تذکرہ و تاریخ رجال کی کتابیں ہیں نے دیکھیں۔ آپ کے تذکرہ سے سب کو خاموش پایا۔ اس سلسلہ میں ہندوستان کے بعض مشہور صاحب تصنیف حضرات کی طرف بھی مراجعت کی گر کہیں سے آپ کا تفصیلی حال معلوم نہ ہو سکا،

آپ آٹھویں صدی ہجری کے تھے! اور علامہ حسین بن مسعود بغوی م ۵۱۶ھ کی کتاب "مصابیح السنۃ" کی تکمیل اور اسکے ابواب کی تذییل کی اور ہر باب پر ایک فصل ثالث بھی ذکر کی۔ اسی کا نام "مشکوٰۃ المصابیح" ہے۔ جو آج تمام مدارس عربیہ میں داخل درس ہے۔

اس کتاب میں اکثر احادیث صحاح ستہ کی ہیں چنانچہ حدیث کی روایت کے بعد جس سے تخریج ہوتی ہے اسکا نام بھی صاحب مشکوٰۃ درج کرتے ہیں۔ اسمیں کل ۲۹ کتابیں ہیں۔ ۳۲۷ ابواب۔ ۱۰۳۰ فصلیں ہیں۔ آپ نے اس کتاب کی تالیف سے رمضان کے الوداعی جمعہ کے دن ۷۳۷ھ میں فراغت حاصل کی۔ (کشف الظنون ص ۲۴۲)

(و تاریخ الحدیث ص ۱۱۱)

مشکوٰۃ اس درجہ مقبول ہوئی کہ آج ہر جگہ متداول ہے اور بڑے بڑے علماء نے اسکی شرحیں لکھی ہیں۔ جیسے علامہ حسن بن محمد بن الطیبی (م ۷۴۳ھ) نے الکاشف عن حقائق السنن۔ علم الدین سخاوی م ۶۴۳ھ۔ عبد العزیز۔ و (م ۹۵۸ھ) نے منہاج المشکوٰۃ اور سب سے عمدہ شرح شیخ نور الدین علی بن سلطان محمد الہروی (م ۱۰۱۴ھ (جو ملا علی قاری کے ساتھ مشہور ہیں) کی مرقات اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی م ۱۰۵۲ھ کی لمعات ہے۔ جنمیں آخر الذکر غیر مطبوع ہے۔

اسی طرح شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدظلہ العالی کی "التعلیق الصبیح" نہایت جامع اور مختصر عربی شرح ہے۔ اور حال میں ابھی شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ صاحب مبارکپوری مدظلہ نے بھی ایک شرح لکھی ہے۔ جو مرعاۃ المفاتیح کے نام سے موسوم ہے۔ اسکی اب تک تین جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ اور مکمل شاید ۵ یا ۶ جلدوں میں ہوگی۔ اسی طرح اشعۃ اللمعات فارسی اور مظاہر حق نواب قطب الدین دہلوی (م ۱۲۸۹ھ) کی بہت مفید شرح ہے۔ (کشف الظنون ص ۲۲۳، وغیرہ

تاریخ الحدیث میں ہے کہ آپ نے ۷۴۳ھ میں وفات پائی۔

(تاریخ الحدیث ص ۱۱۱)

صاحب مصابیح السنۃ

علامہ بغوی

(م ۵۱۶ھ)

نام حسین بن مسعود۔ کنیت ابو محمد اور لقب محی السنہ اور رکن الدین ہے فرا کے ساتھ سے مشہور ہوئے۔ جس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ کے آباؤ اجداد میں کوئی کھال سینے اور اسے فروخت کرنے کا کام کرتا تھا۔ اور عربی زبان میں "فرو" کھال کو کہتے ہیں۔ اور چونکہ "بغو" کے رہنے والے تھے اسلئے بغوی کہے جاتے ہیں۔ (بستان المحدثین و طبقات الشافعیہ ص۲۱۵ ج۴)

لفظ بغو اصل میں بغشور ہے، جو باغ کور کا معرب ہے۔ یہ ہرات اور مرو کے درمیان واقع ہے۔ بغشور لفظ شور کو حذف کر کے بغ کی طرف نسبت کی، تو بغوی ہو گیا۔ یہ لفظ ثنائی ہے۔ مگر زیادت واؤ کی وجہ سے ثلاثی ہو گیا۔

(بستان المحدثین و طبقات الشافعیہ ص۲۱۵ ج۴)

آپ فن حدیث۔ تفسیر اور فقہ کے زبردست امام تھے۔ اور شافعی المسلک تھے۔ اور زہد و تقویٰ میں معراج کمال کو پہونچے ہوئے تھے!

چنانچہ علامہ سبکی فرماتے ہیں۔

کان اماماً جلیلاً ورعاً زاھداً	آپ علم کے زبردست امام۔ انتہائی متقی
فقیھاً محدثاً مفسراً جامعاً	اور پرہیزگار اور بے مثل فقیہ محدث اور

بین العلم والعمل سالکا سبیل — مفسر تھے، علم و عمل دونوں کے حامل تھے۔
السلف لہ فی الفقہ الید الباسطۃ — اسلاف کے طریقہ پر چلنے والے تھے آپ کو
(طبقات الشافعیہ ص۲۱۵ ج۴) — فقہ میں ید طولیٰ حاصل تھا۔

آپ نے فقہ قاضی حسین سے پڑھی اور حدیث شیخ ابو عمر عبد الواحد الملیحی۔ شیخ ابو الحسن عبد الرحمٰن ابن محمد داؤدی۔ شیخ ابو بکر یعقوب بن احمد الصیرفی۔ شیخ ابو الحسن علی بن یوسف الجوینی۔ شیخ ابو الفضل زیاد ابن محمد الحنفی۔ شیخ احمد بن ابی نصر الکوفیانی۔ شیخ حسان بن محمد المنیعی۔ شیخ ابو بکر محمد بن الھیثم الترابی۔ شیخ ابو الحسن محمد بن محمد الشیرازی وغیرہ سے پڑھی۔

(طبقات ص۲۱۵ ج۴)

آپ سے ابو منصور محمد بن اسعد العطاری۔ ابو الفتوح محمد بن محمد الطائی اور ابو المکارم فضل اللہ ابن محمد توقانی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ تمام عمر آپ نے تصنیف و تالیف اور تفسیر۔ حدیث اور فقہ کے پڑھانے میں گزاری۔ ہمیشہ باوضو درس دیا کرتے تھے۔ آپ قائم اللیل اور صائم النہار تھے۔ ہمیشہ زہد و قناعت میں زندگی بسر کرتے تھے۔ افطار کے وقت خشک روٹی کے ٹکڑے پر اکتفا کرتے تھے۔ جب لوگوں نے بے حد اصرار کے ساتھ کہا کہ حضرت خشک روٹی کھانے سے دماغ میں خشکی ہو جائے گی تو پھر روغن زیتون کے ساتھ کھانے لگے۔

(طبقات و لبستان)

آپ کی کتاب "مصابیح السنۃ" حدیث میں مشہور کتاب ہے جس میں آپ نے صحاح اور حسان کی روایات کو منتخب کر کے جمع کیا ہے۔ اس میں ۴۴۸۴ حدیثیں

بتائی گئی ہیں، جن میں بخاری و مسلم سے ۴۴۲۲ اور ترمذی اور ابو داؤد وغیرہ میں سے ۲۰۵۰ حدیثیں جمع کی گئی ہیں۔ اس کتاب کی ابتداء "انما الاعمال بالنیات کی حدیث سے اور اختتام باب ثواب ہذہ الامۃ پر ہوا ہے۔
یہ کتاب بھی شامل نصاب رہ چکی ہے۔ مشکوٰۃ شریف اسی کتاب کی تذییل و تکمیل ہے (طبقات و بستان)

آپ نے ماہ شوال ۵۱۶ھ میں مقام مرو روز میں وفات پائی۔ اور اپنے استاذ قاضی حسین کے جوار میں مدفون ہوئے۔ آپ کی عمر اسّی سال سے متجاوز بتائی جاتی ہے۔

(طبقات الشافعیہ ص۲۱۵ جلد۴)

صاحب موطا

امام محمدؒ

۱۳۵ھ ۔ ۱۸۹ھ

محمد بن حسن بن فرقد نام، ابو عبداللہ کنیت، قبیلہ شیبان بن ذہل بن ثعلبہ کی طرف منسوب کر کے شیبانی کہے جاتے ہیں۔ آپ کے والد حرستا (جو وسط مشرق میں ہے) کے رہنے والے تھے۔ وہاں سے عراق میں مقام واسط میں آ کر رہنے لگے۔ وہیں امام محمد ۱۳۵ھ یا ۱۳۱ھ یا ۱۳۲ھ میں پیدا ہوئے۔
(ابن خلکان ص۴۲۵ ج۳)

حدیث مسعر، مالک۔ اوزاعی اور ثوری وغیرہ سے سنی۔ اور آپ سے امام شافعی، ابو عبید قاسم بن سلام، ابوحفص کبیر احمد بن حفص، ابوسلیمان جوزجانی موسیٰ بن نصیر رازی، محمد بن سماعہ۔ معلی بن منصور۔ ابراہیم بن رستم ہشام بن عبید اللہ، عیسیٰ بن ابان۔ محمد بن مقاتل اور شداد بن حکیم وغیرہ نے روایت کی۔

فقہ آپ نے امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف سے پڑھی اور اپنے وقت کے امام ہوئے۔ آپ کی مدح میں بڑے بڑے مورخین جیسے ابن خلکان، یافعی، سمعانی اور ذہبی وغیرہ رطب اللسان ہیں۔ اور آپ کے مناقب میں ورق کے ورق سیاہ کر ڈالے ہیں۔ (الفوائد البہیہ ص۱۶۳)

علامہ فرنگی محلی فرماتے ہیں :

کان اعلم بکتاب اللہ ماھرًا	کتاب اللہ کو بہت زیادہ جاننے والے
فی العربیۃ والنحو والحساب	اور عربیت، نحو اور حساب میں بڑے
(الفوائد ص ۱۶۳)	ماہر تھے۔

ابو عبیدہ فرماتے ہیں۔

ما رأیت اعلم بکتاب اللہ من	محمد بن حسن سے زیادہ کتاب اللہ کو جاننے
محمد بن الحسن (〃)	والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

حضرت امام شافعیؒ کا بیان ہے

اخذت من محمد وقر بعیر من	میں نے امام محمد سے ایک اونٹ کا بوجھ علم
علم وما رأیت رجلا سمینا أخف	حاصل کیا ہے۔ اور آپ کے علاوہ میں نے
روحا منہ	کسی موٹے آدمی کو ذہین وذکی نہیں دیکھا

آپ بڑے فصیح وبلیغ تھے۔ جس وقت آپ بولتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ قرآن آپ ہی کی زبان میں نازل ہوا ہے (الجواہر المضیئہ ص ۴۳ ج ۲)

ابن عابدین شامی فرماتے ہیں کہ امام محمد فراء نحوی کے خالہ زاد بھائی ہیں اور آپ کو لغت میں ابو عبیدہ، اصمعی، خلیل اور کسائی کا امام بتایا ہے۔ چنانچہ ابو عبیدہ نے اپنی علمی جلالت شان کے باوجود آپ کی تقلید کی۔ اسی طرح سے ابو العباس نے بھی آپ کے قول سے سند پکڑی۔ ثعلب فرمایا کرتے تھے کہ امام محمد سیبویہ کے ہم پلہ ہیں اور آپ کا قول لغت میں حجت ہے۔ (حدائق الحنفیہ ص ۱۴۵)

ابراہیم بن الحربی فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا۔ یہ دقیق

سائل آپ کو کہاں سے حاصل ہوئے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ محمد بن الحسن کی کتابوں سے۔ (الجواہر المضیئہ ص ۴۲)

آپ نے بیشمار کتابیں تصنیف کیں۔ آپ کی تصنیف کردہ تمام کتب کی تعداد نو سو ننانوے شمار کی گئی ہے۔ اور وہ سب علوم دینیہ میں ہیں۔ اور کل مسائل جو آپ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں استنباط کئے ہیں، دس لاکھ ستر ہزار تیس۔ یا دس لاکھ ستر ہزار۔ ایک سو۔ کی تعداد بتائی گئی ہے۔

(حدائق ص ۱۲۹)

سب سے پہلی تصنیف مبسوط ہے۔ اسلئے اس کو اصل کہا جاتا ہے۔ پھر جامع صغیر، پھر جامع کبیر۔ پھر زیادات تصنیف کی۔ سیر صغیر، سیر کبیر تصنیف کی۔ ان کتابوں کو فقہاء کی اصطلاح میں ظاہر روایت اور اصول کہتے ہیں۔

اسکے علاوہ نوادر، نوازل۔ رقیات۔ ہارونیات۔ کیسانیات۔ جرجانیات۔ کتاب الآثار۔ موطا تصنیف کی۔ آخر الذکر کتاب مدارس عربیہ میں عام طور سے داخل درس ہے۔

(حدائق ص ۱۲۹)

سب سے آخری تصنیف سیر کبیر ہے۔ جس پر امام اوزاعی نے آپ کی بہت تعریف کی۔ اور اس کو آپ نے ساٹھ دفاتر میں لکھوا کر ہارون رشید کے پاس بھیجدیا۔ اس نے اسکا مطالعہ کرنے کے بعد بے حد پسند کیا اور اس کتاب کو امام محمد کے تفاخر ایام میں سے شمار کیا۔

ہارون رشید نے آپ کو مقام رقہ میں قاضی بنایا تھا۔ وہیں آپ نے رقیات تصنیف کی تھی۔ پھر عہدۂ قضا سے معزول ہو کر بغداد آئے۔ پھر جب ہارون رشید رے آیا تو اپنے ہمراہ آپ کو بھی لایا۔ وہیں آپ نے ۱۸۹ھ میں وفات پائی۔

اور عین اسی دن اسی مقام میں امام کسائی نحوی نے بھی وفات پائی۔ اس پر ہارون رشید نے کہا تھا کہ آج ہم نے فقہ اور نحو دونوں کو رے میں دفن کیا۔

(ابن خلکان، ص ۳۲۵
حدائق ص ۱۳۰)

صاحب موطا

امام مالک

سنہ ۹۳ھ ۔ سنہ ۱۷۹ھ

نام مالک بن انس، کنیت ابو عبداللہ۔ اور امام دار الہجرت لقب تھا۔ آپ کا نسب عیمان بن خثیل تک پہونچتا ہے۔ جو عمرو بن الحارث کے لڑکے تھے۔ اور چونکہ حارث کا لقب ذواصبح تھا، اسلئے اسکی طرف منسوب کرکے آپ کو اصبحی کہا جاتا ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔

مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو بن الحارث بن عیمان، بن عمرو بن الحارث (ذی اصبح) اصبحی مدنی۔ (ابن خلکان ص ۲۸۴ ج ۳)

سنہ ۹۵ھ یا سنہ ۹۳ھ میں پیدا ہوئے۔ قد لانبا، جسم فربہ، نہایت گورا رنگ اور پیشانی کشادہ تھی۔ نہایت عمدہ عدنی کپڑے پہننے کا معمول تھا (")

آپ تبع تابعین میں سے تھے، آپ کے اساتذہ اور تلامذہ بہ کثرت تھے علامہ نووی نے تہذیب الاسماء میں لکھا ہے کہ آپ کے اساتذہ کی تعداد نو سو تھی۔ جن میں تین سو تابعین اور چھ سو تبع تابعین تھے۔ مشہور اساتذہ میں سے ابن خلکان نے نافع بن ابو نعیم۔ زہری۔ نافع مولی ابن عمرؓ اور ربیعہ کا نام ذکر کیا ہے (ص ۲۲۴)

آپ کا علمی پایہ اتنا بلند تھا کہ امام اوزاعی، یحییٰ بن سعید وغیرہ نے آپ سے روایت کی ہے (")

ابن وہب فرماتے ہیں کہ ہم نے مدینہ میں ایک تذکرہ کرنیوالے کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مالک بن انس اور ابن ابی ذئب کے علاوہ کسی اور کو فتوے دینے کا حق نہیں ہے۔ (بستان المحدثین)

سفیان فرماتے ہیں رجال کی چھان بین کرنے والے امام مالک سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے (")

وہب بن خالد کا بیان ہے کہ مشرق و مغرب کے مابین احادیث کے سلسلہ میں قابل اطمینان شخص امام مالک سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے (")

احادیث کا بہت احترام کرتے تھے۔ جب کوئی حدیث بیان کرنا ہوتا تو پہلے وضو کرکے نہایت وقار کے ساتھ اپنے بستر پر بیٹھتے۔ داڑھی میں کنگھی کرتے خوشبو لگاتے۔ پھر حدیث بیان کرتے۔ لوگوں نے اسکا سبب دریافت کیا تو فرمایا میں احادیث نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا احترام کرتا ہوں۔ راستہ میں مجالس میں۔ یا کھڑے ہوکر کبھی حدیث بیان نہ کرتے۔

(ابن خلکان ص۲۸۴ ج۳)

عبداللہ بن المبارک سے مروی ہے کہ ایک بار امام مالک حدیث کا درس دے رہے تھے۔ اثناء درس میں چہرہ کا رنگ بار بار متغیر ہو جاتا تھا۔ مگر جس پہلو پر بیٹھے تھے اُسی پر درس کا سلسلہ برابر جاری رکھا۔ سبق سے فارغ ہوئے تو مزاج دریافت کیا گیا۔ فرمایا اثناء درس میں تقریباً دس مرتبہ بچھو نے ڈنک مارا ہے اور میرا یہ صبر اپنی شجاعت کے لئے نہیں بلکہ محض حدیث نبویؐ کے احترام کیلئے ہے۔ فسبحان اللہ وبحمدہ (بستان المحدثین)

حدیث کے احترام کے ساتھ خود صاحب حدیث صلی اللہ علیہ وسلم کا اس درجہ احترام کرتے تھے کہ اپنے بڑھاپے اور کمزوری کے باوجود کبھی مدینہ میں سواری پر سوار نہیں ہوتے تھے اور فرماتے تھے کہ جس شہر میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر مدفون ہو، میں اسمیں سوار ہونے کی طاقت نہیں رکھتا۔ (ابن خلکان ج۲ ص۲۰۵)

ایک مرتبہ کسی نے جعفر بن سلیمان سے شکایت کردی کہ امام مالک آپ کی بیعت کے مخالف ہیں، چنانچہ وہ بہت خفا ہوا اور آپ کو بلا کر ننگا کرادیا۔ اور ستر کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ (ابن خلکان ج۲ ص۲۰۵)

ابن الجوزی اپنی کتاب شذور العقود میں لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ ۱۴۷ھ میں پیش آیا۔ اور محض اس جرم میں کوڑے لگائے گئے تھے کہ آپ نے سلطان کی غرض کے موافق فتوٰے نہیں دیا تھا۔ (شذرات الذہب و ابن خلکان ج۲ ص۲۰۵)

مگر یہ کوڑے آپ کی ترقی، عزت وجاہ اور علو مرتبت کا باعث بن گئے۔ گویا یہ کوڑے آپ کیلئے زیور بن گئے۔ (ابن خلکان ج۲ ص۲۰۵)

علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں کہ امام مالک میں پانچ چیزیں ایسی تھیں کہ میری نظر میں کسی اور میں جمع نہیں ہوئیں۔ لمبی عمر اور عالی سند، وسعت علم۔ آپ کے حجت ہونے پر تمام ائمہ کا اتفاق۔ عدالت اور اتباع سنت پر محدثین کا اتفاق۔ فقہ و فتاوی میں غیر معمولی مہارت۔

(تذکرۃ الحفاظ۔ تذکرہ ترمذی)

مسائل بتانے میں بڑی احتیاط سے کام لیتے۔ جب پورا یقین ہوتا تب ہی بتاتے ورنہ صفائی کے ساتھ اپنی لاعلمی کا اعتراف کر لیتے۔ عبدالرحمن بن مہدی فرماتے ہیں کہ

ہم لوگ امام مالکؒ کے پاس بیٹھے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور کہا کہ میں چھ ماہ کی مسافت طے کرکے آپ سے ایک مسئلہ پوچھنے کے لئے آیا ہوں۔ چنانچہ جب اُس نے مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا مجھے اچھی طرح نہیں معلوم۔ اس شخص کی حیرانی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ بولا۔ تو میں اپنے شہر والوں سے جاکر کیا کہوں؟ فرمایا یہ کہدینا کہ اپنی لاعلمی ظاہر کی ہے۔ (تہذیب الاسماء: تذکرۂ ترمذی)

موطاؔ آپ کی بڑی اہم اور مستند و معتبر کتاب ہے۔ بخاری کی تالیف سے قبل کتب احادیث میں صحت کے لحاظ سے سب سے اونچا درجہ اسی کا تھا اور اب بھی بعض لوگوں کا یہی خیال ہے۔ لیکن کثرت سے محدثین کا یہی خیال ہے کہ سب سے اول درجہ بخاری کا ہے۔

غرض یہ کتاب بڑی مقبول ہوئی۔ کثرت سے لوگوں نے اسکی شرحیں لکھی ہیں۔ جن میں آخری اور سب سے مفصل شرح اُستاذ محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلوی دامت برکاتہم نے "اوجز السالک" کے نام سے پانچ جلدوں میں لکھی ہے۔ علاوہ ازیں موطا تمام مدارس عربیہ میں داخل درس ہے۔

ہارون رشید کو جب یہ معلوم ہوا کہ آپ نے موطا تالیف کی ہے اور لوگوں کو اسکی تعلیم بھی دیتے ہیں تو اس نے اپنے وزیر جعفر برمکی کو بھیجا کہ امام صاحب سے کہو کہ موطا لاکر مجھے بھی سنائیں۔ امام مالکؒ نے وزیر سے کہا، ہارون رشید سے کہہ دینا کہ علم خود کسی کے پاس نہیں آیا کرتا، لوگ اس کے پاس آتے ہیں۔

چنانچہ ہارون رشید آپ کے یہاں آیا اور موطا پڑھ کر سنانے کے لئے کہا آپ نے فرمایا کہ مدت سے میں نے خود پڑھ کر سنانا ترک کردیا ہے، آپ ہی پڑھ کر سنائیے۔ اگر خواص

کی رعایت کرنے سے عام لوگ محروم کر دیے جائیں تو خاص لوگوں کو بھی اس سے نفع نہیں ہوتا۔ پھر آپ نے معن بن عیسیٰ کو قرأت کرنے کا حکم دیا۔ ہارون رشید آکر امام مالک کے ساتھ مسند پر بیٹھا ہوا تھا تو امام نے فرمایا کہ اس شہر کے اہل علم حضرات علم کیلئے تواضع کرنا پسند کرتے ہیں۔ چنانچہ ہارون رشید مسند سے اُتر آیا اور شاگردانہ حیثیت سے آپ کے روبرو بیٹھ کر موطا سننے لگا۔

آپ کی خواہش تھی کہ میری روح دیارِ حبیب (یعنی مدینہ منورہ) میں نکلے چنانچہ آپ کی یہ خواہش پوری ہوئی اور وہیں ماہ ربیع الاوّل سنہ ۱۷۹ھ میں وفات پائی۔ اور وہیں دفن کئے گئے۔ (ابن خلکان ص۲۸۵ ج۳)

صاحب الجامع والعلل وشمائل

امام ترمذیؒ

۲۰۹ھ ۔ ۲۷۹ھ

نام محمد بن عیسیٰ، کنیت ابو عیسیٰ۔ سلسلہ نسب یوں ہے:
محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ بن الضحاک۔

شہر ترمذ جو نہر جیحون کا قدیمی شہر ہے وہیں بوغ نامی ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ اسلئے آپ کو ترمذی اور بوغی بھی کہا جاتا ہے۔ (ابن خلکان ج۳ ص۴۰۷)

طلب علم کے لئے کوفہ، بصرہ، رے، خراسان اور حجاز وغیرہ کا سفر کیا۔ امام بخاری جیسے جلیل القدر محدث سے شرف تلمذ حاصل کیا ہے۔ حتیٰ کہ خود امام بخاریؒ آپ کی مدح میں رطب اللسان ہیں۔ اور آپ کو اپنے اساتذہ مثل قتیبہ بن سعید، علی بن حجر اور ابن بشار کیساتھ شریک کیا ہے۔ یعنی آپ سے بھی روایت کی ہے
(ابن خلکان ج۳ ص۴۰۷)

علم وفہم اور قوت حافظہ میں قدرت کی طرف سے غیر معمولی حصہ پایا تھا۔ جو حدیث ایک بار سنتے یاد ہو جاتی۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے اپنے شیخ سے احادیث سن کر دو جزوں میں نقل کرلیں۔ مگر کبھی اپنے شیخ کو سنانے کا موقع نہیں ملا۔
اتفاق سے کو معظمہ کے راستہ میں شیخ سے ملاقات ہو گئی۔ آپ نے اپنے جزوں کی تصحیح کے خیال سے شیخ سے قرأت کرنے کی درخواست کی۔ انہوں نے منظور

کرلی۔ اور فرمایا کہ اچھا تم اپنے اجزاء نکال لو۔ میں پڑھتا ہوں، اور تم مقابلہ کرتے جاؤ۔

ادھر بدقسمتی سے امام ترمذیؒ کے پاس وہ اجزاء موجود نہ تھے، انہوں نے ان اجزاء کے بجائے سادے کاغذ لے کر سننے میں مشغول ہوگئے۔ شیخ قرأت کرتے جارہے ہیں اور آپ اپنی یادداشت کے مطابق احادیث کا مقابلہ کرتے جاتے ہیں۔ اثنائے قرأت میں یکایک شیخ کی نگاہ کاغذات پر پڑگئی۔ انہیں سادہ دیکھ کر طیش میں آگئے اور فرمایا کیا تم میرے ساتھ مذاق کررہے ہو!

آپ نے صورت حال صحیح صحیح بیان کردی۔ اور عرض کی کہ اگرچہ وہ اجزاء میرے ساتھ نہیں لیکن وہ سب کے سب مجھے محفوظ ہیں۔ شیخ نے سنانے کا حکم دیا۔ آپ نے وہ تمام حدیثیں پڑھ کر سنادیں۔ اسکے علاوہ آپ کے حفظ کے اور بھی بہت سے واقعات مشہور ہیں۔ ہم طوالت کے خیال سے صرف اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

(بستان المحدثین)

الجامع والعلل یعنی جامع ترمذی آپ کی بڑی معرکۃ الآرا تصنیف ہے۔ اور اس کی مقبولیت کا عالم یہ ہے کہ تمام اکناف عالم میں پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔ ہندوستان کے اندر بھی تمام بڑے مدارس میں داخل درس ہے۔

علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں:

صنف کتاب "الجامع والعلل" تصنیف رجل متقن وبہ کان یضرب المثل (۲، ج۳)

آپ نے کتاب الجامع والعلل ایسی کتاب تصنیف کی جیسے حفظ و اتقان میں کسی بلند پایہ شخص نے تصنیف کی ہو۔ اور اس کتاب کی وجہ سے آپ ضرب المثل ہیں۔

کتب احادیث میں یہ کتاب مجموعی فوائد کے لحاظ سے تمام کتابوں پر فوقیت رکھتی ہے۔ ہر باب میں جتنے صحابہ کی حدیثیں آپ کے زیر نظر ہوتی ہیں اُن کے نام کے ساتھ اشارات کرتے جاتے ہیں۔ اسی طرح جرح و تعدیل مشہور اسماء کی کنیتیں اور ان کنیتوں کے نام، اسلاف کا تعامل، ائمہ اربعہ اور دیگر ائمہ کے مذاہب پر بھی بحث کرتے ہیں، نیز اس میں دو حدیثوں کے علاوہ تمام حدیثیں معمول بہا ہیں۔

علم حدیث کے اس امام نے ۱۳ رجب شب دوشنبہ ۲۷۹ھ میں مقام ترمذ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

علامہ سمعانی فرماتے ہیں کہ قریہ بوغ میں اور ۲۷۵ھ میں وفات پائی۔

واللہ اعلم۔

(ابن خلکان ص ۴۰۷ ج ۳)

صاحب شرح معانی الآثار

امام طحاوی

۲۲۹ھ تا ۳۲۱ھ

نام احمد بن محمد بن سلامہ. کنیت ابوجعفر. طحا جو مصر کا ایک قصبہ ہے. اسکی طرف منسوب کرکے طحاوی اور قبیلہ ازد جو قبائل یمن میں سے ایک قبیلہ ہے اُس کی طرف منسوب کرکے ازدی کہے جاتے ہیں. شب یکشنبہ. ار ربیع الاول ۲۲۹ھ میں پیدا ہوئے.

(وفیات الاعیان طبع جدید ج۱ ص۵۲)

ابتداءمیں آپ شافعی المذہب تھے. اور اپنے ماموں امام مزنی تلمیذ حضرت امام شافعیؒ کے پاس پڑھتے تھے. پھر جب احمد بن ابی عمران حنفی مصر میں قاضی ہوکر آئے، تو آپ اُن کے پاس جاکر پڑھنے لگے. پھر ۲۶۸ھ میں شام گئے. اور قاضی القضاۃ ابوخازم عبدالحمید سے پڑھا جو عیسیٰ بن ابان کے شاگرد ہیں. اور وہ امام محمد کے شاگرد ہیں.

(معجم البلدان. الفوائد البہیہ ص۳۱)

حدیث ہارون بن سعید ایلی. یونس بن عبدالاعلیٰ. محمد بن عبدالحکیم، بحیر بن نصر وغیرہ سے پڑھی. اور اپنے والد محمد بن سلامہ اور دیگر علماء مصر سے سنی اور روایت کی.

آپ سے احمد بن قاسم خشاب، ابوبکر نصری. طبرانی. اور محمد بن بکر بن مطروح جیسے محدثین نے حدیث روایت کی اور ابوبکر بن محمد بن منصور دامغانی جیسے بلند پایہ فقیہ

نے آپ سے فقہ پڑھی۔ (حدائق ص۱۹۵)

غرض فقہ حنفی اور دیگر علوم میں ایسی مہارت پیدا کرلی کہ اپنے دور کے امام ہوگئے

ایک روز آپ خود ہی اپنے ماموں امام مزنی کے بارے میں فرمانے لگے۔ "اللہ تعالیٰ

ماموں پر رحم کرے اگر وہ زندہ ہوتے تو اپنی قسم کا کفارہ دیتے"۔

(وفیات الاعیان ص۷۲ ج۱)

محمد بن احمد شروطی فرماتے ہیں کہ میں نے امام طحاوی سے شافعی مذہب چھوڑنے کی وجہ پوچھی۔ تو انہوں نے فرمایا "میں نے اسلئے شافعی مذہب چھوڑا کہ اپنے ماموں کو دیکھتا کہ وہ ہمیشہ کتب احناف ہی کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ (وفیات ص۷۲ ج۱)

حافظ ابن حجرؒ نے لسان المیزان میں یہ وجہ لکھی ہے کہ ایک دفعہ امام طحاوی اپنے ماموں سے سبق پڑھ رہے تھے۔ ایک دقیق مسئلہ آگیا۔ علامہ مزنیؒ نے آپ کو بار بار سمجھایا مگر وہ آپ کی سمجھ میں نہ آیا۔ آخر امام مزنیؒ نے تنگ دل ہو کر غصہ سے فرمایا "خدا کی قسم تم سے کچھ نہیں ہو سکے گا"۔ اس بات پر امام طحاوی ناخوش ہو کر قاضی احمد بن ابی عمران کی مجلس میں چلے گئے۔ جو قاضی بکار حنفی کے بعد مصر کے قاضی ہوئے تھے۔

لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس وقت احمد بن ابی عمران مصر کے قاضی ہی نہ ہوئے تھے۔ بلکہ وہ عراق میں تھے۔ اس وقت مصر کے قاضی بکار حنفی تھے اور امام مزنی کی وفات (یعنی ۲۶۴ھ) کے چھ سال بعد ۲۷۰ھ میں قاضی بکار کی وفات ہوئی۔ اس کے بعد احمد بن ابی عمران مصر کے قاضی ہو کر آئے ہیں۔ لہذا یہ کہنا کہ امام طحاوی ناخوش ہو کر ان کے پاس چلے گئے کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا ہے (الحاوی ص۱۱)

امام طحاوی کی علمی جلالت شان کو بکثرت اہل علم نے بیان کیا ہے۔ چنانچہ عبدالقادر قرشی رقم طراز ہیں۔

کان اماماً فقیہاً من الحنفیین (الجواہر المضیہ ج۱ ص۱۰۳)	آپ زبردست امام اور حنفی مذہب کے فقیہ تھے۔

علامہ سمعانی فرماتے ہیں:

کان اماماً ثقۃً فقیہاً عاقلاً لم یخلف مثلہ (الانساب بحوالہ الفوائد ص۳۱)	آپ امام ثقہ، فقیہ عاقل تھے آپ کے بعد آپ جیسا کوئی نہ ہوا۔

ابن خلکان فرماتے ہیں:

انتہت الیہ ریاسۃ اصحاب ابی حنیفۃ بمصر (وفیات ج۱ ص۵۳)	مصر میں امام ابوحنیفہ کے اصحاب کی ریاست آپ ہی پر ختم تھی۔

علامہ فرنگی محلی فرماتے ہیں۔

امام جلیل القدر مشہور فی الآفاق ذکرہ الجمیل مملو فی بطون الاوراق (الفوائد البہیہ ص۳۱)	آپ نہایت جلیل القدر امام تھے۔ ہر طرف آپ کی شہرت تھی۔ آپ کی مدح و ستائش میں ورق کے ورق سیاہ ہیں۔

حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں۔

کان الطحاوی کوفی المذہب عالماً بجمیع مذاہب العلماء (الفوائد ص۳۱)	امام طحاوی کوفی المذہب تھے اور علماء کے تمام مذاہب کی واقفیت رکھتے تھے۔

علاوہ ازیں شیخ مسلمہ بن القاسم اندلسی۔ علامہ ابن الجوزی۔ سبط ابن الجوزی،

علامہ ذہبی۔ حافظ ابن کثیر۔ علامہ صلاح صفدی۔ علامہ یافعی۔ علامہ سیوطی۔ ابن عماد حنبلی۔ ابن صفری۔ ابن ندیم۔ علامہ خفاطی مصری۔ علامہ عینی۔ محدث طبرانی خطیب بغدادی۔ ابوعبداللہ حمیدی اور حافظ مزی وغیرہ جیسے اکابر علماء اور محدثین نے آپ کی مدح وثنا کی ہے۔ اور آپ کی ثقاہت و دیانت اور فضیلت تامہ کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے۔ (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو کتب رجال)

آپ کی تصانیف میں سب سے پہلی تصنیف معانی الآثار ہے۔ جس کو شرح معانی الآثار اور طحاوی بھی کہا جاتا ہے۔ اختلاف مذاہب کی معلومات کے سلسلہ میں آپ کی نظر جس درجہ وسیع تھی اُس کا اندازہ کتاب طحاوی سے ہوتا ہے، جو اس سلسلہ میں اپنی آپ نظیر ہے۔

لیکن ابن تیمیہ، منہاج السنۃ میں ردّ شمس کی حدیث کے تحت بحث کرتے ہوئے امام طحاوی پر تبصرہ کرتے ہیں کہ امام طحاوی احادیث پر جو نقد وارد کرتے ہیں، وہ اہل علم کے نقد سے بہت دور ہوتا ہے۔ اُنہوں نے اپنی کتاب شرح معانی الآثار میں مختلف احادیث کو جمع کر کے اپنے قیاس سے جس کو چاہا ترجیح دے دی۔ اور اسے حجت بنا دیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اکثر احادیث سند کے اعتبار سے مجروح ہیں۔ امام طحاوی کی نظر اگرچہ احادیث پر بہت زیادہ ہے، اور وہ ایک زبردست فقیہ بھی ہیں۔ لیکن احادیث کی سندوں سے پورے طور پر واقف نہیں (الفوائد ص۱)

ہماری نظر میں علامہ تیمیہ کا یہ تبصرہ حدیث مذکور کی بنا پر صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کی روایت کرنے والے امام طحاوی تنہا نہیں ہیں۔ بلکہ آپ کے علاوہ

اور محدثین ثقات نے بھی روایت کی ہے۔ جیسے یونس۔ مسلم بن القاسم۔ ابن عساکر ابن عبدالبر وغیرہ ہیں۔ اور انہوں نے اس حدیث کو موضوع نہیں بتایا ہے۔

دراصل یہ دھوکا ابن تیمیہ کو علامہ ابن الجوزی کی کتاب الموضوعات کو دیکھ کر ہوا ہے۔ کیونکہ انہوں نے رد شمس کی حدیث کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔ لیکن علامہ خفاجی مصری نے شرح شفا میں تصریح کی ہے کہ اس حدیث کو بعض لوگوں نے موضوع بتایا ہے۔ حالاں کہ حق اس کے خلاف ہے۔ اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ ابن جوزی اور ابن تیمیہ دونوں نے اس حدیث کو موضوع کہنے میں غلطی کی ہے۔ ابن الجوزی اس درجہ متشدد ہیں کہ حافظ ابن الصلاح نے لکھا ہے کہ انہوں نے بہت سی صحیح احادیث کو موضوعات میں داخل کردیا ہے۔

امام بیہقی نے بھی امام طحاوی پر تنقید کی ہے کہ انہوں نے طحاوی میں بہت سی احادیث ضعیفہ کو اپنی رائے سے صحیح اور بہت سی احادیث صحیحہ کو ضعیف بنادیا ہے لیکن امام بیہقی کی یہ تنقید بھی صحیح نہیں ہے جیسا کہ طحاوی کا مطالعہ کرنیوالے اور اس کے رجال کا علم رکھنے والے خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔ خود صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے کہ امام بیہقی نے جو کچھ امام طحاوی کے بارہ میں کہا ہے وہ محض اتہام ہے اور بالکل بے بنیاد بات ہے وہ بلاشبہ محدثین کے نزدیک لائق اعتماد ہیں (مقدمہ امانی الاحبار ص)

خاتم المحدثین شاہ انور کشمیریؒ فرماتے تھے کہ آپ کی تصنیفات سے مالکیہ نے حسب قدر فائدہ اٹھایا ہے افسوس ہے کہ اتنا خود احناف نے استفادہ نہیں کیا۔ اگر کاش معانی الآثار کی پوری خدمت کردی جائے تو یہ رتبہ میں ابوداؤد سے کسی طرح کم نہ ہوگی (ترجمان السنہ ج ۱ ص ۲۹۶)

فقہ میں مختصر الطحاوی کے نام سے ایک نہایت عمدہ کتاب لکھی ہے۔ یہ کتاب

دائرۃ المعارف حیدرآباد میں چھپی ہے ۔ اس کتاب کی تالیف کے بعد امام طحاوی نے فرمایا تھا کہ اگر میرے ماموں آج زندہ ہوتے تو انہیں اپنی قسم کا کفارہ دینا پڑتا۔ (۲)

علاوہ ازیں آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ مشکل الآثار یہ آپ کی سب سے آخری تصنیف ہے ۔ احکام القرآن۔ شرح الجامع الکبیر۔ کتاب الشروط الکبیر۔ کتاب الشروط الاوسط۔ کتاب الشروط الصغیر۔ کتاب المحاضرات والسجلات۔ کتاب الوصایا کتاب الفرائض۔ کتاب مناقب ابی حنیفہ۔ تاریخ کبیر۔ النوادر الفقہیہ (۱۰ جلدوں میں) نوادر الحکایات (۲۰ سے زائد جلدوں میں) کتاب اختلاف الروایات علی مذہب الکوفیین ۔ کتاب مختصر صغیر۔ مختصر کبیر۔ کتاب الرد علی ابی عبید فی ما اخطا فی اختلاف النسب۔ کتاب الرد علی عیسے ابن ابان۔ کتاب حکم اراضی مکہ۔ کتاب قسم الفئ والغنائم۔ اختلاف العلماء۔ نقض کتاب المدلسین۔ عقیدۃ الطحاوی۔ سنن الشافعی۔ شرح المغنی۔ کتاب الاشربہ۔ جزء فی الرزیۃ۔ کتاب التسویۃ بین حدثنا واخبرنا۔ کتاب صحیح الآثار۔ کتاب فی النحل واحکامہا۔ (۴۰ جلدوں میں)

علامہ سمعانی کتاب الانساب میں لکھتے ہیں کہ آپ نے یکم ذوقعدہ جمعرات کے دن ۳۲۱ھ میں وفات پائی۔ علامہ ابن کثیر۔ ابن خلکان۔ سیوطی وغیرہ نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ لیکن ابن ندیم اپنی فہرست میں لکھتے ہیں کہ آپ نے ۳۲۲ھ میں وفات پائی۔ لیکن صحیح پہلا قول ہے۔ اور مقام قرافہ میں آپ مدفون ہوئے۔

(مقدمہ امانی ص ۲۹)

صاحب السنن

ابن ماجہ

سنہ ۲۰۹ھ تا سنہ ۲۷۳ھ

محمد بن یزید نام، ابو عبداللہ کنیت، عراق کے مشہور شہر قزوین میں سنہ ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے اسلئے قزوینی اور قبیلہ ربیعہ کی طرف منسوب کر کے ربعی کہلاتے ہیں۔ اور چونکہ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام ماجہ تھا اسلئے ابن ماجہ کیساتھ مشہور ہوئے (ابن خلکان ص ج ۱، تذکرۃ الحفاظ ص ۱۸۹ ج ۲)

حدیث پڑھنے کے لئے آپ نے عراق۔ بصرہ۔ کوفہ۔ بغداد۔ مکہ۔ شام۔ مصر اور رے کا سفر کیا اور جبارہ بن المغلس، ابراہیم بن المنذر۔ ابن نمر۔ ہشام بن عمار اور اصحاب امام مالک اور اصحاب لیث سے استفادہ کیا۔ اور سب سے زیادہ ابوبکر بن ابی شیبہ سے علم حاصل کیا ہے۔ (بستان المحدثین)

ابن خلکان فرماتے ہیں:

کان اماماً فی الحدیث عارفاً بعلومہ وجمیع ما یتعلق بہ (ابن خلکان ص ۲۰۶) آپ حدیث کے امام اور علوم حدیث اور اسکے تمام متعلقات سے پوری طرح باخبر تھے۔

ابو یعلی خلیلی نے آپ کو ثقہ اور متفق علیہ بتایا ہے حدیث کے علاوہ آپ کو تفسیر اور تاریخ میں بھی بڑا ملکہ تھا۔ چنانچہ ان دونوں فنون میں مستقل ایک ایک کتاب لکھی۔

علاوہ ازیں سنن ابن ماجہ آپ کی مشہور و معروف تصنیف ہے، جو صحاح ستہ میں

شمار کی گئی ہے۔ اس کتاب کو تالیف کرنے کے بعد اسے ابو زرعہ کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے مطالعہ کر کے یہ رائے ظاہر فرمائی کہ اس کتاب میں تیس[۳۰] سے زیادہ ضعیف حدیثیں نہیں ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ کتاب لوگوں کے ہاتھ میں آگئی تو موجودہ تصنیفات یا ان میں سے اکثر معطل ہو کر رہ جائیں گی۔ درحقیقت احادیث کو بلا تکرار بیان کرنے اور حسن ترتیب اور اختصار کے لحاظ سے کوئی کتاب اسکی ہمسر نہیں ہے۔ (بستان المحدثین)

علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ اگر سنن ابن ماجہ میں چند ضعیف حدیثیں نہ ہوتیں تو یہ کتاب بہت عمدہ ہوتی (تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص۱۸۹)

علامہ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ آپ نے دوشنبہ کے دن ۸ رمضان المبارک ۲۷۳ھ میں وفات پائی۔ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ بستان المحدثین میں لکھتے ہیں کہ آپ نے ۲۲ رمضان المبارک کو دوشنبہ کے دن وفات پائی۔ اور سہ شنبہ کے دن دفن کئے گئے۔

(ابن خلکان ج۲ ص۲۸۴ و بستان المحدثین)۔

صاحب سنن کبریٰ

امام نسائی

۲۱۵ھ / ۳۰۳ھ

نام احمد بن علی بن شعیب بن علی بن سنانی بن بحر. کنیت ابو عبدالرحمن خراسان میں نسا' نامی ایک مشہور شہر میں ۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے۔ اسی طرف منسوب کرکے نسائی اور نسوی بھی کہا جاتا ہے

آپ بہت بڑے امام اور حافظ حدیث تھے۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے اُستاذ سے پوچھا کہ حفظ حدیث میں امام مسلم کا درجہ بڑھا ہوا ہے یا امام نسائی کا۔ تو اُنہوں نے فرمایا امام نسائی کا۔

ابو سعید عبدالرحمن بن یونس اپنی کتاب تاریخ مصر میں لکھتے ہیں۔

ان اباعبدالرحمن النسائی قدم مصرقدیما وکان اماما فی الحدیث، ثقۃ ثبتا حافظا

ابو عبدالرحمن نسائی مصر میں بہت پہلے آئے تھے۔ اور وہ حدیث میں امام ثقہ قابل حجت اور حافظ تھے۔

(ابن خلکان ج۱)

حدیث کی تلاش میں حجاز. عراق. شام اور مصر کا سفر کیا اور قتیبہ بن سعد کی خدمت میں بھی دوسال تک رہے۔

ابن الحداد فرماتے ہیں کہ میں اپنے اور اللہ کے درمیان امام نسائی کو واسطہ بنا چکا ہوں۔ سعد بن علی زنجانی کا خیال ہے کہ راویوں کے متعلق امام نسائی کے شرائط امام بخاری و مسلم سے بھی کہیں زیادہ سخت تھے۔

آپ صوم داؤدی کے عادی تھے۔ یعنی ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔

آپ کی تصنیفات میں سے سنن کبریٰ صحاح ستہ میں شمار کی گئی ہے اور ہر جگہ مدارس عربیہ میں داخل درس ہے۔ اس کے علاوہ ایک کتاب سنن صغریٰ کے نام سے تالیف فرمائی جس کو مجتبیٰ بھی کہتے ہیں۔ (ابن خلکان ج ۱)

بیان کیا جاتا ہے کہ جب آپ سنن کبریٰ کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو امیر وقت نے آپ سے پوچھا کہ اس کتاب میں تمام حدیثیں صحیح ہیں۔ آپ نے فرمایا "نہیں" بلکہ حسن اور صحیح دونوں ہیں۔ امیر نے کہا کہ ان احادیث میں سے جو صحت کے اعلیٰ درجہ پر پہونچی ہوئی ہوں۔ میرے لئے اُسکا ایک مجموعہ مرتب فرما دیجئے۔ تو اس وقت آپ نے مجتبیٰ تصنیف فرمائی۔

علاوہ ازیں عمل الیوم واللیلۃ۔ کتاب الکنیٰ والاسامی اور کتاب الضعفاء والمتروکین بھی آپ ہی کی تالیف ہیں۔

نیز کتاب الخصائص کے نام سے ایک تصنیف فرمائی۔ جسمیں حضرت علیؓ اور اہلبیت کے فضائل و مناقب بیان کئے ہیں اور اس کتاب کی وجہ تصنیف یہ ہوئی کہ جب آپ دمشق تشریف لے گئے تو وہاں لوگوں کو دیکھا کہ کثرت سے لوگ حضرت علیؓ کے منحرف ہیں۔ لہذا ان کی ہدایت کے خیال سے یہ کتاب لکھی۔

چنانچہ دمشق کی جامع مسجد میں اس کتاب کو سنانا شروع کیا ابھی تھوڑا سا حصہ ہی پڑھا تھا کہ ایک نے سوال کیا کیا حضرت معاویہ کے فضائل و مناقب میں بھی آپ نے کوئی کتاب لکھی ہے آپ نے فرمایا مناقب تو درکنار اگر وہ برابر سرابر چھوٹ جائیں تو غنیمت ہے ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو ان کے مناقب میں سوا اس حدیث لَا اَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهٗ کے اور کوئی صحیح حدیث نہیں ملی اتنا کہنا تھا کہ لوگ آپ کو شیعہ شیعہ کہتے کہتے آپ پر ٹوٹ پڑے اور اتنا زدوکوب کیا کہ نیم جان کر دیا آپ کو اٹھا کر گھر لیجایا گیا۔ آپ نے فرمایا مجھے مکہ معظمہ لے چلو تاکہ میری جان وہیں نکلے چنانچہ لوگ آپ کو مکہ معظمہ لے گئے اور وہیں ۱۳ صفر ۳۰۳ھ میں روح پرواز کر گئی اور صفا اور مروہ کے درمیان دفن کئے گئے۔

(ابن خلکان ص ۵۹، ۶۰ ج اول طبع جدید)

آپ ہمیشہ صوم داؤدی رکھتے تھے اور اس کے باوجود بڑے کثیر الجماع تھے چنانچہ بستان المحدثین میں ہے کہ آپ کے نکاح میں چار بیویاں تھیں اور ہر ایک کے پاس ایک شب گذارتے تھے چار بیویوں کے علاوہ آپ کے پاس لونڈیاں مزید رہا کرتی تھیں۔

(بستان المحدثین)

صاحب السنن

امام ابوداؤد

۲۰۲ھ - ۲۷۵ھ

نام سلیمان بن الاشعث، کنیت ابوداؤد، سلسلہ نسب یہ ہے
سلیمان بن الاشعث بن اسحٰق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران الازدی السجستانی (وفیات ج۲ ص۱۳)

۲۰۲ھ میں سجستان جو سندھ اور ہرات کے درمیان قندھار سے متصل ایک مشہور ملک ہے وہیں پیدا ہوئے اور قبیلۂ ازد سے تعلق رکھتے تھے اسی لئے ازدی اور سجستانی کہے جاتے ہیں اور چونکہ سجستان کا دوسرا نام سنجر ہے اسلئے آپ کو سنجری کہا جاتا ہے (تہذیب الاسماء ج۲ ص۲۲۵)

طلب حدیث کیلئے بصرہ، بغداد، مصر، شام، حجاز، عراق، اور خراسان وغیرہ کا سفر کیا اور بہت سے اساتذہ سے سماع حدیث اور روایت حدیث کا شرف تلمذ حاصل کیا۔ چنانچہ ابن حجر نے سنن اور غیر سنن میں آپ کے اساتذہ تین سو کے لگ بھگ بتائے ہیں جن میں سے مشہور حضرات حسب ذیل ہیں۔

امام احمد، مسدد، عاصم بن علی، صفوان بن صالح دمشقی، ابوجعفر عبداللہ بن نفیلی، احمد بن ابی شعیب، قتیبہ بن سعید، اسحٰق بن راہویہ، مسلم بن ابراہیم، سلیمان بن

حرب کعنبی وغیرہ۔ (طبقات الشافعیہ ص ۴۸ ج ۲ و تہذیب التہذیب ص ۱۶۲ ج ۴)

آپ نے حدیث اور فقہ میں ایسا کمال پیدا کرلیا کہ بڑے بڑے محدثین سے خراج تحسین وصول کیا۔ چنانچہ ابو بکر خلال فرماتے ہیں۔

الامام المقدم فی زمانہ رجل لم یسبقہ الی معرفتہ بتخریج العلوم وبصرہ بمواضعہا احد فی زمانہ (تاریخ بغداد ص ۵۵ ج ۹)	امام ابوداؤد اپنے زمانہ میں سب پر سبقت لے جانے والے امام تھے۔ تخریج علوم کی معرفت اور اس کے مقامات کی بصیرت میں کوئی آپ کا ہمسر نہ تھا۔

احمد بن محمد یٰسین فرماتے ہیں۔

کان احد حفاظ الاسلام لحدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلمہ وعللہ وسندہ من فرسان الحدیث (تاریخ بغداد ص ۵۶ ج ۹)	آپ حفاظ اسلام میں سے ہیں نیز علم حدیث اور علل واسناد کے حافظ اور حدیث کے شہسواروں میں سے ہیں۔

ابراہیم الحربی کا بیان ہے۔

اُلین لابی داؤد الحدیث کما اُلین لداؤد الحدید (وفیات ص ۱۳۸ ج ۲)	امام ابوداؤد کیلئے حدیث اس طرح نرم کردی گئی جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہا۔

حدیث کیساتھ فقہ میں بھی دسترس رکھتے تھے چنانچہ علامہ یافعی فرماتے ہیں

رأسًا فی الحدیث رأسًا فی الفقہ — آپ حدیث وفقہ دونوں کے سرخیل تھے۔
(مراۃ الجنان ج۲ صفحہ ۱۹۱)

آپ کی فقہی بصیرت پر سب سے بڑی دلیل آپ کی سنن ہے چنانچہ اس کے مطالعہ کے بعد بلا پس وپیش آپ کے اجتہاد اور تفقہ کا اعتراف کرنا پڑتا ہے آپ کی یہ تالیف صحت کے لحاظ سے صحاح ستہ میں تیسرے درجہ میں ہے اس میں آپ نے پانچ لاکھ احادیث میں سے انتخاب کرکے چار ہزار آٹھ سو حدیثیں جمع کی ہیں اور سب حسن وصحیح ہیں جب آپ نے یہ سنن تالیف فرمائی اور حضرت امام احمد بن حنبل کی خدمت میں پیش کی تو انہوں نے بہت پسند فرمایا (وفیات ج۲ صفحہ ۴۰۱) خطابی نے اس سنن کی تعریف ان الفاظ کی ہے۔

قد جمع ابو داود فی کتابہ ھذا من الحدیث فی اصول العلم وامھات السنن واحکام الفقہ مالا نعلم متقدما سبقہ الیہ ولا متاخرا لحقہ فیہ:

امام ابوداود نے اپنی اس سنن میں اصول علم، امہات سنن اور احکام فقہ کے متعلق ایسی حدیثیں جمع کی ہیں کہ اگلے اور پچھلے لوگوں میں سے کسی نے بھی نہیں کی:

(معالم السنن صفحہ ۱ ج ۱)

یہ کتاب اس درجہ مقبول ہوئی کہ آج دنیا کے تقریبا تمام عربی مدارس میں داخل درس ہے۔ نیز بکثرت علماء نے اس کی شرحیں لکھی ہیں جن میں سب سے عمدہ شرح بذل المجہود ہے جو استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انصاری سہارنپوریؒ کی ہے یہ شرح پانچ جلدوں پر مشتمل ہے اور کتب خانہ یحیوی سہارنپور نے طبع کرائی ہے۔

ایک مرتبہ سہل بن عبداللہ تستری آپ کی خدمت میں آئے اور فرمایا امام صاحب! میں ایک ضرورت سے آیا ہوں اگر آپ حسب امکان پوری کرنے کا وعدہ فرمائیں۔ تو عرض کروں آپنے وعدہ کرلیا۔ انہوں نے فرمایا جس مقدس زبان سے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث روایت کرتے ہیں ذرا آپ اسے باہر نکالیں میں بوسہ دینا چاہتا ہوں آپ نے زبان نکالی اور علامہ تستری نے آپ کی زبان چوم لی۔

(دنیات ص ۱۲۹ ج ۲)

جسطرح آپ حدیث اور فقہ کے زبردست امام تھے اسی طرح زہد وورع میں بھی آپ یکتائے روزگار تھے چنانچہ عبادت وتقوی اور صلاح واحتیاط میں آپ کا مقام نہایت بلند تھا حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

کان فی اعلیٰ درجۃ الدنیا فی العبادۃ والصلاح والورع (البدایۃ والنہایۃ ص ۵۵ ج ۱۱)

عبادت وریاضت، پاکدامنی اور صلاح وورع میں سب سے اونچا مقام حاصل تھا

آپ کے زہد وورع سے متعلق بہت سے واقعات رجال وسیر کی کتابوں میں مذکور ہیں طوالت کے خیال سے ہم یہاں ترک کرتے ہیں۔

آپ نے ۱۶ شوال جمعہ کے دن مقام بصرہ میں ۷۰ سال کی عمر میں وفات پائی اور وہیں امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

(دنیات ص ۱۳۹ ج ۲)

صاحب صحیح مسلم

امام مُسلم

۲۰۶ھ ـ ۲۶۱ھ

نام مسلم بن الحجاج بن مسلم کنیت ابوالحسین اور لقب عساکر الدین تھا عرب کے مشہور قبیلہ "بنو قشیر" کی طرف منسوب کر کے آپ کو قشیری اور خراسان کے ایک نہایت خوبصورت شہر نیشاپور کے رہنے والے تھے اس لئے نیشاپوری کہا جاتا ہے۔

آپ کی شخصیت بھی نہایت مشہور و معروف ہے آپ "صحیح مسلم" کے جامع ہیں علاوہ ازیں بہت سی کتابیں آپ نے تصنیف فرمائی ہیں آپ کے سنہ ولادت میں بہت اختلاف ہے علامہ ابن خلکان فرماتے ہیں۔

لم ار احدا من الحفاظ ضبط مولده ولا تقدیر عمره (وفیات ج ۱ ص ۹۱)

میں نے کسی حافظ حدیث کو ان کے سنہ ولادت اور عمر کے بارے میں تصریح کرتے نہیں دیکھا

آگے فرماتے ہیں کہ استاذ محترم حافظ ابن الصلاح آپ کے سنہ ولادت کا ذکر فرماتے تھے اور میرا گمان غالب یہ ہے کہ انہوں نے ۲۰۲ھ بتایا تھا مگر بعد میں جبکہ ابو ابو عبداللہ نیشاپوری کی ایک تصنیف نظر سے گذری تو یہ انکشاف ہوا کہ امام مسلم کا سنہ ولادت ۲۰۶ھ تھا۔ حاکم نے اگرچہ اس میں سنہ ولادت کا ذکر نہیں

کیا لیکن سنہ وفات ۲۶۱ھ لکھا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ان کی عمر ۵۵ سال کی ہوئی ہے لہٰذا اس حساب سے ان کا سنہ ولادت ۲۰۶ھ ثابت ہوتا ہے (وفیات ج ۲ ص ۹۱)

"امام مسلم نے طلب حدیث میں عراق۔ بغداد۔ شام، مصر۔ وغیرہ کا سفر کیا اور یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوری۔ امام احمد بن حنبل۔ اسحٰق بن راہویہ اور عبداللہ بن مسلمۃ القعنبی وغیرہ جیسے جلیل القدر محدثین سے علم حاصل کیا غرض آپ اس پایہ کے محدث گذرے ہیں کہ ابوزرعہ اور ابوحاتم جیسے بڑے مشہور ائمہ حدیث نے آپ کی امامت حدیث کی گواہی دی ہے اور ابن خزیمہ ابوقاسم الرازی نے آپ سے روایت کی ہے۔ اہل بغداد نے بھی آپ سے روایت کی ہے آپ بغداد کئی مرتبہ تشریف لے گئے۔ بغداد کا آخری سفر ۲۵۹ھ میں ہوا تھا۔ آپ نے امام ابوعیسیٰ ترمذی سے بھی ایک حدیث کی روایت کی ہے۔

ابن خلکان آپ کی شان میں یہ الفاظ فرماتے ہیں۔

احد الائمۃ الحفاظ واعلام المحدثین	آپ کا شمار حفاظ حدیث اور زبردست محدثین میں ہے۔

ایک جگہ فرماتے ہیں۔

وکان من الثقات	آپ روایت حدیث میں نہایت ثقہ لوگوں میں سے تھے

صحیح مسلم آپ کی تصانیف میں نہایت بلند پایہ کتاب ہے محمد ماسرجسی فرماتے ہیں کہ میں نے خود امام مسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "انہوں نے تین لاکھ سنی ہوئی

حدیثوں میں سے انتخاب کرکے یہ کتاب لکھی ہے" (دفیات ج۲ ص۹۱)

یہ کتاب فن حدیث کے ایسے بہت سے عجائبات پر مشتمل ہے کہ جن کی بنا پر اس کا درجہ صحیح بخاری سے بھی بڑھ گیا ہے۔ مثلاً سرد اسانید۔ متون کا حسن سیاق طرق کی تلخیص اور ضبط انتشار یہ سب چیزیں بخاری میں مفقود ہیں۔ ساتھ ہی صحت کے لحاظ سے بہت اونچا مقام رکھتی ہے۔

حافظ ابوعلی نیشاپوری فرماتے ہیں۔

ماتحت ادیم السماء اصح من کتاب مسلم فی علم الحدیث (دفیات ج۲ ص۹۱) آسمان کے نیچے علم حدیث میں مسلم شریف سے زیادہ کوئی صحیح کتاب نہیں ہے۔

ابن عقدہ کا بیان ہے کہ امام بخاری کی اکثر روایتیں اہل شام سے مناولہ کے طور پر ہیں۔ ان کی کتابوں سے ماخوذ ہیں خود ان کے جامعین سے نہیں سنی گئیں یہی وجہ ہے کہ ان کے راویوں میں کبھی کبھی امام بخاری سے غلطی ہو جاتی ہے ایک ہی راوی کسی جگہ اپنے نام کیساتھ اور کسی جگہ صرف کنیت کیساتھ لکھا ہوتا ہے امام بخاری ایسے دو راوی الگ الگ سمجھتے ہیں اور امام مسلم نے چونکہ سب سنی ہوئی حدیثوں میں سے انتخاب کیا ہے اس لئے انھیں کہیں یہ مغالطہ نہیں پیش آیا۔ علاوہ ازیں بخاری میں بعض تصرفات مثلاً تقدیم و تاخیر اور حذف و اختصار کی وجہ سے بعض مقامات پر تعقید پیدا ہو جاتی ہے اگرچہ وہ دوسرے طرق دیکھ کر صاف بھی ہو جاتی ہے لیکن امام مسلم نے یہ طریقہ ہی اختیار نہیں کیا بلکہ آپ نے احادیث کو اس حسن ترتیب کیساتھ مرتب کیا ہے کہ بجائے تعقید کے ان کے معانی

نہایت واضح اور بے غبار ہوتے چلے جاتے ہیں۔

آپ امام بخاری کے شاگرد تھے اور ان کیا تھ ایسی غیر معمولی عقیدت تھی کہ محمد بن یحییٰ ذہلی اور امام بخاری میں جب خلق قرآن کے مسئلہ میں اختلاف ہوا اور محمد بن یحییٰ نے یہ اعلان کیا کہ جو لوگ امام بخاری کے مسلک پر ہوں وہ میرے حلقۂ درس میں شریک نہ ہوں یہ دیکھ کر اکثر لوگ امام بخاری سے کٹ گئے لیکن امام مسلم کو امام بخاری سے ان کی حدیث دانی کے سلسلہ میں کچھ ایسی والہانہ عقیدت تھی کہ امام مسلم اپنے استاذ علامہ ذہلی کے اس حملہ پر جھٹ چادر اوڑھی اور عمامہ باندھا اور ان کی مجلس سے چلے آئے اور امام بخاری کے حلقۂ درس میں شریک ہو گئے اور احادیث کا جو مجموعہ ان کے یہاں رہ کر لکھا تھا وہ سب ایک حمال کے ذریعہ محمد بن یحییٰ کے گھر بھجوا دیا اور پھر انھیں ہمیشہ کیلئے خیر باد کہہ دیا۔ (وفیات صفحہ ۹۱ جلد ۲)

آپ کی وفات یکشنبہ کے روز شام کے وقت نیشا پور میں ۵ یا ۶ رجب کو ۲۶۱ھ میں واقع ہوئی اور نصر آباد میں دوشنبہ کے روز دفن کئے گئے (وفیات صفحہ ۹۱ جلد ۲)

وفات کے بعد آپ کو امام ابو حاتم الرازی نے ایک روز خواب میں دیکھا اور ان سے حال دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا خدائے تعالیٰ نے میرے لئے جنت کو مباح کر دیا ہے میں جنت میں جہاں چاہتا ہوں پھرتا رہتا ہوں

(خطیب صفحہ ۱۰۰ جلد ۱۳)

(تذکرۃ الحفاظ صفحہ ۱۵۰ جلد ۲)

صاحب صحیح البخاری

امام بخاری

۱۹۴ھ - ۲۵۶ھ

نام نامی محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن مردزبہ، کنیت ابوعبداللہ۔
۱۳ شوال ۱۹۴ھ کو جمعہ کے دن بخارا میں پیدا ہوئے۔ آپ کے جد اعلیٰ مجوسی مذہب تھے ان کے بیٹے مغیرہ یمان جعفی کے ہاتھ پر اسلام لائے اس مناسبت سے آپ جعفی کہلاتے ہیں۔ بچپن میں آپ کی بینائی جاتی رہی تو آپ کی والدہ کو سخت صدمہ ہوا۔ رات کو خواب میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ بشارت دے رہے ہیں کہ تمہارے کثرت سے رونے اور دعائیں کرنے سے اللہ تعالیٰ نے تیرے بیٹے کی بینائی لوٹا دی چنانچہ صبح اٹھ کر دیکھا تو آپ کو بینا پایا۔
(طبقات الشافعیہ صفحہ ۲ تا ۴ جزو ۲)

ابتدائی تعلیم بخارا ہی میں رہ کر محمد بن سلام۔ محمد بن یوسف اور ابراہیم بن اشعث وغیرہ سے حاصل کی پھر اس کے بعد یہاں سے بلخ۔ مرو۔ نیشاپور۔ رے۔ بغداد۔ بصرہ۔ کوفہ۔ مکہ۔ مدینہ۔ واسط۔ مصر۔ شام۔ دمشق۔ قیساریہ۔ عسقلان۔ حمص۔ جزیرہ اور خراسان وغیرہ مختلف مقامات کا سفر کیا اور متعدد حضرات سے علوم حاصل کئے آپ کے اساتذہ کی تعداد ایک ہزار بتائی جاتی ہے (طبقات الشافعیہ جزو ۲)

آپ کو مطالعہ کا بہت شوق تھا اور اس کیلئے بڑی مشقت اٹھاتے۔ اور مطالعہ حدیث میں شب بیداری کرتے چنانچہ محمد بن یوسف بخاری بیان کرتے ہیں مجھے ایک شب امام بخاری کیساتھ رہنے کا اتفاق ہوا تو میں نے خود دیکھا کہ شب بھر میں اٹھارہ مرتبہ اٹھ کر چراغ روشن کیا اور احادیث کا مطالعہ کیا اور پھر سو گئے۔ (طبقات الشافعیہ جلد ۲ ص ۲)

محمد بن ابی حاتم الوراق فرماتے ہیں کہ مجھے جب کبھی سفر میں امام بخاری کا ساتھ ہوا۔ اور ایک ہی گھر میں ہم دونوں کو رات گذارنے کا اتفاق ہوا۔ تو میں نے دیکھا کہ امام بخاری ایک رات میں پندرہ پندرہ اور بیس بیس مرتبہ اٹھ کر چراغ جلاتے اور حدیث کا مطالعہ کرتے اور پھر سو جاتے۔ پھر اخیر شب میں تیرہ رکعت نماز پڑھتے میں نے ایک مرتبہ ان سے کہا کہ مجھے کبھی جگا دیجئے انہوں نے کہا مجھے یہ بات اچھی نہیں معلوم ہوتی کہ تمہاری نیند میں خلل ڈالوں۔
(طبقات الشافعیہ جلد ۲ ص ۲)

آپ غیر معمولی ذکاوت اور قوت حافظہ کے مالک تھے محمد ابن حاتم فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے بچپن کے حالات پوچھے تو وہ بیان کرنے لگے کہ جس وقت میں دس برس کا تھا اسی وقت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے حفظ حدیث کا الہام فرمایا چنانچہ اس عمر میں بہت سی حدیثیں حفظ کر لی تھیں پھر مکتب سے نکل کر محدث داخلی کے حلقۂ درس میں شریک ہوا۔ ایک دن وہ مکتب میں لوگوں سے یہ سند بیان کر رہے تھے کہ سفیان عن ابی الزبیر عن ابراھیم میں نے

انھیں ٹوکا کہ ابوالزبیر نے ابراہیم سے روایت نہیں کی اس پر انھوں نے مجھے ڈانٹا میں نے عرض کی اصل بیاض ملاحظہ فرمالیں۔ شیخ داخلی اٹھ کر اندر تشریف لے گئے اور بیاض دیکھ کر واپس آئے اور فرمایا کہو میاں لڑکے پھر یہ سند کیونکر صحیح ہوگی میں نے کہا زبیر بن عدی۔ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں نہ کہ ابوالزبیر پھر انہوں نے مجھ سے قلم لے کر اصلاح فرمائی اور کہا تم نے بالکل سچ کہا۔ اس وقت امام بخاری کی عمر گیارہ برس کی تھی (خطیب بغدادی ص۶ ج۲)

سولہ سال کی عمر میں ابن المبارک اور وکیع کی کتابیں حفظ کرلی تھیں اور اسی سال حج بیت اللہ کیلئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے حج سے فراغت کے بعد حدیث شریف پڑھنے کیلئے آپ وہیں رک گئے پھر اٹھارہ برس کی عمر میں صحابہ وتابعین کے تضایا اور ان کے اقوال میں ایک کتاب تصنیف کرنا شروع کردی۔ اس کے بعد ہی مدینہ منورہ میں روضہ اطہر کے پاس چاندنی راتوں میں اپنی مشہور کتاب کتاب التاریخ تصنیف فرمائی (طبقات الشافعیہ ص۵ ج۲)

حامد بن اسماعیل فرماتے ہیں کہ امام بخاری اپنے بچپن میں ہم لوگوں کیساتھ حدیث سننے کیلئے جایا کرتے تھے اور وہاں بیٹھ کر سنتے تھے ہم لوگ ان سے کہا کرتے تھے تم کچھ لکھتے لکھاتے نہیں کیا بیکار روزانہ آکر بیٹھ جایا کرتے ہو۔ وہ کچھ جواب نہ دیتے ہم لوگ اسی طرح کہا کرتے آخرکار ایک روز تنگ آکر فرمایا۔ تم لوگوں کی ملامت کی بھی حد ہوگئی لاؤ دکھاؤ۔ تم لوگوں نے کتنی حدیثیں لکھی ہیں۔ اس وقت تک ہم لوگ پندرہ ہزار سے زیادہ حدیثیں لکھ چکے تھے وہ سب ہم نے

سامنے رکھ دیں امام بخاری نے وہ تمام حدیثیں زبانی فرفر سنا دیں حتیٰ کہ ان کی قوت حافظہ پر اعتماد کرتے ہوئے بہت سے مقامات پر ہمیں اصلاح کرنا پڑی۔

(طبقات الشافعیہ ج۵)

سلیم بن مجاہد کا بیان ہے کہ میں محمد بن سلیم البیکندی کے یہاں گیا تو وہ کہنے لگے ذرا پہلے آئے ہوتے تو میں تمہیں ایک ایسے مرد کو دکھاتا جس کو ستر ہزار حدیثیں یاد ہیں یہ سنکر میں اس لڑکے کو دیکھنے کا اشتیاق ہوا اور اس کی تلاش میں نکلا۔ اور اس سے ملاقات کی اور پوچھا کیا تمہیں ستر ہزار حدیثیں یاد ہیں۔ بولا اس سے بھی زیادہ یاد ہیں اور جس قدر صحابہ و تابعین کی حدیثیں یاد ہیں ان سب کی جائے پیدائش و وفات اور سکونت سے بھی اچھی طرح واقف ہوں یہ امام بخاریؒ کی ذات گرامی تھی (طبقات الشافعیہ ج۲)

محمد بن حمدویہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ مجھے ایک لاکھ صحیح احادیث اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث حفظ ہیں

(طبقات الشافعیہ جلد ۲)

آپ کا بغداد کا واقعہ بہت مشہور ہے ابن عدی فرماتے ہیں کہ میں نے متعدد مشائخ سے سنا ہے کہ امام بخاری جس وقت بغداد آئے تو محدثین نے آپ کا امتحان لیا اور سو حدیثیں لیکر ان کے متون اور اسانید کو تبدیل کیا اور پھر دس دس حدیثیں دس آدمیوں کو پوچھنے کیلئے دیا اور یہ طے کیا کہ جوں ہی امام بخاری

مجلس میں آئیں ان تبدیل شدہ احادیث کو پیش کرو اور ان سے پوچھو چنانچہ جب آپ مجلس میں جلوہ افروز ہوئے تو دسوں نے ایک ایک کرکے پوری پوری حدیثیں پوچھیں آپ ہر ایک کے جواب میں لا اعرفہ (یعنی اس طرح کی حدیث مجھے معلوم نہیں) فرماتے جاتے۔ جب سب پوچھ چکے تو آپ پہلے شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا تم نے پہلی حدیث یوں بیان کی تھی وہ اس طور پر ہے اسی طرح اس کی دسوں بدلی ہوئی حدیثوں کو بالترتیب صحیح صحیح متن و سند کے ساتھ بیان کیا۔ پھر دوسرے شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کی تمام حدیثوں کو صحیح صحیح بیان فرمایا۔ غرض اسی طرح دسوں کی پیش کردہ حدیثوں کو ترتیب کے ساتھ اور متن و سند کی صحت کے ساتھ بتا دیا۔ یہ حیرت انگیز قوت حافظہ دیکھ کر وہ لوگ دنگ رہ گئے اور آپ کے غیر معمولی فضل و کمال کے بہت معترف ہو گئے۔ (ونیات ص ۲۰۴ ج ۱)

غرضکہ آپ بڑے جلیل القدر محدث تھے آپ کے علمی فضل و کمال کا بڑے بڑے شیوخ نے اعتراف کیا ہے اور حدیث دانی پر آپ کو خراج تحسین پیش کیا ہے چنانچہ امام الائمہ ابن خزیمہ فرماتے ہیں۔

ما رأیت تحت ادیم السماء اعلم بالحدیث من محمد بن اسمٰعیل البخاری (طبقات الشافعیہ ص ۴ ج ۲)	میں نے اس آسمان کے نیچے محمد بن اسمٰعیل بخاری سے زیادہ حدیث کا جاننے والا کسی کو نہیں دیکھا۔

امام ترمذی کا بیان ہے:-

لم ار احداً بالعراق ولا بخراسان فی معنی العلل والتاریخ ومعرفۃ الاسانید أعلم من محمد بن اسمٰعیل
طبقات الشافعیہ ص۶ جلد۲

میں نے عراق اور خراسان میں حدیث کے علل، تاریخ اور سندوں کی معلومات کے سلسلہ میں محمد بن اسماعیل بخاری سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔

انتھی الحفظ الی اربعۃ من اھل خراسان ابوذرعۃ ومحمد بن اسمٰعیل والدارمی والحسن بن شجاع
(طبقات ص۸ ج۲)

چار اشخاص پر حفظ حدیث ختم ہے۔ ابوزرعہ، محمد بن اسماعیل بخاری، دارمی اور حسن بن شجاع۔

ابراہیم خواص کہتے ہیں کہ میں نے ابوزرعہ جیسے مشہور و معروف محدث کو امام بخاری کے سامنے بچوں کی طرح احادیث کے علل پوچھتے ہوئے دیکھا ہے
(طبقات ص۸ ج۲)

ابوعمرو احمد بن نصر الخفاف فرماتے ہیں کہ محمد بن اسماعیل فن حدیث میں امام احمد اور امام اسحٰق سے بیس گنا مہارت رکھتے ہیں اور فرمایا جو کوئی ان کے بارے میں کچھ کہے اس پر میری طرف سے ہزار دفعہ لعنت ہو پھر اس طرح حدیث بیان فرمائی۔

حدثنا محمد بن اسماعیل التقی النقی الذی لم ارمثلہ (طبقات ص۱۰ ج۲)

ایک بار امام بخاری کے پاس امام مسلم بن الحجاج تشریف لائے اور آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا پھر فرمایا اے محدثین کے سردار استاذ الاساتذہ مجھے اس کی اجازت دیں کہ میں آپ کے پیروں کو بھی بوسہ دوں۔ (طبقات الشافعیہ ج۲ ص۱۰)

محمد بن یعقوب الاخرم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے اصحاب سے سنا ہے کہ جس وقت امام بخاری نیشاپور تشریف لائے تو آپ کے استقبال کے لئے چار ہزار آدمی گھوڑوں پر سوار آئے تھے اور خچروں، گدھوں پر سوار ہونے والوں کی تعداد اور پا پیادہ لوگوں کی تعداد ان کے علاوہ تھی۔ (طبقات ج۲ ص۸)

جسطرح آپ علم و فن میں یکتائے روزگار تھے اسی طرح زہد و ورع۔ طہارت و تقوی کے بھی پیکر تھے سلیم بن مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی ساٹھ سالہ عمر میں کسی کو محمد بن اسماعیل سے زیادہ فقیہ اور متقی و پرہیزگار دنیا میں نہیں دیکھا۔ اور محمد بن حاتم فرماتے ہیں کہ میں نے خود امام بخاری کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں جب بھی دنیاوی کلام کرتا ہوں خدا کی حمد و ثنا کے بغیر نہیں کرتا ہوں۔

(طبقات ج۲ ص۸)

آپ کا روزمرہ کا یہ معمول تھا کہ دن میں ایک ختم قرآن پڑھا کرتے اور اخیر شب میں ایک تہائی قرآن پڑھتے یعنی دن رات ملا کر ۱⅓ ختم کرتے اور فرماتے میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملوں کہ وہ مجھ سے کسی کی غیبت کے سلسلہ میں محاسبہ نہ کرے چنانچہ آپ نے کبھی غیبت نہیں کی۔

رمضان مبارک کا مہینہ آتا تو آپ کے اصحاب آپ کے یہاں اکٹھا ہو جاتے اور آپ ان کو تراویح پڑھاتے۔ اور ہر رکعت میں بیس آیتیں پڑھتے اور اسی طرح پڑھتے پڑھتے پورا قرآن ختم کر دیتے پھر سحر کے وقت بھی قرآن پڑھتے کبھی ایک تہائی اور کبھی اس سے کچھ زائد دن میں روزانہ ایک ختم پڑھتے اور افطار کے وقت ختم فرماتے (طبقات الشافعیہ صفحہ ۹۳۵ ج ۲)

نماز اس خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھتے کہ دنیا وما فیہا سے بے خبر ہو جاتے ایک بار نماز پڑھنے کی حالت میں ایک بھڑ نے سترہ بار آپ کو کاٹا مگر آپ کی حالت ذرا بھی نہ بدلی نہ ہی آپ نے اس کی وجہ سے نماز توڑی (طبقات الشافعیہ صفحہ ۹ تا ج ۲)

آپ کی کتاب صحیح بخاری اس درجہ مشہور رہے متداول ہے کہ کسی تعارف کی محتاج نہیں اس کی تالیف کا سبب امام بخاری خود بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک روز اسحٰق بن راہویہ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ انھوں نے مجھ سے کہا۔ کاش تم احادیث کی کوئی ایسی مختصر کتاب لکھتے جس میں صرف صحیح صحیح حدیثیں ہوں۔ قدرت نے یہ سعادت میرے نصیب میں لکھی تھی میں نے ارادہ کر لیا اسی سلسلہ میں ایک رات کیا خواب دیکھتا ہوں کہ میں آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا پنکھا جھل رہا ہوں اور مکھیاں اڑا رہا ہوں میں یہ خواب دیکھ کر بہت متحیر ہوا۔ لوگوں سے تعبیر پوچھی تو مجھے بتایا گیا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے کذب و افترا کی مکھیاں اڑاؤ گے اگر ہمت باندھ لی اور احادیث کا انتخاب کرنا شروع کر دیا اور نہایت خلوص کیساتھ اپنی یادداشت

چھ لاکھ حدیثوں میں سے انتخاب کر کے سولہ برس کی مدت میں چھ ہزار کا مجموعہ تیار کیا اور اس طور پر کہ جب کسی حدیث کے درج کرنے کا ارادہ فرماتے تو پہلے غسل کرتے دو رکعت نفل نماز پڑھتے پھر ایک حدیث لکھتے پوری کتاب اسی حیرت انگیز شرط کیسا تھ تالیف فرمائی ۔ تراجم والابواب قائم کرتے وقت بھی یہی عمل کرتے عبدالقدوس بن ہمام اپنے اصحاب سے روایت کرتے ہیں کہ امام بخاری نے تراجم ، الابواب "ریاض الجنہ" میں بیٹھ کر لکھے ہیں ۔

تاریخ بغداد للخطیب ج ۲ صفحہ ۱۴)

بہر حال ان شرائط کا التزام کرتے ہوئے بڑی محنت وکاوش کے بعد صفحۂ ہستی پر یہ بے نظیر کتاب وجود میں آئی جس میں اصول وعقائد، عبادات ومعاملات ۔ غزوات وسیر، اسلامی معاشرت وتمدن ۔ سیاست وسلطنت سب ہی کچھ ہے گویا مختصر انسائیکلو پیڈیا ہے اور اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا لقب حاصل کیا اور باوجودیکہ امت کے علماء ومحدثین نے اسکو سخت سے سخت کسوٹی پر کسا مگر یہ لقب ان مٹ اور پتھر کی لکیر ثابت ہوا ۔

چونکہ امام بخاری نے اپنی یہ کتاب نہایت خلوص نیت کے ساتھ تالیف فرمائی تھی اسلئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے بے پایاں مقبولیت حاصل ہوئی چنانچہ خود امام بخاری سے نوے ہزار اشخاص نے صحیح بخاری کو بلا واسطہ سنا اس کے علاوہ نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا کے تقریباً تمام مدارس اسلامیہ میں پڑھی پڑھائی جاتی ہے خصوصیت سے ہندوستان کے عربی مدارس میں بڑے

اہتمام کے ساتھ اس کا درس ہوتا ہے اور بڑی متبرک کتاب سمجھی جاتی ہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جو کام اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور خوشنودی کیلئے کیا جاتا ہے اس کی قبولیت کے آثار دنیا میں ظاہر بھی ہو جاتے ہیں

صحیح بخاری کے علاوہ آپ نے اور بھی بہت سی کتابیں تالیف کیں جیسے قضایا الصحابہ والتابعین (قلمی) التاریخ الکبیر ۸ اجزاء میں دائرۃ المعارف حیدر آباد سے شائع ہو چکی ہے۔ التاریخ الاوسط (غیر مطبوعہ) التاریخ الصغیر الجامع الکبیر (غیر مطبوعہ) خلق افعال العباد۔ المسند الکبیر (قلمی) اسامی الصحابہ (قلمی) کتاب العلل۔ کتاب الفوائد۔ کتاب الوحدان۔ الادب المفرد کتاب الصغیر الضعفاء الصغیر۔ کتاب المبسوط۔ الجامع الصغیر (دونوں قلمی) کتاب الرقاق۔ بر الوالدین۔ کتاب الاشربۃ کتاب الہبہ۔ کتاب الکنیٰ التفسیر الکبیر۔ جزء القراءۃ خلف الامام۔ جزء رفع الیدین (تذکرۂ محدثین)

آپ نے عید کی شب میں یعنی شوال کی پہلی رات میں ۲۵۶ھ میں ۱۲ دن کم ۶۲ برس کی عمر پا کر خرتنگ میں وفات پائی اور اس طور پر وفات ہوئی کہ آپ تنہا ایک گھر میں سوئے ہوئے تھے صبح کو دیکھا گیا کہ آپ کی روح جسم عنصری سے پرواز کر گئی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون (طبقات صفحہ ۲۷)

عبد القدوس بن عبد الجبار سمرقندی بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات امام بخاری کو تہجد کی نماز پڑھ کر یہ دعا کرتے ہوئے سنا تھا اللھم انی ضاقت علی الارض بما رحبت فاقبضنی الیک چنانچہ ایک مہینہ بھی پورا نہیں ہوا

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کی روح قبض کر لی گئی۔ آپ وہیں خرتنگ میں دفن کیے گئے (طبقات ج۲ ص۱۴)

آپ نے وفات کے پہلے یہ وصیت کی تھی کہ مجھے تین سفید کپڑوں میں دفن کیا جائے۔ اس میں قمیص اور عمامہ نہ ہو چنانچہ آپ کی وصیت کے مطابق ہی آپ کو تین کپڑوں میں دفن کیا گیا (طبقات ج۲ ص۱۵)

دفن کے بعد آپ کی قبر سے مشک کی خوشبو پھوٹ پڑی اور کئی دن تک خوشبو نکلتی رہی لوگ یہ دیکھ کر قبر کی مٹی اٹھا اٹھا کر لے جانے لگے حتیٰ کہ ساری مٹی اٹھا ڈالی اور آپ کی نعش مبارک نظر آنے لگی پھر لوگوں نے بہت زیادہ مقدار میں قبر کے اوپر لکڑیاں ڈھیر کر دیں تاکہ لوگ قبر تک نہ پہونچ سکیں اس کے بعد قبر کے مقابل آسمان پر سفید نور کے ستون نظر آئے یہ دیکھ کر لوگ بہت متعجب ہوئے اور کثرت سے لوگ یہ ماجرا دیکھنے آتے رہے اور جب آپ کے مخالفین کو پتہ چلا تو وہ بھی آئے اور بہت ہی نادم ہوئے اور توبہ کی

(طبقات الشافعیہ ج۲ ص۱۵)
(تاریخ بغداد للخطیب ج۲ ص۳۴)

صاحب جلالین

جلال الدین محلی

۷۹۱ھ ۔ ۸۶۴ھ

نام محمد بن احمد بن محمد بن ابراہیم بن احمد ۔ کنیت ابوعبداللہ اور لقب جلال الدین تھا قاہرہ میں ۷۹۱ھ میں پیدا ہوئے ابتدا میں آپ کپڑے کی تجارت کرتے تھے پھر اپنی جگہ اس کام کیلئے ایک دوسرے شخص کو رکھا اور خود تحصیل علم میں مشغول ہوئے (معجم المطبوعات ص ۱۶۲۳ ج ۲)

آپ نے بدر المحمود اقصرائی ۔ بیجوری ۔ شمس بساطی ۔ علاء بخاری ۔ علامہ بلقینی ۔ شیخ عراق ۔ عز بن جماعۃ ۔ حافظ ابن حجر وغیرہ جلیل القدر اساتذہ سے علم حاصل کیا اور فقہ ، کلام ۔ اصول ۔ نحو اور منطق وغیرہ میں غیر معمولی کمال پیدا کیا ۔ معجم والتاج المکلل ص ۲۱۳)

یوسف الیان سرکیس لکھتا ہے ۔

کان علامۃ آیۃ فی الذکاء والفھم کان لبعض اھل عصرہ یقول ان ذھنہ یثقب الماس د

آپ زبردست عالم اور ذکاوت و ذہانت میں امام تھے آپ کے بعض ہم عصر کہتے تھے کہ آپ کا ذہن اس قدر تیز ہے کہ ہیرا میں سوراخ کرتا ہے ۔ (معجم)

آپ مؤیدیہ اور برقوقیہ میں فقہ شافعی پڑھاتے تھے آپ پر عہدہ قضا پیش کیا گیا تو اس سے انکار کر دیا۔

آپ کے بہت سے شاگرد ہیں جن میں علامہ سیوطی بہت مشہور و معروف ہیں انھوں نے ہر فن میں بےشمار تصنیفات کر کے امت مسلمہ پر ایسا زبردست احسان کیا ہے کہ اسے کبھی بھلایا نہیں جا سکتا۔

خود آپ نے بھی بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں لیکن آپ نے ہر کتاب میں نہایت اختصار سے کام لیا ہے۔

ان کتابوں میں سے مشہور کتابیں یہ ہیں "تفسیر الجلالین" یا "کتاب الجلالین فی تفسیر القرآن العظیم" سورۃ اسراء سے ختم قرآن تک مع سورۂ فاتحہ کے آپ نے تفسیر کی ہے پھر اس کی تکمیل آپ کے شاگرد رشید علامہ جلال الدین سیوطی نے کی ہے اور اس کے علاوہ شرح جمع الجوامع تاج الدین السبکی (اصول فقہ)، شرح ورقات امام الحرمین (اصول فقہ) کنز الراغبین فی شرح منہاج الطالبین (فقہ شافعی) مقدمہ النیل السعید تصنیف فرمائیں (معجم المطبوعات العربیۃ والمعربۃ ص ۱۶۲۳ ج ۲)

آپ علوم عقلیہ و نقلیہ دونوں میں یکساں مہارت رکھتے تھے اور تقوی و دیانتداری کا یہ حال تھا کہ جب کوئی بھی حق بات کہتا تو آپ فوراً اس کی طرف بلا چون چرا رجوع فرما لیتے علامہ سخاوی لکھتے ہیں کہ اگر آپ کے خصائل اور اوصاف حمیدہ لکھے جائیں تو اس کے لئے دفتر کے دفتر درکار ہوں گے

آپ متعدد بار بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور پھر ۸۶۴ھ میں وفات پائی۔

(التاج المکلل ص ۱۳۴)

صاحب تفسیر ابن کثیر

حافظ ابن کثیر

۷۰۱ھ - ۷۷۴ھ

نام اسمٰعیل بن عمر بن کثیر بن ضو بن کثیر۔ کنیت ابو الفداء اور لقب عماد الدین تھا۔ ۷۰۱ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے۔ تین برس کے بعد آپ کے والد ماجد کا انتقال ہوا۔ اور آپ یتیم ہو گئے پھر اپنے بھائی کے ساتھ سات برس کی عمر میں دمشق آئے اور وہیں آپکی تعلیم و تربیت ہوئی چنانچہ آپ نے ابن الشحنہ۔ ابن الزراد۔ اسحاق آمدی۔ ابن عساکر۔ مزی۔ ابن رضی حجاز۔ ابن تیمیہ اور اس کے علاوہ بہت سے اساتذہ سے پڑھا۔ اور آپ کو علامہ ذہبی وانی اور ختنی وغیرہ سے اجازت حاصل ہوئی۔

آپ بڑے مشہور مورخ و مفسر گذرے ہیں ساتھ ہی ساتھ حافظ حدیث بھی تھے

ابن حبیب آپ کی شان میں فرماتے ہیں

انتھت الیہ ریاستہ العلم فی التاریخ والحدیث والتفسیر (مفتاح السعادۃ ص ۲۰۸ ج ۱)

تاریخ و حدیث و تفسیر میں علم کی ریاست آپ ہی پر ختم ہو گئی۔

علامہ ذہبی بیان فرماتے ہیں۔

الامام المفتی المحدث البارع فقیہ متفنن محدث متقن مفسر نقال (درر کامنہ ص ۳۷۴ ج ۱)

آپ امام۔ مفتی۔ ماہر محدث فقیہ فنون و محدث اور صحیح نقل کرنے والے محدث تھے

آپ بڑے ذہین و ذکی قوی الحافظ اور زبردست محقق تھے۔ علوم و فنون میں گہری نظر رکھتے تھے علامہ ابن حجر عسقلانی جیسا مشہور و معروف محدث اور علم کا پہاڑ آپ کی علمی جلالت شان میں لکھتا ہے

ما اجتمعت به قط الا استفدت منه وقد لازمته ستة سنين (مفتاح السعادة ص ۲۰۱)

میں جب آپ کی خدمت میں گیا آپ سے استفادہ ضرور کیا۔ اور چھ برس تک آپ کی خدمت میں رہا۔

آپ اپنی محققانہ شان کیساتھ ساتھ زہد و ورع کے زیور سے بھی آراستہ و پیراستہ تھے ابن حبیب فرماتے ہیں

امام ذوی التسبيح والتهليل (مفتاح السعادہ ص ۲۰۵)

آپ صاحب تسبیح و تہلیل امام تھے۔

آپکی تصنیفات انتہائی محقق اور مستند و معتبر ہیں چنانچہ تفسیر میں جو کتاب آپنے لکھی ہے وہ اپنی جگہ بے نظیر کتاب ہے تفسیر کے علاوہ آپنے تاریخ اسلام میں بھی البدایہ والنہایہ کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ اسی طرح احکام میں بھی ایک زبردست کتاب لکھی مگر مکمل نہ ہو سکی طبقات الشافعیہ اور جرح الاحادیث میں بھی ایک ایک کتاب تصنیف کی ہے بخاری کی شرح لکھنا بھی شروع کی تھی مگر یہ بھی غالباً ناتمام رہ گئی۔ آخر عمر میں آپ کی بینائی جاتی رہی۔

آپنے ۲۶ شعبان ۷۷۴ھ میں دمشق میں وفات پائی۔

(مفتاح السعادہ ص ۲۰۱ درر کامنہ ص ۳۷۴)
